

ماہِ نو





PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



ماہ نو

جلد دوم

چالیس سالہ محزون

اداریہ مطبوعات پاکستان



فن و ثقافت

مگر اس احتمال سے مستثنیٰ کہ ایک انسانی مصیبت ہے۔ وہ ایک ایک مصلحت ہی انگلیں بنیں جو ہر ایک کے خلاف نہ ہوں گی۔ ایک ایک مصلحت
 ہوتی ہے اور ان کی نگرانی اور ہم آہنگی سے نصیب ہر فردی و گنگنی پیدا ہرمانی ہے معلوم ہوتا ہے نصیب ہر ایک کے لئے ایک ایک مصلحت ہے
 کا گنت ہے۔

مصلحت مندوں کے لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ ان کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے مگر اس کا ادراک ہے اور ان کی تعداد میں بعض مصلحت مند ہیں جنہیں
 بلکہ ان کے لئے کہ یہ مصلحت ہی ہے۔ مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 طرف ہوتی ہے۔ مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 اور مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 ہر پہلو سے مصلحت ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 نہیں کیا ہوا۔

مصلحت مندوں کی یہ مصیبت تمام تر مصلحتی امور پر ہے مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 کی تعداد میں۔ چاہے ان کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 اور مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 کا اثر قبول کرتی ہے اور اس طرح مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے



جب یہ مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 تو وہ مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 یہ مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 اصل پہلو ہی انسانی ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کو قدرت کا نذرانہ مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 اور مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 کے ساتھ مصلحت مندوں کی طرف مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 سے اور ان کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 پیدا کیا ہے اور ان کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 کی ترغیب دینا چاہئے اور ہم آہنگی سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے

مصلحت مندوں کی یہ مصیبت تمام تر مصلحتی امور پر ہے مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 یہ مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 اور مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے
 اور مصلحت مندوں کے لئے مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے اور مصلحت سے کام لینا ہے



چھوڑنے لگی اور عمارتوں سے علیحدہ ہو کر اپنی سلاخیں کو اجاگر کیا جاسے اور چوتھی حیثیات کو بھی سرودہ ہونے یا بالے پہنچانے لگا
حاصل ہوا نہ ہو۔

آرٹ کے فلسفے میں سے دل میں ایک ہی طریقہ کار ملتا ہے۔ جب آپ کو میرے قلم خود کا جزو اعظم ہے کہ آرٹ کو صرف فن
کو انسانی اور فنی اور فنیوں کا دیرینہ نہیں اس میں انسان اور انسانیت کا بھی عنصر چھوڑ دے وہ عالمگیر جذبہ ہے جس سے کائنات پہنچتی
ہے۔ مرقع چٹکانی، لکھا طاعت مسلمانوں کو آرٹ کی حوت اور طے سے میرے ساتھ ساتھ ثابت ہوئی۔ چنانچہ میرا اعتقاد میری جدوجہد
میری قوم کے کام آئی۔ مسلمانوں نے آرٹ کی اہمیت اور اس کی قدر و قدر کا احساس بڑی شدت سے محسوس کیا۔ میری کوشش اور
ہمت نے جس نے قوم کو بھی میری سلاخوں کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا اور میرا آرٹ دیکھتے دیکھتے ہر چند انسانی کے دل میں
گھر کر گیا۔ یہاں تک کہ جدید ہندوستانی آرٹ کے بانی ڈاکٹر اجندرا نظر سنگھ اور تمام جنگل کو میرے فنی سے مرعوب ہونے پر
اعتراف کرنا پڑا کہ چٹکانی کو رنگوں کے اختراع اور خطوط پر نظر ثانی قدرت حاصل ہے۔

اکثر لوگ خیال کرتے ہیں کہ جنگل کی جدید تحریر کسی سے وابستہ رہا ہو۔ یا میرا انسانی کے کسی استاد کو بہرہ یا چند دورہ
ہوں۔ میں نہ تو جنگل اس طرح سے گیا ہوں نہ مجھے کسی کاشاگر دی کی سعادت حاصل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ
جب میرے آرٹ نے جنم لیا اس وقت جدید ہندوستانی آرٹ کی تحریر اپنے پسے شباب پر تھی اس تحریک میں میں نے جو اپنی
ہما ظہر صریح ہے اور آج جدید ہندوستانی آرٹ کی تحریک میرے آرٹ کے وجود کے بغیر مکمل نہیں کیا جاسکتی۔ میری آدمی سے
زیادہ تصویریں ہندوستانی عجائب گھروں اور عجائب گھروں کی نوشت ہیں اور ان لوگوں کے پاس سو سو ہونے والی آرٹ کے علاوہ ہیں۔
میرے فنی میرے عمل، میری تصویریں اور تحریریں ہیں اس عقیدہ کو بھل دینا چاہیے جس سے انسانیت جس جہتی ہے۔ میں یہ
سب کچھ اس لئے تحریر نہیں کر رہا کہ میں کوئی بڑا آدمی ہوں اور میری ہی کوئی غیر معمولی شخصیت ہے بلکہ اس کے بقول آرٹ
ادائیہ ہے کہ آدمی سے ہی کام لینے کے اسباب کسی طرح پیدا کی جاتی ہے جب میرے آرٹ کی ابتدا ہوئی تو کس اور اپنی آرٹ
کو چھوڑ دے مطلق پر ایسا ایسا رہا جیسا ہوتا تھا اور کسی کو یہ بھی یاد نہ تھا کہ آج سے صدیوں پہلے انسان کو آرٹ کی ضرورت تھی یا
آرٹ ہماری زندگی کا ایک حصہ بھی رہا ہے۔ ہمارے قدیم فنکاروں نے آرٹ اور زندگی کے تعلق کو گہرا بنایا تھا۔ زندگی کے
ہر طرح پر ان کا فنی غائب اور نمایاں تھا۔ غرضی اور جمادات ہی کے سبب پھر میں جانیالی تصور پر دل پارہ تھا۔ میں نے اپنے حواس
اپنی تہذیب کو اپنے فنی کا جزو اعظم بنالیا ہے اور مطلق آرٹ اور فن کا تعلق ہر مشرقی روح کو ہر سہ انسان کے سے اپنا لیا ہے۔ میرے
فنی سے مطلق آرٹ میں ایک نئے باب کا افتتاح ہوا ہے۔ برائن ایچ صاحبوں میں داخل کیا ہے کہ قدیم استاد اپنے ہر آواز
دعا عباتی، ایک گھنٹی، بعد اعتقاد، میر تقی میر اور فرخ بیگ کیوں نہ ہوں۔ اگر میرا آرٹ دیکھیں تو یہ نہیں لگے کہ میں ہوں آرٹ
کو چھوڑ گئے تھے تو وہی کا وہی تھا جیسا ہے، اور خود اس بات کا اعتراف کریں گے کہ تقاضوں کے مطابق اس کے آرٹ نے ہی دست
کھاتا ہے وہی ہے وہ تعلیم کریں گے کہ مطلق آرٹ انصافیت سے برائی اور مطلق آرٹ کی مزین نے اس کے کہاں سے کہاں آج پہنچا
ہے میرے فنی کی انفرادیت نے دوست دشمن دونوں کو آرٹ کی حوت کو یہ وثاقت ہے اور آرٹ کے ہر جمادات کو سمجھنے میں مدد دی۔
میں اپنے فنی وہ زمانہ کی بنیاد مطلق مانے ہوں اور جس مطلقیت کا میں قربانی ہوں اس کا بڑی شدت سے لوگوں کا احساس
و لفظ ہے۔ مطلق آرٹ کے سپرد کو چھوڑا جا رہا ہے بنانے میں مطلق آرٹ اور اس کی تاریخ کو بھی ہی چھوڑ دیا ہو کہ ہے اور کوشش



پس خطر کس قدر جانچ اور نکلتے ہے۔

صفت صوری سے زیادہ اہم ہے تو کہا ہے کہ اس کی پیروی کا جدید معنی کا کیا ہوا تھا۔ اگرچہ اس کی قدر میں کمی تھی سیاست کا اہلکار فراخ انداز انھیں اس میں وہ غور بھی تھا جس سے مقامی معتمدوں کی صلاحیتیں اجاگر ہوئیں اور میل کا جدید آرٹ دیکھتے دیکھتے دنیا کی نگاہوں کا مرکز بن گیا اور وہ قریب قریب اپنی دایا بات اور اپنے نام سے بکری جانے لگی۔ بڑی تعداد میں معتمدوں کو بھی اس کے وجود اور افکار و اہمیت کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس کا ضمن یہ سبب تھا کہ کسی تجربہ دار آرٹ، کسی مغربی تحریک کی پیروی کا اس سے تعلق نہ تھا۔ برصغیر کے جدید آرٹ میں حق لینے ہونے لگے پچیس سال سے زیادہ عرصہ ہونے لگا کہ اس نے اپنے بھروسوں کے عوض بدنامی اس جوہر تحریک میں جوہر چڑھ کر صبر کیا ہے اور پر غور سے یہ جدید اور افکار ان کی دوسرے ایک سال بعد تھوڑے عرصہ میں ہی ختم ہو چکے ہیں جس کا بڑے غور سے آئندہ مطالعہ میں دست و پا کرنے سے احتیاط کیا ہے یہاں تک کہ تحریک کے جدید معنی کی تاریخ میرے نام کے بغیر نامکمل بھی جاتی ہے۔ یہاں کا داد آرٹ ہوں میں کے متعلق زیادہ سے زیادہ سلسلے سے ہونے لگے اور جس پر سب سے زیادہ کھانا گیا ہے میرے اسلوب کا ایک مستقل وہ بننا کی حیثیت حاصل ہے۔ اس سے ہماری معنوی کار و بار و زندگی اور تہذیب و رہنمائی میں جو تقریباً عین سوسالی ہے اپنی اپنی کھرب کی قوت، اقبال نے جب پہلا شعر یا غزل لکھی ہوگی، اس کے ساتھ "فریسیہ کیم"۔ "جہاں مشرقی و زہدہ غم" یا "بدیدہ نامہ کا شعور نہیں تھا۔ میں نے کچھ جب پہلی تصویر پہلا ایکنجی بنایا تھا، اسی وقت آرتھ کی معنوی اور آرتھ کی طرز نگارش میں نظریہ قوی۔ میرا یہ پاسورڈ لکھا، برک اور دان گولڈ ہٹنے کا خواہشمند نہیں۔ ہماری اہلکار ہر جگہ سے اپنے تعامل میں سے تم ہی پڑاؤ، برک اور عباسی، میری قوت، جدا جدا قوتیں ایک اور اور معرصر تصور مجھے عظیم استادوں کے انداز میں امکانات کی تلاش کر رہا۔ میرا مغربی آرٹ، شہنشاہ نے اپنے آرٹسٹوں کے اعداد و شمار اپنے آثار میں کی حاشیہ کے لیے آرٹ کے دھار و کریم کیا ہے۔ میرے آرٹ پر مختلف دور کہتے رہے، میں اور ہر دور میں میں نے اپنی افکار و اہمیت کا ثبوت دیا ہے اور آرتھ تک رنگ برش اور قیاس کو اپنے ہاتھ سے نہیں دیکھ دیا۔ میرے مطالعہ کا مرکز ایمپرائیضل اور اہمیت اور داد آرٹ رہا ہے میں نے وقت کی ضرورت کے تحت مغربی آرٹ کا بھی جی بھر کر مطالعہ کیا ہے، اپنے مطالعہ کو کھانا دینے کی خاطر وہ دھڑلے پہنچا ہوا آیا ہوں لیکن اپنی صلاحیتوں اور افکار و اہمیت کو کسی کا مستند اور چہرہ نہیں ہونے میں یہاں نے شاید اپنی صفت رنگ، مبادیہ تہذیب اور انہیں ایسی محبوب اداؤں اور عورتوں کے کردار پیش کئے ہیں جو ہمارے کچھ اور ثقافتی قدروں کی منتقلی اور حرکت کی خاص چیز۔ میری گندہ کار نے، جس کی تخلیق مغربی ہے، مشرقی آرٹ میں ایک عظیم اضافہ کیا ہے اور عرب بھی اس کی دیکھتی اور افکار و اہمیت سے متاثر ہے۔

نئی روشنی



میلوں میں جنوں پہنچنے لگتے ہیں۔

زیر العابدین کے کارکن بھی اتنے ہی بظاہر اہم اور بے مثالی ہیں۔ وہ اپنے مختلف قسم کے کارکنوں سے بچاؤ میں بہت مدد قبول اور فائز ہو جاتا ہے۔ بچے جو خوبصورت چیزوں کے واسطے جستہ ہیں اس کے کارکنوں کو دیکھ کر بہت ہی خوش اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے ایک معاصر لبناں "جگ" سے قلم اور شی "میں اپنے لوگوں کا جو خاکہ پیش کیا ہے آج بھی بچوں کو دنیا میں بہت سرا جاتا ہے۔ یہ تو ہاں دسہ بچوں کے چہروں پر عین اسکا اسٹیل پینا لگے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا گناہ ان فری تصاویر کے خوش ذوق اور فراغت پسند لوگوں کا دلچسپی میں بہت اضافہ کیا ہے۔

تو یہ جیسے زیر العابدین کی تعداد بڑی کم ہوتی ہے۔ اب ان کے ہمراہ آئیں۔ اس دور جو بدھ ترقی کھاتے تھے ان کے مختلف نوعوں پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ان میں سے کونسا جگہ پر "شاندار" خواہشات اور دلچسپ ہے۔ پہلے میرا بدیہت تو کام بھی کرتی۔

مجھے معلوم نہیں کہ چستانی نے ہی کوئی کارکن بنا دیا ہے یا نہیں۔ اگر بنا یا بھی ہے تو میرے نظر سے نہیں گذرا۔ میں نے صرف زیر العابدین کو تصویر پر ہلکے ہلکے دیکھا ہے۔ وہ بڑی آسان اور بے شکوک سے دوسروں کے ساتھ ہنس خوش بات چیت کرتے ہیں۔ تصویر پر تصویر بناتے بناتے۔ اس کے لیے یہ کام کسی خدا سے ہے۔ اس میں جسے میں مجھے یاد آیا کہ جب ہم ملکہ میں کوہ روٹا پہنچتے تھے تو وہ دلزلہ اسٹریٹ پر رہا کرتا تھا۔ ہر شام چار بجے الی آتا اور شام میں پچھتے پچھتے ٹکٹوں پر جو تصویر بنایا کرتا تھا۔ وہ میرے بچے کو تصویر پر اس حد تک متغیر کر دیتا کہ وہ اپنے بنانے والے کوئی سے پہنچنے لگا۔ کچھ مڑا کر بات ہے۔ میرا پس اس سے اس حد تک کہ تھا کہ میرا ہی وہ اس کے دائرہ پر چلتا وہ اپنا جیوا سا اتھاس کہ جب میں ڈال دیتا تھا کہ اس میں کوئی تصویر بنا دیتی ہی کوئی اور چیز جو توجہ ہتھیائے، ایک دن زیر العابدین نے جب سے ایک شام کا وقت نکال کر وہ میرے گھر آئی تو اسے کھینچتے تصویر بناتی تھیں کہ وہ کی گنت بھر میں ایک تصویر تیار ہو گئی۔ اگر کوئی بچہ یہ تصویر بھیجے گا تو وہ مجھ کو اختیار کر لے گا کہ میرا ہی اب ہم اس سے یہ چیزیں لینے تو چاہے پھر بھی بچے نے جو کچھ بھی آپ کا سے دیتے، ہمارے ہی زیر العابدین کا ایک جیسی ہا فراز ہی گیا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کسی طرح وہ عموماً لاشی کے ساتھ شرم کا کھٹ پر تصویر دیتے ہیں۔ اس کا وقت وہ خود جیت لکھتے ہیں مگر بچے کو اور سب سے بڑے اور تصویر بناتے ہوئے دیکھنے کا عادی ہیں۔ اس سے میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی تصویر کشی کی رفتار کتنا تیز ہے۔

چستانی نے جس میں خواہاں ہے وہ اس اس کے تیز خوں ناکینیت، حیرت انگیز توجہ خواہ اور تخیل کی جگہ کا ہی ہے۔ اس کے ہاں سے دل و دماغ میں ایک انداز کی کیفیت پیدا کی ہے۔ اس کے نقوش میں ہم نے فن کا تعظیم و تادیب سے متراجم پائے ہیں۔ میں جب سب کے لوگ اس کے تصاویر کو کھنسا لیے نہیں دیکھنے کا نہیں عام طور پر سرا جاتا ہے۔ زیر العابدین کی تصویر بہت گہرا اس کے اندر بہت وسیع اور کیفیات بہت مختصراً ہیں۔ اس نے صرف چار سے دل کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ ان میں ایک تفریق بھی پیدا کر دی ہے اور ہمارے احساس کو شدت سے میدان کر کے ہمیں زیادہ توانا بنا دیا ہے۔ ہم کتنے ہی واقعات کو جو جاری انھوں کے اندھے کے گھنٹے ہی فراموش کر دیتے ہیں بلکہ انہیں مرے سے دیکھتے ہی نہیں۔ میکے زیر العابدین کی تیز نظر اپنی جانب لیتی ہے۔ اور اپنے تو بہ کار چاہکر سے متعلق ہے انہیں فن کی صورت میں بدل کر لگ



ہے اور اپنے عملات سے بہت کمنا ہے اور اپنے دشمن اور عزیزوں کو کما آجہ۔ اس کے بعد چوں کہ لگا ہی
ان کا خدا ہو کر رہی ہیں اور ہر صوبہ پر گزرا کر چھٹتے ہیں۔ قرین العابدین کی ایک میرٹ اٹھرتے ہیں۔ اس کے معنی میں
کتنی قدرت ہے کہ وہ جہانت جہانت کے لوگوں کو اپنا جانا لیتے ہیں۔ اس کی قدرت میں کوئی کسر کوئی جھجک نہیں، فرماتے
اسے ایک غم جو ہر صوبہ کے جس سے جاسے کہ وہ قتل کو بہت نہیں یہ نہیں ہے۔ اس کے چٹائی اور زمین العابدین کیا
فرق ظاہر میں ہے۔ ایک ایسا خودی چٹو ہے جو بیا سوں اور ٹھکے خانوں کی ٹیکوں کو اپنے اور دوسرا ایک دیکھنے والی دعائیں
جو محو لیں اور باجائے سوز و گداز کیسے کہتے ہوئے قدرت کو عبادت تازہ عطا کرتے ہیں اور اس کی پیاس اور بھوک دور کرتا
ہے۔ حق تو ہے کہ یہ جو اس کی معقول انکسٹینٹ کی طرح زندگی کے شعلوں کے قوس قزحی جلسے پر وہ تصویر پر ابھرتا ہے
اور چشم تماش کو اپنی رنگارنگی اور وقوفی سے میرا کر دیتا ہے ۔

ایرانی مشق

جدید ادب کے شوق آرزو یہ کمال کیا جاتا ہے
کہ جب مائترو ادب نے صبت بُرا ہو کر ہے تو
نہ کہے ادب میں اس کو کسی نہ ٹھنڈی کا دعویٰ
کئے جانے کے باوجود، اس کے خود فعال کہاں تم
میر جاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب نہ فخر آ دیا جاتا
تھے اندر چند سطروں میں پوری بات بھی جانتی تھے اہم
جس یہ کہنے کی غنائش تھے کہ ہر چند آج کے ادب
رہنے مائترو احوال سے بے خبر نہیں ہیں، لیکن اپنے آپ
تغیر جتانے کے لئے آزمیوں نے دشمنی کے ایسے
ترکیبے میسے تانے پانے پور رکھے ہیں کہ اصل بات تو
دب جاتی ہے اور حرف دشمنی جاتی رہتا جاتا ہے



مستند

کھن جی ہر طرف مشتاق احمد



میں نے

✓ *✓*

لاہور میں کے قمار میں مثل پھر کے مشرقی کی طرف، ریح کزیر نام کا ایک گاؤں ہے جس کی گھوٹوں میں، بیسویں صدی کی
 کی تیسری دہائی میں ایک سالہ سلطنت غلامیوت، چھ چھوٹے چھوٹے چھوٹے گاؤں کے حارسہ کی حالت سے، بالکل لغت، انڈیا میں
 سر پتا ہے فرد ایسا کیوسر پتا ہے ان کے سے ہی، سنی پڑھنے سے گھری اگر اسے دھنے کے علاوہ اس کے اندر کچھ اور بھی کام نہ ہے
 اہل ساہیوں کا تھا، رہتا ہے، اس باپ کے کال کا ڈالا لکیر اور برسات کے گاؤں میں سب سے، یا تیز اور غائب، چھوٹے، ہر وقت
 کھیا کھیا کیوں دیتا ہے، اور گھومت، ہر گھنٹوں میں گھومتے ہے، وجہ کی آواز سننے سے اور ہر کے کہے، چکر لکھ رہی گھنٹے
 ہے اسے کوئی سا کھن بصر کا ہے۔

مگر پھر ایک دن وہی جو کہ جب بلیز گرو اتوار اس کی مسجد کوئی خط لکھا تھا وہ خط اس کے سامنے رکھا گیا۔

وہ اسل آج وہ بیخ گوشہ کے فرائض نبویؐ کو یاد دلاتا رہا تھا، مگر آج تھا جس کی ہلہول پراری پر عقل و فکر کے حریف کا دل سے نورِ بصیرت، تجلی کی شکل میں اپنے نورِ اہلبیاب کا تھا۔ ان نقشِ نگار سے اس بچے کی ہلہول پراری کو جیسٹ تھا تھا۔ ہر سہ ماہی ۱۰ نقشِ نگار لپکتے تھے۔ اب اس سے کاغذ پر نقل کرتے، اس کا بیڑا بنایا، پھر اسے نقشِ نگار (PAPER) کرتے، اس کا نورِ اہلبیاب۔

مخلی کے بارے میں کچھ عجیب گھڑکے تھے، اس کا پس گھومتے ہوئے پرانے مقبول میوزک ٹیوٹل کی تلاش ہی پیشیا۔ اس کے بعد شکامہ بارغ میں داخل ہوا۔ شاہی تیلے کی آرائش کاری سے چمکا شاہی صوف کے بل بونے دیکھے۔ حقہ بھائی کی تینوں کھانک ایک ایک کھانک کا جائزہ لیا۔ ان کھانکوں کی شاہی بنا کوئی بل۔ کوئی چمکا، کوئی ایکڑ کی شکل، کوئی تصویر ہی ہو جسے اس نے کچھ متعلق کاروبار سمجھنا شروع اس نے اس تصویر کے حاکم کی ایک اپنا کچھ کرنا ہوا۔ وہ جانی کھانک سے بہت اسی طرح گئے۔ خود اس کی کے اس نے اس کی شخصیت سے مزید جانو تھیں یہ کہ اس کی علمی اور ادبی روح کھانک کی تصویر میں بڑی گھومتی تھا جیسے بادشاہ اپنی سلطنتوں میں گھبراہٹ تھے آخر اس نے رنگ و شکل کی آغا حالت اپنے ان متعلق کاروبار کی جگہاں میں جبریں اور کسی کے پاس نہیں تھی۔

ایک صاحب نے لکھنا شروع کیا تو اسے بالبابہ میں پروفیسر ہارٹس جی کے ہاں لے گئے جس کے پاس منابر کے لئے ایسے قصود کے اظہار میں بہت سے ساری نوا کرتے تھے اگرچہ انہوں نے جماعت میں نہتے ۱۵۰ ایک چھان بکھرے جوئے ساری کرشنے کی کچھ کہاں سے آواز نہ جاسا تو اس طرح انہوں نے



بالآخر وہ کے اسی فی حدیث کے بارے میں تو اس کے اندر سہجہ پیدا ہو چکا تھا، پھر ایک اور چھوٹا بھائی کے لئے بھی اسے اتنے ہی سے ہدفِ تائید کی حیثیت سے ملازمِ کار پیدا کر لیا۔ ایک شہداءِ حدیث ائمہ تھے جو ہر جگہ گھومتے تھے مگر ساتھ ہی ان کا وہ سخیٹے پر مد نظر جب تھا تو اس کی جگہ پر کھڑے تھے۔ میرا کہ نصیحت آج کل ایک اور طرح اور اس قسم میں نوب مستحق پر پہنچانی گریب وہ اس کی کی تکلیفیں کرنا تو وہ کو کچھ دیکھنے کے لئے بے ادب پایا۔

تب وہ بڑا دلہن پر غصہ تھا کہ ایک بیٹے کے والدین کا ایک اور بیٹے پر یہ اس کے آرٹسٹ سرگودھا کے ہاں لے گیا۔ یہاں پہنچ کر مجھے زائدِ نگاہ میں دیکھتے پیدا ہوئی۔ ان کے انجمن پر وقت اسے پارٹیاں سے ہر وقت قریب سے گزرتے دیکھتے تھے، وہ لوگ ایک ہیٹ تھے، ان کے گانے گانے تھے اور اس کی طبیعتوں کے اظہار کے لئے ان کی گانوں پر گانے، اداکار، دانش، صحت، اچھا اور عبدالمجید، مہم، داتا، جبر، نجیب آبادی کے سے اپنی فلم سے اسے وہی ثابت حاصل ہوا۔ عبدالمجید، چٹائی، استاد، انڈیا، انڈیا اور سبھا سنگھ سے اس کی فطرت میں ہوتی یہ ایک برصغیر آرٹسٹ سرگودھا کے ہاں، جس سے تھے اور ان کا وہ اس میں ملنے میں خوش کہنے آپ کو کیا کہ کوئی قسمت نہیں انسان کی جگہ تھا وہ ان کی جگہ پر چھوٹی فطرت انعام دے گا چاہے تھے بڑی انجمن کے پھر میرا کیا خاوند ان کے لئے بھی جانتے رہا ہے کبھی ہاں اور نہ جانتے کبھی نہ ہاں ہے اور اس میں سے کہتے ہستے تو ان کی ہر قسم کا، اس کے کہنے پر چاہے یہ نصیب علم فی کمال کی بڑی شخصیتوں سے دور دیکھنے خدا سے ہی چاہے ہی، میرا کہ شریک کمال شوق میں اپنی محنتوں میں مشغول کر کے سے پیدا ہوا اور احسان دانش نے اس کا نقشہ سوہنہ تجویز کیا، چند فرسوں میں گھسے اور احسان صاحب سے اصلاح لی، لی گلاس اور کا اندازہ شاید احسان صاحب کو بھی نہیں تھا کہ وہ مستقبل کے ایک بڑے علم کی شخصیت کی بجائے حاصل مستقبل کے ایک آرٹسٹ کا جو بہت نام ہے، سوڈا صلاحات اور ہی انہی نے اپنے دماغ سے ان کی دنیا کا کوئی بھی جس سرگودھا صاحب کے طرزِ فکر میں کھول دیا تھا۔ چنانچہ وقت ان سے ان کی کتابیں موجود ہیں جن میں وہاں وہ اپنے صراط کے شوق کا نام لیا، اسے یاد ہے کہ اہلِ دنیا کے دیگر کتب میں اس نے جو سب سچے سچے اور ان کی کتاب پر بھی وہ ان کے لفظ کے اضافوں کا مجید 'ان کی' تھا۔

آرٹسٹ سرگودھا کے ایک سہیل کا پھر کے چار ذہین لوگوں کو اپنے ساتھ اپنی لے جانا چاہتے تھے۔ اپنی جیتنی کی فیئر گارنٹی کا ہر کار تھا اور دیکھتے ہی جیتی کے ساتھ اپنی ایسی ہی سارا وہ نونگ خصوصیات، دایہ نہیں کہ میرا کہ اپنا گانے جھوڑی میں حاذی ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے میں زیادہ دیر نہ لگے وہ والی کو تائید پھر گاؤں سے چھا گاؤں کی اس وقت میں دن گزرتے تھے۔ شاید عداوت کے وہ دور کہ جب ہر چاروں کے اپنے مہمان کے ہوا تھا جو دیکھتے ہی جیتی پر پہنچے تو چنگ اس وقت کوتر کی طرف سے ایک بڑی گاڑی کا سر پہنچی، یہ گاڑی تھی جس کے ساتھ فرستے میں لوگ کر چلے گئے تھے۔ ڈرائیو کے فرسٹ کلاس سے اسے چلے گئے۔ وہ گاڑیوں میں سے گزری جس کی کپاٹھ افلاں پر چنگ، با تھا اور وہ سب ستر گئی برقی حالت میں رہی نہ وہ تھے۔ ان کی گاڑیوں کو نہ وہ ہی ان کا چھوٹا چھوٹا دیکھتے ہی کبھی کبھی ہوا ہی ہو گا تھا۔ اس کی صورت میں ایک تھی۔ اس نے نقل و حرکت کی کامیابیوں اور پڑھنے میں نہیں مگر ایک ہی دانش کچھ نہیں دیکھی تھی اور اس حالت میں اس کی آنکھوں کے سامنے خون میں جھانپتی ہوئی مسیوں کا پیش گاڑی میں سے ان کی جگہ پر تھی۔ وہ پہلے جگا جگا کھڑا رہا، پھر ایک جگہ کو روکنے لگا، اور دیکھتے ہی دیکھتے سے جاگ نکلا۔ اس کے پہلوں میں تھیں وہ پڑھنے کی کو دیکھنے ہی عام گاڑی خالص پڑھنے میں موجود کے ساتھ تھے اور ان کی گارن



کی کہیں کہیں ہمارے کیخبات کس کس شخص اور ذات سے تار پھین کے ذہنوں تک منتقل کیا ہے، اس کے بارے میں دوسرے لوگوں کو کچھ بتا کر دے۔ ان کی نصیحت آئندہ کے تہذیبی حور کے لئے ہے۔

مہاراجہ اپنے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں ہے وہ بڑے بڑا پیش ہے یہ سارے عقائد اور اصول اور روایتوں سے ہیں، وہ صرف انگریزوں کے ساتھ کام کرنے والا شخص ہے اور اتنی شدت پر لگی اس کے مزاج کا ایک سبب ہے وہ اپنے دوستوں سے محبت بھی اسی لگی ہے مگر اپنے اور اپنے دشمنوں سے نفرت بھی اسی لگی ہے مگر تلبہ سے مستحق کے لئے ہے وہ صرف باطنی اور فطرت گزار ہے۔ دشمنی کے مسئلے میں وہ آرٹسٹ ہو کر بھی اداکاری کے گریں نہیں کرتا۔ اس کے ہاں تلبہ اور اسی لگتا ہے جسے یہاں ہاں دلائیے تو غصوں کی حد تک سے تپ رہے ہوتے ہیں۔ ہاں دلائیے جھٹکنے کہ وہ تلوار بن کر اٹھتے ہیں اور ان میں ہر قسم تھاویچے تو اس کی سبب بڑی حقیقت انسانی محنت بہت بڑی محنت ہے اس انسانی زندگی بہت بڑی محنت نظر آنے لگتی ہے۔

محمد علی احمد



یہ دہم جہیں میں گیم کیا کرتے
تھے دوسرے نام پڑھ کر
تھا بلکہ اس کا تھیلے کو جو رہا
اشیاں اور حدیث سے کھینچ کر
خود یہ تھیلے کو کھینچ کر
تھیلے سے کھینچ کر
کا تھا جو رہا تھیلے سے کھینچ کر
خود یہ تھیلے کو کھینچ کر

محمد علی احمد

محمد علی احمد

بن ماسپنے دوسروں سے پیراگشت کر لیا تھا، انہوں نے بجے اپنا گھر پر دھت دیا، وہاں کے دوسرے ٹانڈوں سے ٹانڈے کے لئے اس کے بعد میرا وصول ہوا تھا کہ گھڑت نکلا تو پہلے بیڑ اور پہلے ماسٹر چلا، پہلے میں پیچ کر تصویروں کی خدمت کی گزری وہاں کا ڈھونڈ نکلا اور پھر اس کی خدمت سے نکلا، اب دوسرے ٹانڈے کے لئے تھا۔
 اچن کے سفر میں ٹھکانوں کی زبان ہی میری زبان تھی اور اسی کی مدد سے میں نے سپہام نکال لئے۔

البتہ یہ ہے

منظومات

ایک صلیب صحت ہے کہ صحت اور دوزخیں طبع شمع جو قریب و دور ہیں
 اور غرضوں کا اور دوزخیں منکوم شریعت کی کوئی حدیت جو دور ہیں اور قریب صحت ہیں
 میں شریعت - دامن الی شریعتوں میں دین طبع ہے ^{وہیں} دین نہیں کہہ دیتے ہیں جس کا چل
 طبع شریعت کوئی شریعت نہیں دیتا - یہ تو دین میں ہے شریعت کہیں اپنی بڑی شریعت
 لے کر نکلی وہی انداز میں اختیار کر لیتے ہیں جو "شیر طبع دین" نامہ لکھتے ہیں
 میں شریعت شریعت ہے اختیار کریں ہے جو دین، یہ گھر بند کہ جیسے اور جو ہر
 زمرہ بہرہ شریعت ملکات اور عادات کا یہ ہے ذکر کیا گیا ہے جیسے کہ گھر بند
 شریعت کا ہے شریعت میں رحمت و اللہ خانہ بدوش ملک بہن پیرتے بلکہ پہلے ہاتھ لگو
 اور شریعت شریعت کے لئے ملک میں شریعت کے ذکر لکھے، چیت و شریعت کے شریعت
 ملکات زبیب تن کئے، شریعت عادات میں رحمت ہے اور دین کے اور دین کے
 خدایم و شریعت کا جگہ لگا دیا دین تھا - کہیں سمجھتا ہوں کہ میں شریعت کے شریعت
 سے ہم بدوچ کی کوئی خدمت نہیں کرتے بلکہ اللہ بگے خدمت کا ہمت پہنچتے ہیں -



ان میں ایک یہ دعا گویا کہ اس کی شکل ہوتا ہے جس کے پس منظر میں عسا صراطِ مستقیم کی ایک دعا ہے۔

[illegible][illegible]

ہر ایک قسم کے جسم میں اس کے ایک، انکل، شفا، تخلیک، اشغال کی ہے اور ظروف پر روش کے علاوہ دوسری چیزوں کی بھی تعداد ہوتی ہے۔ اس میں اس کے تصور میں کہ وہ ایجاد کر رہا ہے وہ کہو کہ اس میں تصور میں کہ کائنات میں وہ انکل، اشغال میں ہے کہ وہ انکل، اشغال، شفا، تصور کے غرض انکل، شفا کے لئے ہے۔ ان تصور میں کہ اس شغل میں انکل کے ذریعہ عقل کیا گیا ہے کہیں کہیں اصل تصور کہ کہہ سکتے ہیں جھڑا گیا ہے۔ جس میں خطر ہو رہا ہو کہ انکل ہے۔ وہاں اسے کسی نہ گہرائی کے ساتھ دیکھا گیا ہے اس جسم کے غرض اور شفا میں یہ مثال کشدہ کہ گیا ہے۔

کو چوری نے آدھائی ایک دھک دینے کے سلسلے میں کہہ دیا ہے۔ باپ جرات کے لئے بھی خطرہ ہے کہ اگر اس نے فیروز خان سے جادو کرنا شروع کر دیا ہے۔
میں تو سرکہ چٹکائی کی طرح صبر سے جادو کی طرف مائل ہوں۔

[illegible]

اس کی مدد سے یہ نئی دہ تصاویر وہ ہیں جن کے قصبے کے اس نے کو تان میں کھڑی کیا ہے۔ یہ اسی کتابت کا ایک حصہ ہے جس پر یہ تصویریں



ہیں کہ پیروں کو ایک خاص انداز میں پٹا پڑا رکھنا چاہیے۔

تیسری قسم تمام وہ پٹائی ہیں جنکو آئی جی میں ہی دیکھو وہ پٹائی جتنی بھی ہے، اور ان کے انگوٹوں میں چڑیاں ہیں اور بعض سوئیچ کے کسی سار کے آگے چلے آگائی گئی ہیں۔ ان تصویروں میں کشادہ اور جلد آگھیں ایک خاص تاثر کو آگاہ کر دیتی ہیں۔ ایسا انگلیسہ بچہ یا انگلیس ہاتھ سے کسی خاص چیز کو دیکھ رہا ہے۔

تاہم ان سر زبانوں کے علاوہ کو آگے پٹے چار طرفوں کو بھی گلاسٹیا تھا جن پر اوپر کے دائروں کی شکل میں مختلف تصاویر اور مناظر پیش کئے گئے ہیں۔ یہ تصاویر بڑی ہی اور سچی جانتی ہیں، خاص طور پر وہ تصاویر جن میں کامیابی کی شہری زندگی کے مشق منظر پیش کئے گئے ہیں۔ یہ پٹا آگاہ کرتا ہے کہ اس طرح جنگ کے کام کے تحت جو تصاویر ہیں، ان میں تو واقعی فوجی فنکار نے اپنا دل نکال کر رکھ دیا ہے۔ یہ جنگ کی تپاں کھریں اور ہونے والے کچھ جتنے جنگ کرنے ہیں، ان کا دور جو میں ان پر جنگ کے بعد آگاہ ہے۔

یہ بات ذرا غلط ہے کہ پٹے فنکار نے ایک تصویر یا کسی ایک منظر کے علاوہ کچھ مستحق کی استعمال نہیں کیا بلکہ مختلف مناظر کے لئے ایک خفیہ متن کو اپنے ہر مختلف موضوع تصاویر کو متبادل سے ملے رکھا ہے۔ اس علامت کی ایک جھلک تصویر کا ہر حصہ تاثر دیتی ہے۔ ہر ایک کو آگاہ ایک اچھوتہ ہستہ تصویر ہے اور منتقلی میں اس سے بڑی امید ہے۔ بالکل ہی اس کا حق و تقاضا متبادل کے لئے کہ اسے وقت گزرتے ہی ان کی اشکال میں ہر دور تمام ہوا ہو چکے ہیں۔

جسٹ ایگریڈ ان کا منظر اور انہی کے ۷، ۱۹۹۲ء کو پاکستان کو ملے کر اس کے اور اہم مشن ہوئے والی ناقلین میں کیا تھا۔ امید ہے منتقلی کا ناگہان میں وہ اس سے بھی بڑھ کر ملے پٹائی کو لکھیں گے۔



(مستمر ۱۹۹۲ء)

جسٹ سر چنگ نہ گشتوں بہ
کس ہر میں ڈیوٹیاں گشتہ گشتہ
کوٹھ کا جیسے یہ جی تھے جھنڈا اب
مردمان کس جیتا تھے ہر میں گشتہ فنی
شہر میں اب نہیں کو گشتہ اب
نہ جانی

پس تقریر سوجھا



کی ایک (۱۳۶۶ء تا ۱۳۷۱ء) اور دوسری (۱۳۷۱ء تا ۱۳۷۶ء) پر مشتمل دو کتابیں، شاید اسی کے ان کاغذ پر بندہ درج شدہ کتاب کی طرف سے
 نوچ لیا لیکن ان کی سرچ میں درنگ کی کوئی صورت نظر آئی ہے نہ ان کے سہب میں "نظر نواز"
 اشتقاق لفظ لفظ کی وضاحت کے ساتھ پاکستانی میں معنوی کاپی ملے گی۔ لکنا شاگردوں کے ہرچیز اس شکل کاپی پر دستہ خداداد
 اس کا نام قضاوت دار لکنا لکنا دار لکنا شاگردوں کے ہادیو شاگرد ہی ایک ہی تھا۔ اس کا نام ہی دستہ دار لکنا لکنا تھا۔

دوسرے صفحہ

تو یہ دستہ دار لکنا لکنا ہی سطر ایک تھا کوئی کا سطر ہے



اس کتاب میں درج ہے کہ یہ کتاب
 درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب
 درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب
 درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب
 درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب

درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب
 درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب
 درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب
 درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب

درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب
 درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب
 درج ہے کہ یہ کتاب درج ہے کہ یہ کتاب

لکنا لکنا لکنا لکنا

انور جلال شمس

www.elsevier.com/locate/jmb

[illegible]

خبردار ہمارے ان قصوں میں سے، جی برائیوں پر والہانہ کے ساتھ ہی قصوں کے اٹھنے پر نمودار ہوئے۔ یہ وہ تھا جب عبدالحق
ہستنا، آستانہ، کٹر، زبیر، آغا، بغین، رحیم جیسے قصہ گو نگاروں میں تھا۔ ہوتے تھے جبکہ احمد پرویز، امین الحق، اکبر، ذوالی، نصیب شیخ،
نور علی شہزاد، ایس۔ عطاء، رفیع پرویز، مریم شاہ، اسماعیل کلید، جاوید اور حنیف، راتے یہ تمام لوگ کئی جگہ پر ہی قصوں کے حوائے سے یکے کے
توڑنے، منسوب سے لوگوں کو شہوت اور ہلکی کرنے کی کمر بستہ تھے اور دوسری طرف قصوں کے میدان میں اپنا نام بنانے کا شہرہ
میں اترتے تھے۔

پانچویں، اہلکے آفرنگ خاندان شمر کا نام معصومی ہے دلچسپ کھتے ہیں کہ اہلکے لئے کوئی تیار نہ ہوئی ہم نہیں۔ افسوس اس عجیب قوم میں شمر کا معصومی میں منت نے قریب دو لاکھ کوہانے کا ساماں ہوتا ہے۔ ششگلے ہر پہ ہن ہن شمر نے ایک تصویر بنائی تھی۔ مسکرتی ہے جسے وہی تھی۔ عموں تھا۔ مرنے۔ یہ مسلمان۔ دالے مرنے کے موضوع پر غور نے تجویزی خیال آسانی کی شمر کا ایک چہرہ تھا۔ آدھا کالا، آدھا سفید، غلامی۔ بین اینڈ لکس کی بنائی ہوئی شمر کا تصویر اپنے فرشتے کے باعث بہت سے لوگوں کا توجہ کا مرکز بنا اور اس کا تعلیم کی سب سے بڑی کوشش بھی کی گئی پھر اپنی وہی شمر کا تصویر تھیں۔ کچھ تھکے۔ اگرچہ غریبی شکر کی، نہ تو کسی میں غریبی نہ تو موسم۔ ہر تھی کی طرح نہ تو اہلکے کے ہونے میں اس حالت کا جو معنی تھا شمر کا معصومی اس سے کچھ نفرت تھی۔

[illegible]

شعور نے انہد کے لئے غمزدگی نصرتی کے موجب کو اپنا لگو پیٹھ ہم صوری کے مقصد سے اس کی چند خصوصیتیں ایسی ہی ہوتے ہیں جو اس سے ایک اور ہی پہلو نصرتیت کو اس کی ہر ایک خصوصیت کے شوق میں اس نے اپنا نصرتی کو دیکھنے والے کے لئے ایک لگو دیکھ دیکھنا چاہئے کہ کچھ کاشفی نہیں ہے کہ اس کی نصرتی کو دیکھ کر صحت چھٹا کر اس کا اس کا شک نہ اٹھتا ہے۔ وہ اس کی کہنا کا سامنے ہے کہ



فی میں نہ دیکھ انہار کے لئے جھورنا وہی عناصر کے استعمال کی ضرورت کو دہرائی خواہ کے اس دور کے کام میں ہیں گنہگار جیسے وہ اپنے
دوران اور ثقافتی ورثے کی دریافت اور دریافت کے لئے نکلتے ہیں۔

شمرانے اپنی زندگی ثقافت میں گزار دی، لیکن اس کا دل میں گنگتہ جیسے ہیں اٹکا رہا۔ اس عرصے میں اس نے ایک بار اپنے
دلی انگریزوں سے اپنے اور موروثی اختیار کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں ہر سکا اور اسے پھر دلی ثقافتی چاند پر۔

برسوں کی اس ادھی نے اسے دہلوانی تعلیم اور پر اپنے دلی سے بڑے حد قریب کر دیا۔ گنگتہ جیسے عرصے کو خیر برسوں میں دلی
کی یاد آئے مائے گئی تھی اور name success اس کا ایک جزوی مسئلہ بن گئی تھی۔ اس کے آخری دور کے کام پر ایک نظر لائیں تو
name success اس کے رنگوں، کیوں، موضوعات اور فن پر دیتے ہیں صحت کی جگہ پر تھی ہوتی نظر آتی ہے۔

شمران کی آخری نائنٹی کی گئی ڈیڑھ سو سے زائد تصویریں تو بنائی ہی گئے تھیں کہ شمران خود انہیں دلی دیا اور اپنے ہم وطن
کو ہاتھ لگائی کام دیکھنا چاہتا تھا چنانچہ ان تصویروں کا سفر میں منظر ہے اور اس صورت کے شیریں پر عاصی اور پر بنائی گئی ہیں کہ تعداد کو
اسات سے لیا اے جیسا چاہئے۔

شمران کے دل میں یہ خیال یقیناً عرصہ دراز رہا کہ اس نے نہ لگا دلی، دلی میں اور اپنی ثقافت، تاریخ اور فضا سے جو کچھ حاصل
کیا ہے اس کے جوہری ثابث سے زیادہ کہ وہیں نہیں دے سکا۔ اس لئے اسے اپنی ثقافتی زندگی کے آخری برسوں میں اسے اپنی گنجی کا
حاصل اپنے ہم وطنوں کے سامنے ضرور پیش کرنا چاہیے چنانچہ ۱۹۵۷ء میں یہ قسمت بنائی گئی تصویروں پر اس نے قریب قریب صدیوں
مسئلہ کام کیا لیکن اسے یہ تصویریں اپنے ساتھ لائے اور اپنے ہم وطنوں کو دکھانے کا موقع ملا کہ اب سے ایک برس پہلے ۱۹۵۷ء
۱۹۵۷ء کو میٹروپولیٹن گیلری میں ایک ایک بڑے نمونہ کرتے ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے تازہ جھنڈے سے جاتا شمران
کی پوری "نیری شمران" جو خود بھی ایک آرٹسٹ ہیں شمران کی زندگی کے احترام میں یہ تصویریں خود اپنے ساتھ لائے گئے تھیں یہیں شمران
کے ہم وطنوں کی کافی دیکھنے کا موقع فراہم کیا۔ یہ ملک بات ہے کہ اس نے عرصہ طویل کی اس میں کوئی کھلے کے لئے نہیں قریب
قریب کبھی خواہش خود ہی یہ منت کرنے پر تھی کہ اپنے دفتر کے چھٹی میں بغیر تھکا کے کھڑی رہی۔ پاکستان کے ثقافتی ادارے "نیری
شمران" کی طرف سے مدد کی کہ انہیں تصویریں بھانے کے لئے بلگادی اور انہیں ملک ان کی ٹرانسپورٹ کا بندوبست کیا۔

شمران کے کارڈ پر یہ شمران کی ایک تصویریں لگائی ہیں۔ ان میں شمران کی تصویریں ہیں اور وہ ہیں۔ شمران شامل
میں یہ ناظمین دیکھنے کے تقریباً تمام جیسے شہروں میں منتقل ہوئے ہیں یہیں مصوری اور آرٹ سے کوئی جس علاقے سے لیکن شمران کا رنگ
نمائش میں کی آخری نمائش ہی کیلئے گئی، وہ نمائش جو اس نے اپنے شہر کے لئے تیار کی لیکن اس میں خود شریک ہونے سے محروم رہا۔
حالانکہ اس کی سب سے بڑی کوشش کی نمائش تھی اس بات کی کہ وہی اس کی پوری نے بھی دیکھی ہے۔

"... THAT REVEALS A PART OF NAME SUCCESS"

محمد رفیع کلینکس اسے کئی کئی دلی دہری تھی لیکن پچ میں موت حاصل ہو گئی۔

میرزا خاں کہ کہ یہ محمد کلینکس شمران کا عرصہ سے پہلے ہی تھی لیکن اس نے ایک خطبہ اور تصویریں تیار کی تھیں اسے اپنے سلم
دے سب پاکستان کیمرہ کو دریافت "name success" کرنے اور اس کی نمائش ۱۹۵۷ء کو ہوئی لیکن اس کا کام اس بات کو بھی ایک
دور اور خاصوی کہتے ہیں کہ شمران اپنے مشرقی خون اور ثقافتی ورثے کا شمران اس کے ساتھ گہری فیصلگی شروع ہی سے قائم ہے



جس نے وقت کے ساتھ ترقی کی اور اس کے فنی پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ چنانچہ تھیوی میں پہلے نادر نسیم میں صوبہ دار تھے اور ان کے متوالوں
موجودین اور ان کے متوالوں کی مختلف نامیاتی ناموں پر مبنی تھا اور بنا رہا تھا تو ان کے متوال اور متوالوں کے ناموں (Mansabdar) کے
نے اسے ایک دلچسپ لیکن محدود امکانات کا حامل قرار دیا۔ ویسے ہی اس وقت حاصل کیے جانے والے فیصلے گوارا کرنے کے ان تجربوں
کا پس منظر کیسا ہے۔ اس کے پیچھے صوبہ دار کو جو ان تھانوی اور فنی دورے موجود تھا اس میں نقصان، فساد، دشمنی اور مصلحت کا ایک بڑا ہوا
دور تھا اور ان کے وہاں بھی یہ سب ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے اسے اس وقت میں شمول کیا اور ان کے امکانات کو ثابت بھی کیا اور صوبہ ترقی میں اس سے
استفادہ بھی کیا۔

شوراکا ایک اور غلطی ہے کہ اس نے معنوی میں بہت فرق کئے اور نہ نئے امکانات کی تلاش جاری رکھی تھی اس کی سب سے
بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے جدید اسٹاک کو باطل بھی قرار میں دین کر لے لیا۔ اس لیے مثلاً دوسرے معنوی کی طرح بعض معنوی معنوی
کی مثال یا تجربی مثالی کرنا کہ ایک معاملہ ہے کہ یہ ہماری کہنے کی کوشش نہیں کی۔ اس سبب کہ جدید اور تجربی معنوی سے متاثر
موجود تھا، لیکن اس نے اسے بڑا اپنے طریقے سے باطل بھی قرار دیا۔ اس لیے کہ اس میں ہم نے اولاً اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے
شوراکا کے معنوی اور فنی اس کے اپنے ہی جو اس کے بہت تھانوی دورے کی ہیں یہ دیکر بہت اور ٹیکنیک اس نے جدید معنوی سے
لی ہے۔

شوراکا آخری نمبر کا کام جو بھی "تیری شوراکا" کی مہر اس سے دیکھنے کا ملے گا۔ کئی اعتبار سے فراہم ہے جو خصوصیتوں پر مبنی ہے۔
اس معنوی میں تھانوی نگران کے ساتھ اور ساتھ کے جو تھانوی نگران دیکھنے والے کو اپنی حوت حقوق کو ملتی ہیں۔ ان میں ایک تو ان کے معنویات
ہیں اور دوسرا اثرات۔ شمس اس اعتبار کے عناصر ترکیب جیسا کہ پیش کرنا کیسا ہے کئی بہت عام کی چیز یا بہت ہی محدود کی بات
یا اثر اور بھی ایک بہت کچھ تھانوی نام کی بنیاد پر مبنی ہے۔ شوراکا میں سوا گئی میں دیا تھا۔ اس میں سوا گئی میں اس نے گوارا کی تھی، اس سے
اسی تھا کہ اس کی اپنی نہیں، اسے اپنی ملتی کا بھی ساتھ اور اپنی صلاحات اور تعلقات کا بھی گہرا اور مکمل شعور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ
گھر کے درجنوں میں لگے۔ اسے چھوڑا، ہوسا اور چھوڑا اور اپنے باغیچے کے شوق میں اس کی طرف کو دیکھا ہوا تھا ہے۔
نظر آتا ہوا کہ ان کی بھی یہ وہی تھے۔ دوسرے شریک جڑی اس کی پودہ تھی، بلکہ تھی، تنگ اس کے اس کے دفاع کے لئے کئی ضروری ہیں اس لیے وہ
کر جڑی کی بہت کیا ہے تو شمس وہ سوتا ہوا گاڑی کو ان میں سیر کر جڑی کہاں ہیں اس میں ان کا زندگی میں جو پھل پھلا اور پھل پھل
نہاڑیں تو سب کی لکھے کی صورت، اس کی گڑ کی تدبیر، اس کی ملتی اور اس کے دور سے ملتا ہے۔ ان تھانوی کی سیر پر ۱۹۵۷ء کے نام
سے شروع ہے۔ بات خاص طور پر یہ ہے کہ اس نے خود ۱۹۵۷ء کا مطالعہ جو بہت کچھ ہے اور معنوی کے تھانوی
شعور کی صورت ہے وہ اس کا ہے۔ ۱۹۵۷ء سیر کی تقریباً تمام تھانوی میں یہ ٹیکنیک ملتی ہے کہ ایک تصور کے پیچھے تھے
اس کے نزدیک تھے ۱۹۵۷ء میں کوئی تھانوی بہت اس کا گڑا یا تھانوی اس کا تھانوی تھے۔ اس میں اسے اس کے تھانوی
ہوئے، ہوا میں اور پھل دکھائے گئے ہیں۔ کہیں کہیں یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ جڑی ہی اس کا ہے اور اس کے تھانوی میں اس کے تھانوی
اس کے تھانوی اس کے تھانوی کہیں کہیں یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ جڑی ہی اس کا ہے اور اس کے تھانوی میں اس کے تھانوی
معنوی کے تھانوی اس کے تھانوی اس کی تھانوی اس کے تھانوی اس کے تھانوی اس کے تھانوی اس کے تھانوی اس کے تھانوی اس کے تھانوی
انہوں کا ملتا ہوا ہے کہ شوراکا اپنی ذات اور ہونا کہ جڑی کہاں پر ملتی دیکھتے ہیں اس کے اس سے اسے اپنی شوراکا اپنے دور میں



میں ہزاروں گھنٹوں میں ایک گھنٹہ کی مشورہ میری طرف سے ہو کر گزرتی ہے اور ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میں نے ایک سو پچاس پر گزرتی ہوں اور میری طرف سے ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میں نے ایک سو پچاس پر گزرتی ہوں اور میری طرف سے ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ میں نے ایک سو پچاس پر گزرتی ہوں اور میری طرف سے ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میں نے ایک سو پچاس پر گزرتی ہوں اور میری طرف سے ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میں نے ایک سو پچاس پر گزرتی ہوں اور میری طرف سے ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میں نے ایک سو پچاس پر گزرتی ہوں اور میری طرف سے ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ میں نے ایک سو پچاس پر گزرتی ہوں اور میری طرف سے ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میں نے ایک سو پچاس پر گزرتی ہوں اور میری طرف سے ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میں نے ایک سو پچاس پر گزرتی ہوں اور میری طرف سے ایک سو پچاس پر گزرتی ہے۔

۱۰۴۲



جس پر ہم فرشتے ہیں

جس پر وہی ہے

تشریف کی روشنی

دو رنگ سا رنگ کا رنگ

نیرنگ جس میں سفید سی کچھ صراحت

دور سے آئے ہیں قافے کے بیاض

نہل سے پالا سہرا ہے

آج کے لیے جس پر ایک ساتھ آئے

کرتے ہیں 'باغ' کی بنیاد

آج کے لیے جس پر ایک ساتھ آئے

جس پر ایک ساتھ آئے

آج کے لیے جس پر ایک ساتھ آئے

کلیں تقریر جہان کو

نیکو رہی بھول کر ہی بات معلوم ہوتی ہے اور یہ سوا سوا ٹکڑے یا ۱۰۰ کے ہزار ہی خریدیں کرنا اگر عرق نہ ہو۔

اور ان کے علاوہ سینے میں تیرا شریعہ لکھا گیا اور پہلی ۱۰۰۰ میں کچھ دکانوں کو بھی ان کے نام کے منسوب کرنا ہے۔ یہی میری کاپی اور میرا کتاب ہے۔
 اگر یہ سب سب سے زیادہ مستجاب نہیں ہو سکتا تو اس حاجت کے چلنے اور عرق کی بھی ترقی ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔
 اور اگر یہ سب سب سے زیادہ مستجاب نہیں ہو سکتا تو اس حاجت کے چلنے اور عرق کی بھی ترقی ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔
 اس کے علاوہ فیضیت رکھتا ہے اور سب سے زیادہ مستجاب نہیں ہو سکتا تو اس حاجت کے چلنے اور عرق کی بھی ترقی ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔
 منسکرت کی کتابیں ہیں۔ ان کے بعد وہ ان کے چھ لکھی گئی کتابوں میں اس دکان کا ذکر نہیں۔ ان کے بعد اس نام کے ایک کتاب ہے سینے میں
 تیرا شریعہ لکھا گیا اور پہلی ۱۰۰۰ میں کچھ دکانوں کو بھی ان کے نام کے منسوب کرنا ہے۔ یہی میری کاپی اور میرا کتاب ہے۔
 اگر یہ سب سب سے زیادہ مستجاب نہیں ہو سکتا تو اس حاجت کے چلنے اور عرق کی بھی ترقی ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔
 اس کے علاوہ فیضیت رکھتا ہے اور سب سے زیادہ مستجاب نہیں ہو سکتا تو اس حاجت کے چلنے اور عرق کی بھی ترقی ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔ یہ دکانوں کو بھی منسوب کرنا ہے۔

(بریل ۱۰۸۸)



سے تیرا ہی درجہ آشتیہ انجیل
 لے جائیں کیا تیرے سوا دامن ہم جا کر

میرا ایک نظر انتہی سے گرم و نواہ
 خدایا تیرے عذاب سے بھاری کی برکت

خدا کا فیض و رحمت

سید محمد

مکمل و ختم

لیکن یہ اثرات جلد ہی مقامی اثرات و عوامل کے ساتھ اندر چلے گئے ہیں اور آدے کے اسی شاہپادوں میں صوبہ پوری طرح قابو میں کرنے لگا ہے۔

اسلامی اسالیب تعمیر کا آغاز و ارتقاء

آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں اس ریاست پر مسلمان فاتحین کی آمد شروع ہوئی ہے۔ ۱۲- ۱۱ عیسوی میں گورنر حاکم نے دہلی سے لے کر کانچا تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ اور دہلی پر یقیناً اس کی حکومت کی ابتدا چل کر ہوئی۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی اداسی سے پہلی ضرورت کا ہر جہ سے اہتمام معلوم و معلول تھا۔ اور اس کے لئے ساجہ کا قیام ناگزیر۔ چنانچہ اس جہاد اور جد کے مسئلہ کو ملحوظ رکھ کر اس بات کا خاص طور سے فکر کرتے تھے کہ گورنر حاکم نے اپنے مختصر و محدود وسائل میں سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا اہتمام کیا۔ گورنر حاکم کی حیوانی ہوئی کوئی مسجد موجود نہیں۔ لیکن جو آثار ہیں مسجد یعنی دہلی اور متعدد میں مسجدوں کے لئے دیا ادا ہے۔ اسی حد کے طور پر ہندوستانی پر تھا ہے۔ یہ دونوں مسجدیں برصغیر ہندوستان میں یہ تعمیر شدہ اولین مسجدوں میں سے مسجد کی ۱۰۹۰ عری یا ۱۰۵۰ء میں بنائی گئی۔ یہ حاکم کی انتہا تک کے چندہ سولہویں عری۔ اسی چھٹی کی مسجد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں گلاب نہیں ملتی تھی۔ یہ بات بڑی عجیب و غریب ہے کہ کہا جاتا ہے کہ مسجد میں داتا جودہ گلاب کی شکل میں عید کی تحفہ ہوئی۔ یہ مسجد حیرت سے بنائی گئی تھی۔ لیکن حیرت کنیز کی تھی اور کنیز کا ستونوں پر اپنا داتا تھا۔ جب کہ گلاب جو کہ ارتضی کا تھا۔ بعد کی حقیقت پر ثابت کرتی ہے کہ عرب گورنر نے ہندو کے عیسویوں کو مسجد تعمیر ہوئی۔

[illegible][illegible]

کچھ جوہر تھیں، ان کے حسب کھنڈے ہیں۔ کچھ کھنڈے مدغنی ایٹوں پر مبنی ہیں، ان کے علاوہ مکن کے قریشی کی بھی ہوئی، ان کے بارے میں شریک نہیں
 لا سترہ (۱۹۳۸ء) سندس معزوں میں سب سے زیادہ ملاحظہ فرما رہے۔ تعمیراتی اعتبار سے سرائی شکل کی عمارت ہے جنہی
 کو ایرانی طرز کے گنبد سے تزئین کیا گیا ہے چاروں طرف کوئی پرچار مینار ہیں جن کے اندر سریشیاں بنائی ہیں جو مقبرہ کی صحت
 تک جاتی ہیں۔ مقبرہ کی دیواریں سرخ اینٹوں کی ہیں اور اینٹوں کے درمیان مصلحہ کو مدغنی اینٹوں سے لیس کیا گیا ہے
 جو مقبرہ کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیتے۔ گنبد کے اندر پہلی سطح کو بھی مدغنی اینٹوں سے سہا یا گیا ہے شیشیائی رنگ
 مقبرہ سلطان ابراہیم کہے سلطان ابراہیم، یعنی شاہ ترخان کا لڑکا تھا۔ ۱۵۷۰ء میں فوت ہوا چاروں میں مقبرہ
 کا پشت پہنچا ہے۔ جس پر طرز طرز کا گنبد بنایا گیا ہے مقبرہ کے آٹھویں پتھر عمارتی طبقوں سے متزلزل ہیں جن میں سطح
 سے کچھ اندکی طرف بنایا گیا ہے شمال اور جنوبی پہلوؤں میں دھارے ہیں۔ قرائی آیات مناسب مقامات پر کتبیں ہیں۔
 نقشہ کی مثل عمارت اپنے نقش و نگار کی وجہ سے خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کا لانی اگر کہیں ہی کتا ہے تو صرف
 فتح پور سیکری کی عمارت ہی ہیں۔ جس کا عہد تعمیر اکبر کا زمانہ ہے۔ ٹیکنیکی اعتبار سے یہ نقوش و طرح کے ہیں۔ ایک طرز
 قزو، جہ جہے نیلگری نمونہ کیا گیا ہے جس میں نقوش نامے اچھے سے ہوتے ہیں اور ان کی زمین دی ہوئی ہے دوسری
 طرز اس کے برعکس ہے یعنی زمین اچھری ہوئی اور نقوش اس زمین میں جذب شدہ ای دھاتوں طرز کے بہترین نمونے
 نقشہ کی مثل عمارت میں ملے ہیں۔ یہ بات ملاحظہ فرما لیں اور ملکہ حفیظہ قزو کے قلعہ کی شکل میں بھی کوئی عمارت
 بہترین نقوش پر بنایا گیا ہے۔ نقوش کی شکل بعض جگہ اقلیدس ہے اور بعض جگہ پھول پتیوں کی شکل میں۔ لیکن اکثر مگر قرائی
 آیات اور تاریخی تفصیلات بھی اسی ٹیکنیکی میں درج ہیں۔ واضح ہے کہ سرائی میں۔ کہیں عمارت ہے اور کہیں سطح و
 تشہید۔ جو صرف طرز طرز کی فن کارانہ صلاحیتوں کی علامت ہیں، بلکہ اس پر بہترین اور قدیم فن کی سرپرستی اور قدردانی کی
 میں شک اس میں، جنہوں نے ایسی بہترین مثال قائم کی۔ قزو کے قلعہ کے پتھر ان کی سطح کو مختلف حصوں میں اس مقصد
 کے لئے تقسیم کیا گیا۔ بارہویوں سے آراستہ ہے اور اندرونی حصے کے مختلف سامان اور شکلوں سے پتھر کھنڈوں کے لئے
 مخصوص ہیں، بعض میں ترانہ کی کاپی شاعرانہ معنی و محافطہ، خطاطی اور قزو کے استاد درج کئے گئے ہیں اور بعض ان
 شخصیتوں کے نام تاریخ و وفات اور دوسری صلاحت دی گئی ہیں، چاروں میں ابدی خندہ صاف ہے، ان قزو میں
 سے صفحہ قزو کو سرائی ناچیزوں سے متزلزل کیا گیا ہے کہ ان کی قبرستان کی ایک خلیاں مصحفیت ہے۔ جسے ہر دو میں چھوٹی کی قبرستان
 میں بھی بعض قبروں کے لئے اعتبار کیا گیا ہے۔ یہ چیزیں چھوٹے مقبرہ میں ہیں، یہ مقبرہ کوئی بارہویوں کی قبرستان ہے
 متروک پر چھتری ہے جس کی دیواریں شکل گنبد ہے۔ جسے کمرنگ خندہ میں بھی کیا گیا ہے۔



سنگ کا قزو میں تھا، ہادی کا حال شاہ صفیہ قابل ذکر ہے، عام خانانہ کے اس محراب سے خوبصورت مندر ہے، ۱۱۵۰ء
 ملک حکومت کی اس کے طریقہ پر تعمیر، قزو میں کام کیا گیا ہے، اس کی خوبصورتی اور صفائی کا جواب نہیں، چوں کہ چھوٹے مقبرہ میں
 ہیں جو بڑی مرتب سے سرائی پر چھتری کی گئی ہیں، اس مقبرہ کی ساخت و تزئین میں بھی کوئی طرز تحریر کی خلیاں جھلک جتی
 ہے۔ ان کے ساتھ ہی اس پر قرائی آیات ثلاث خط میں بڑی چابکدستی اور صلاحت سے کندہ کی گئی ہیں۔

اس مقبرہ کے علاوہ شاہ خاں کا مقبرہ ۱۱۴۰ء، حفیظ بیگ کا مقبرہ ۱۱۷۰ء، شاہ خاں کا مقبرہ اور چھتری
 محرابوں، شہزادوں اور امیروں کے مقبرہ بھی طرز تعمیر کے بہترین نمونے ہیں۔ ان میں جان بابا اور حسن شاہی ترخان کے مقبرہ





عبد القادر بن عبد الرحمن

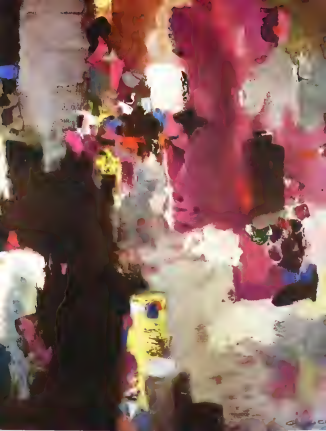
عبد القادر بن عبد الرحمن



→
S. K. W. J. N.
August '68

قوله: ...











شعاعی
عمل: مجسمات فلز

مِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ
وَمِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ
وَمِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ
وَمِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ

خدا بھائی کے بعد میں کسی قسم کے تین منقطع باغات جنہیں شاہداد کا گیا جانتے تھے ایک لاہور میں دوسرا کشمیر میں تیسرا دہلی میں
 اتفاقاً اور غرضی شہت سے مرمت لاہور کا باغ اپنی اصل حالت میں اب تک موجود ہے اور غرضی تیسرے اعتبار سے خاص اہمیت کا
 حامل، تھوڑے بچوں میں شاہی لشکر کا بچوں میں ہر جن جنہاں دارہ دوری میں چلا گیا اور شاہ بھائی دور کا داگر یہی ہے عمارت
 لاہور سے ۲۰ میل کے فاصلے پر شیخوپورہ میں واقع ہے۔ یہ خود شہزادہ محمد اکبر کی میرا باہر اور اکبر بادشاہ نے اپنے چھپتے بیٹے
 کے نام پر اس کا نام رکھا جسے وہ پیادے شیخ باہا کرنا تھا۔ شیخ پیادے کی یہ شکاں کہ چلا گیا کہ وہ بھی تعمیر ہوئی۔ ہر چند دوروں
 کے ایک پندرہ دوروں کی یادگار کے طور پر بنایا گیا تھا اور دارہ دوری ایک وسیع و عریض وطن کے درمیان بنی ہے۔ تقریباً سو فٹ
 بلند اور چند کھنڈوں سے بیلوں میں جاتی ہے اور اس طرح منزل ایک پہنچاتی ہے۔ یہاں سے کہ دروازے کا نظارہ کوثر جیو ایک گنجینہ جنگل
 کی صورت میں ہے۔ بڑی طرف سے کیا جاسکتا ہے اور شکاں کیا جاسکتا ہے۔ عرض کے چاروں طرف پر چار دیواری بنی ہیں اور چاروں طرف
 درمیان میں ایک دھواں ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کھیتے کے آگے تھے عرض میں پانی خاص ہندوں کے لیے لے آیا تھا جو اسے مصروف
 میں تقسیم میں انجام پر کیا گیا کہ پانی کے ساتھ بہت مٹی عرض کے اندر آئے ہائے انجام اب باقی نہیں رہا۔ چنانچہ عرض کی
 خاص مٹی سے ہر جگہ ہے ایک کھنڈ کے لیے یہیم دارہ دوری تک پہنچتی ہیں جو میں منزل ہے اور بڑی خوبصورت نماں مٹی سے
 سے سجائی گئی ہے۔ نیچے کی منزل میں آٹھ مٹی والے گروہ درمیان میں ہے اور اس کے اطراف میں ایک گھیراوی اس اخلاقی میں
 گھورتی ہے۔ چنانچہ کہ بعد شاہ بھائی نے اس دارہ دوری اپنی پسند کی قریم لائی ہے یہ شکاں کہ چنانچہ اور شاہ بھائیوں کے لافوں میں
 بہت مقبول رہی اور جب میں محل بادشاہ کشمیر کو ملے ہوئے اس طرف سے گزرتے تو اکثر یہاں سے تھوڑے اور شکاں کے لیے تقیام
 کیا کرتے تھے۔



جس پر شاہی میں اپنی عمارت کی خصوصیات کے لیے قابل ذکر ہے۔ شیخشاہ نے بہم میں ۱۵۳۹ء میں جہاں کا تعمیر کیا۔ اس
 کی طرف اہم اس لیے کہ اسے بادشاہوں میں قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ دارہ کی لوس باغی اس سے خوب ہے۔ اس کے علاوہ ایک کھنڈ
 ذکر کی جہاں دارہ دارہ جہاں کے لوس میں فتح کی گئی ہے اور چالی سے خوب ہے۔ جہاں اور بھی چند عمارت ہیں۔ مٹی کا تختی چید
 شکار چالی سے ہے۔

پاکستان کے باغیہ وزیر مسافر فی خبر کو یہ تقریریں جاننا ہے۔ جو ان پر چند صفحات میں پیش کیا گیا ہے جو یہ کہہ کر تری جان کوئیوں سے
 واضح ہوتا ہے اس بات کا ثبوت ہے کہ اس جہاں میں مٹی انہوں نے اپنی فطری صلاحیتوں کو بہتے کاربند میں کوئی دقیقہ نگاہ نہ
 نہیں کیا اور اینٹ اور گامے کے سمون اور چھوٹے چھوٹے مکانات کے لئے کوشش کر رہی اور جہاں تری مکانات ان میں صلا جیو دارہ
 جہاں کی لگانہ کی گئی ہے۔ یہاں بہت خاص صورت ہے مٹی کو کہہ کہ قابل تری سے لے کر ضمیمہ جہاں مٹی تعمیر کے ہفتے میں
 اسے ایب کر رہی پاکستان پر ترقی ہونے کے لیے تقریباً تمام خصوصیات و جزئیات جو درستان سے کم اور مٹی میں ایب اس پرانی
 شاہکاراں سے زیادہ مستند تھے۔ چنانچہ انہوں نے دارہ دوری میں جو درنگ عمارت سے مرکب کے دارہ دوری سے اہمیت، ان کے ساتھ اور
 قاتلہ میں صلا یا جیو دارہ دوری اور ضرورت کے فیصل و عمارت مکانات اور چار دیواریوں کے لیے پیش کیا گیا ہے کہ یہاں کی ساہوکاری تھوڑے
 جہاں یا عمارت کے ساتھ ان سب کے بنیادی تعمیرات ان میں قابل ذکر ہے اور ان کے تری میں صحت میں گویا پاکستانی تعمیرات میں انہیں
 کا جگہ ہے جس کے ساتھ مٹی اور شاہکاراں کے نتیجے میں۔



لوہہ سے آٹا تک ہمارے ان قہر مندوں ایک اور نئی نظریہ کی حیثیت اختیار کئے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارے ان قہر مندوں کے مقبول ہونے کی بنا پر جو نظریوں کی حیثیت ہے، ان کے سرے پر جو ہے کہ قہر اور قلم دونوں ایک ساتھ کامیاب نہیں ہو سکتے تو یہ کیا پاد طبع ہے یوں کہ اور ہر یک کی لاکھوں سیرنگھریوں کے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ہزاروں قہر مندوں کی ہر ایک کی ناقص قرار نہیں دے سکتے۔ قلم کی حیثیت سے قہر کا وہ جو قلم سے بلند ہے ہمارے ان آٹا تک کی کوئی قوی قہر مند قائم نہیں ہو تو اس کی جی اچھا اور وہ آٹا تک سے چند سال پہلے کی قیام پاکستان سے پیشتر کی قوی ہمارے کے قائم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس وقت تک قلم کا کوئی اپنا آواز نہ وجود نہ تھا اور پھر غلطی سے کیا کہہ کر یا اقتصاد کی ایک ایسا امر ہے جس سے نئون لطیف اور قہر مند کی قدر و قیمت کو بہت سے اور ان کے اعلیٰ اور قدر ہونے کی سبب سے مستحق ہونا پڑا۔ دوسرے ہر سال قہر مندوں کے ان کے انہوں کی دوسرے کی کوئی حیثیت اور اس کا بہت سے واقفیت نہ رکھتے تھے یا نہیں کوئی کوئی اور ماحول تھا۔

اب حالات بدل چکے ہیں یہی وہ وقت ہے جب اس سیمینڈ کے لئے کہہ کر سے قوی اور ان کے ساتھ ساتھ ہمارا ایک قوی قہر مند ہی جس کے قدر و قیمت ہم تمام کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سوا کی کوئی چیز نہ رکھیں۔

پہلے قہر مند



آخرا کہ پیسا یہ حشر و صا میرا ہے
آتش قرآن میں ہے جان و دشمن ہر صہ
تیب کے لہذا ہر صہ کو دے واجب آپ سنگ
دشمن تھائی کہاں اب دشمن تھائی رہا
ارضہ جان چہرہ پر صاحب حق تبارا ہی نہیں
محب سے قطع صلے کا احسان تم سے کر دیا
اب حشر سنگ میں ہے سادہ چوخی کے ہیں سنگ
دور رہا ہوں تین میں رنگ تبارا میرا ہے
حشر جانور

حشر جانور



انڈر سیکرٹری :- میرے خیال میں سرٹیفکٹ صاحب کو دینا منطقی ہے، اس لیے میں اس پر رضامند ہوں۔ یہ فیصلہ ابھی تک نہیں کیا گیا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری :- سرٹیفکٹ صاحب، یہ طریقہ ہے کہ آپ اس مسئلہ پر آپ سے متعلق ہیں۔ صاحب کی سوس سارے اخراجات کبھی؟
سرٹیفکٹ :- ہر قسم میں سوائے ان اخراجات ہیں۔ وہ اس لیے میری نگہداشت کا مطلب یہ ہے کہ۔۔۔
ڈپٹی سیکرٹری :- آپ اپنا مطلب سمجھتے ہیں؟ فی الحال میرے سرورس کا جواب دیجئے۔

سرٹیفکٹ :- جناب عالی، انکسائٹ سٹیشن کی اگر وہ برسرِ عمل ہے تو اس کے اخراجات میں اس کا اخراج نہیں ہوتا۔۔۔ ان اخراجات
آجین صاحب بہادر سرٹیفکٹ صاحب کی بدولت سٹیشن کے اخراجات میں اس کا اخراج نہیں ہوتا۔۔۔ ان اخراجات میں اس کا اخراج نہیں ہوتا۔
صاحبانہ اخراجات میں اس کا اخراج نہیں ہوتا۔۔۔ ان اخراجات میں اس کا اخراج نہیں ہوتا۔۔۔ ان اخراجات میں اس کا اخراج نہیں ہوتا۔
چونکہ اس کے اخراجات میں اس کا اخراج نہیں ہوتا۔۔۔ ان اخراجات میں اس کا اخراج نہیں ہوتا۔۔۔ ان اخراجات میں اس کا اخراج نہیں ہوتا۔
یہی مسئلہ ہے۔۔۔

جائنت سیکرٹری :- مجھے شک ہے کہ انکسائٹ ڈپٹی کے خلاف اس سرٹیفکٹ کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔
ہدایت کلین انکسائٹ میں اگر آپ کے خیال میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔
جنت انکسائٹ میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔
سیکرٹری :- مجھے اس مسئلے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔
سرٹیفکٹ صاحب آپ جانتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس میں سمجھتے ہیں۔

(سرٹیفکٹ صاحب)

سیکرٹری :- میرے خیال میں اس سرٹیفکٹ کے کام میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔
نوشہ پیش کرنا چاہیے۔

جائنت سیکرٹری :- (ڈپٹی سیکرٹری سے) آپ اس کام پر اپنی خاص توجہ صرف کیجئے۔

ڈپٹی سیکرٹری :- (انڈر سیکرٹری سے) آپ اس انکسائٹ کو اپنی ذاتی گرفتاری میں نہ لیں، اس کے ساتھ ساتھ لیں۔

انڈر سیکرٹری :- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔

اسٹیشن سیکرٹری :- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔

انڈر سیکرٹری :- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔

جائنت سیکرٹری :- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔
اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔

سیکرٹری :- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔

اسٹیشن سیکرٹری :- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔

انڈر سیکرٹری :- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔ اس میں اس کا سرٹیفکٹ فراہم کیا جائے گا۔



چاندی کے لئے

میر کی طرف دوائی اشادات میں ہمارے ایک احمق کی بڑھمت ہے۔ ہمارے جتنے میں حکومت پر حملہ ہے، ہر ایک کا کوئی بڑھمت ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک ایسی بڑھمت ہے کہ نظم سوت پڑے تک یہ کانپے و ہے، رازت ہے۔

ٹائیٹیکسٹری :- جہاں تک سپر شٹنٹ صاحب کے "ای" اشادات کا تعلق ہے، انہیں موضوع بحث سے الگ رکھنا چاہیے۔
 انڈر سیکرٹری :- میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس سیر کے متعلق دوائی اشادات منظم کرنا ہی کوئی بڑھمت نہیں۔ بلکہ ان میں سیر کو خود کوئی "ای" شاکت کویت ہو تو دوسری بات ہے۔ اس کے خلاف ہی سے ہر ایسے فیصلہ دہے کہ اس سیر کے راستے معلوم کرنے کے لئے ایسے ہی شاکت میں ہونا ضرور مناسب ہو گا۔

جائٹیکسٹری :- مجھے انہیں یہ ہمیشہ انڈر سیرگ داور لگا کر دے ہیں۔ نظم شٹنٹ سے پہلے اس کے متعلق کوئی راستہ قائم کرنا ایک بڑھمت ہی ہے۔

سیکرٹری :- بالکل ٹیک۔ میری حالت کا پتہ ہی اسی طرف چھلکے کی طرف دال ہے۔ ویل، اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب آپ نظم بیان فرمائیے۔

اسسٹنٹ سیکرٹری :- جناب، نظم کا عنوان ہے "شریٹ ٹیٹ" فرض کیا ہے۔
 ٹیٹ ہے جب کھا پاتا !

تیرے ہر ناول پر ٹیٹ ٹیٹ منسٹر

جائو جاں

جائو جاں

تیری آنکھوں میں گولی داڑھے

تیرے کانوں پر وہ خنکے کا چادر

تیرے منہ کی شادابی چٹا سا، چمکتا سا، لپکتا سا ہر اکہم ہر

تیری خنک پر دیر لگ کر

تیرے پیچھے فرار ہے گولی کی سی تیری اس کھینچ داکر

سیرت !

تجہ پہ موافقت ہے کیا ؟

جائو جاں — جائو جاں

شرٹ شٹنٹ کی بند گھر چٹا ہے سرکار میری !

اس میں داکم جو دیر لگ کر منظم میں ہیں

(خاکم پر ہیں !)

اس میں داکم جو دیر لگ کر منظم میں ہیں

اس کے ہر پیچ میں ہر شے ہے ایک داکم



تجربہ کیا اور فرمایا کہ — کیا کر رہی ہو اب سہیلی — اور یہ بات سنی۔
 آجیو — تم مجھے دیکھ کر کیسی خوش ہو رہی ہو۔
 سہیلہ — اچھا، میں نے اب اس گھر میں بہت خوشی محسوس کی ہے۔
 آجیو — یہ بڑا دلکش گھر ہے۔ اور یہاں تو چھتہ میں کھینچ کر لائی گئی۔
 سہیلہ — آپ بھی یہاں آئی ہیں؟
 آجیو — ہاں۔

آجیو — یہ گھر کتنی دلکش ہے۔ کیا یہاں کوئی اور ہے۔
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔
 آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔

آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔
 آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔

آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔
 آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔

آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔
 آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔

آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔
 آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔

آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔
 آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔

آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔
 آجیو — تم بھی یہاں آئی ہو؟
 سہیلہ — ہاں، یہاں کوئی اور ہے۔

سہیلہ — آجیو! آجیو!
 آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!
 آجیو — آجیو! آجیو!

آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!
 آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!

آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!
 آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!

آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!
 آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!

آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!
 آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!

آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!
 آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!

آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!
 آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!

آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!
 آجیو — آجیو! آجیو!
 سہیلہ — آجیو! آجیو!



فالتو چیزیں

آغا بابہ

افسوس

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

پہلا سیر

(کچن کے آفسی کا کمرہ، اعلیٰ فیکچر، دائیں اور بائیں دروازے۔)

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

(صورت پر دنگ)

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔

یہ فطرتِ بشر، شہزادِ کافر، جبر، ایسے لڑکی، عزیزانِ فریاد، اونیقِ رنق، مہمان کا رخصتہ، نازلیہ، خادم۔



تاکل مدعا اور فراموشی کے بعد کہ بلکہ اپنے فیصلے سے آگاہ کریں۔

ایڈیٹر شریٹر: کیا ہے قلمیادین؟ ہارڈ؟

میں نے: میری بے پرواہی کہ ہمارے ہفت روزہ کی دشمنی کر رہی ہے۔ شادیوں اور عرسوں کا کام چھوڑ دیں۔ عیوں ان تہنوں کو ہر جگہ رہی
ہیں، خداوندیوں کو تحمل کر رہے ہیں۔ انہی نے اپنے دھڑلے کے ثبوت میں دو بچے طرز کی عمر قتل کے اعداد و شمار دیئے ہیں جن میں ہر نام
بڑھ رہا ہے۔

ایڈیٹر شریٹر: زندگی کے راستے رکاوٹوں سے بھرے ہیں۔

میں نے: اے گا۔

ایڈیٹر شریٹر: داستانوں سے یہ رکاوٹیں بنائے کہ ضرورت پڑھ رہی ہے۔

میں نے: اے گا۔

ایڈیٹر شریٹر: ہوں، ٹھیک ہے، پڑھئے دو۔ اس سے تم کو ان کا کیا پتہ چلتا رہا ہے؟

میں نے: اے گا۔ میں نے گاؤں کی تعلیم اس سے دی ہے۔ اس کو یہ لگا کر ہے کہ وہ چار گھر شہروں میں ہیں، یہ کام شہروں میں نہ پڑے

ایڈیٹر شریٹر: خدا کریں گے، ہم نالی کو دیکھنے کے بعد کہ بتائیں گے۔ آپ وہ اعتراضات کی فائل میں لائے ہیں؟

میں نے: اے گا۔

ایڈیٹر شریٹر: میں جیسے شہر میں آ کر لوگوں کی کیا تعداد ہے جو انہی کی طرف سے گاؤں کو یہی کہنے کے کام پر مقرر ہیں؟

میں نے: اے گا۔

ایڈیٹر شریٹر: خوب؟

میں نے: اے گا۔

ایڈیٹر شریٹر: ٹیکسٹ میں ہمارے آرمیوں کا کیا تعداد ہے؟

میں نے: اے گا۔

ایڈیٹر شریٹر: ہاں، ایل فون کی گفتگو کرتے ہیں، ایل فون (خفاک) سولہ ہاں میری گزریں ہیں، دھت ہے تین منٹ رہے ہیں، ٹیکسٹ۔

میں نے: کیا بعد خبر نصیحت سر؟

ایڈیٹر شریٹر: میں چند خبر نصیحت (نئی فون آ رہا ہے) میں۔ آگ لگ گئی؟ میں اس وقت جب یہاں فون آ رہی اور میرے گندہ اقد خدا علی

موت پر جا رہی ہیں جو ہمارے ہیں، اعلان ہے۔ (مجزرے کہتا ہے) اعلان ہے کہ آگ نہیں بجھ رہی، آگ کچھ بچے کچھ ہے؟

میں نے: ہاں، میں تو زیادہ تر نہیں لایا گا۔

ایڈیٹر شریٹر: نہیں، ہمارے آرمیوں کو ہمارے مشق علم ہے کہ جب تک کسی علم میں ہوا تو یہی تو کہ خدا اس کے ساتھ ہیں ہی رہے ہیں، ایک آرمیوں

ہے، نوادہ وقت نہیں لگے گا۔

میں نے: ہمارے آرمیوں کو ہمارے آرمیوں ہے۔

ایڈیٹر شریٹر: کہیں میں کوئی سالہ کی ہے جو تیز نہیں، اپنے کام میں تم کم تیز ہو؟



میجر : ہاں۔ ایسے ہی ایک چکر میں اپنے گئے۔ انہیں اس طرح پھینکے کہ سونہری پروانگ جوت بہت کاڑھی کا ہوا ہے۔
ایڈمنسٹریٹر (جسکی ۱۱۲۲ کے خوب یاد ہے) انہی دنوں کا گفتگو کرتے ہیں کہ :۔ سچو کہ ان ہال میں کیا کیا ہوا ہے ایک طرح کے
بہت چٹا آگنی ہے۔ ہسپتال میں سے لگے تھے، روبرو خانہ، ان میں ابھی ہسپتال میں جا کر اسے دیکھ آئیں گے۔ شکر تو دینا نہیں
لیا وہاں بہت توڑی تھی۔ جسے گویوں کو بھی کڑی یاد نہیں۔

میجر :۔ ہر انداز میں مذکور ہو گیا ہے۔

ایڈمنسٹریٹر :۔ سچو کی گاڑی بڑی تیز تھی۔

میجر :۔ سات فیروزہ تھا۔

ایڈمنسٹریٹر :۔ ہاں

میجر :۔ کوئی بات نہیں۔ وہ تو آجیلا پر ہاں سے دھکتا تھا۔

(۱۱۲۲ پر دھک)

ایڈمنسٹریٹر :۔ کم ہی

پلیسے لڑکی دوسرا ہر زمانہ کھلی دھنسل ناک۔

ایڈمنسٹریٹر :۔ میں اسے وہ (پہنچا) اولین دن کو کارڈ دیا گیا

میجر :۔ دس دیا گیا

ایڈمنسٹریٹر :۔ میجر اب تم کہتے جا کر تو کہہ ہسپتال میں دیکھو کہ ہم میں جا سکتے۔ میں اولین دن کے لئے لکھا ہوا ہے۔

میجر :۔ آگے لکھا۔

ایڈمنسٹریٹر :۔ آگے لکھا ہے (ایڈمنسٹریٹر دن کر کے) سیرس میں ۱۱۲۲۔ اولین دن کو کارڈ دیا گیا (پھر میجر دن کو کارڈ)

پہنچا ہے، اب میں ایڈمنسٹریٹر کو لے لیا۔ میں نے ہسپتال میں دیکھا کہ وہاں لکھا ہے، اب کو کارڈ دینا، ہاں آگے لکھا

میجر :۔ اولین دن۔ ہی ہاں۔ کارڈ دیا گیا۔ تھیک ہے سر

(پ ۱۰)

دوسرا سیرس

اولین دن کو کارڈ :۔ اولین دن کو کارڈ کے چاروں ایشیا ہے جیسے شکوہ اب وہاں یہاں قریب پڑی ہیں۔ ایک پر ٹیلی فون

ہے۔ ایک خانی ہے

عازم :۔ (پھر) (نند آسکتا ہوں)

فریق :۔ آگے لے کر؟ ہے؟

عازم :۔ ہی ہاں

فریق :۔ ہے آگے لکھا۔ اعلیٰ تہائی پر وہ آگے لکھا ہے (اب کل کیوں سکے ہر دے کے گراؤ)

عازم :۔ (ہر دے کو آگے) (دیکھ سکتا ہے؟)



تاریخ و تفسیر

علامہ: محمد سعید احمد صاحب مدظلہ العالی

توفیق : یہ ایک وصیت ہے کہ ان کا راقی لگی، تم جانکتے ہو اسی جلد ہی آیا ہوگا۔ تم جانتے ہو جلد سے دو دن اور پہلے پر گئے سمجھنا یہی

طریقہ : درج ذیل فی قریب ۱۰۰ گرامی اجزاء۔

توفیق :۔ دیکھو وہ کتاب پڑھیں ہے سائنس۔ جسے اخلاقی (عام فطرت) ہے، اس کی جگہ پر ایک کتاب لکھنا ہے، جیسا ہوا گاؤں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سب کام جلد ہی مکمل ہو جائیں۔

مقدم

چار تحاسبین

(ہوائی کے جفر کا آفس)

مسافر : ۱۔ جفر صاحب کچھ آپ اپنی سیٹ پر بہت کچھ لکھا ہی ہے۔
 جفر : ۲۔ آپ کو یہ نسخہ کراسس پر لکھا کہ جفر کے ہاتھ کی پوری کاکا میں انتقال پر لکھا ہے۔
 مسافر : ۱۔ کیا؟

جفر : ۲۔ میں وہ چار منٹ کے لئے ایک مخصوص کام سے آیا تھا، بس اب جا رہا ہوں۔

مسافر : ۲۔ اگر وہ تو ابھی بجلی نہیں چڑھایا؟

جفر : ۱۔ جی ہاں، ابھی بجلی آتا ہے مگر سے کل جبرہ۔ چلتے چکے سے گھومتے ہوئے دو ٹرائیڈل کے ایک ٹرک سے ٹکرائی ہوئے
 زخمی پر زخمی اور ہسپتال میں جا کر مر گئے۔

مسافر : ۱۔ تو ان صاحب کو بہت صدمہ پہنچا ہے؟

جفر : ۲۔ ان کا حال تو دیکھا نہیں تھا، عورت کی طرح روتا رہتا ہے۔

مسافر : ۲۔ میں یہاں سے کل صبح ہوائی کر رہا ہوں۔ وہ اپنی پر حقارت کر سکتا گا۔ میری طرف سے آپ اظہارِ افسوس کر رہے۔

جفر : ۲۔ تو ان صاحب کو ان دنوں ہر ٹرک ہوائی میں نہیں آ سکتی گے۔ اس تھکائی موت کا صدمہ ہر حادثہ کرنا جیسے حملے کا کام ہے۔

مسافر : ۲۔ یہ لگ



(۱۹۳)

چار تحاسبین

(ہوائی کے جفر کا آفس)

جفر : ۲۔ آپ دفتر میں ایک دم سے ایسے نازلی ہوائی میں کہ میں ہم ٹھکسا رہا ہوں۔

نازلی : ۱۔ چنانچہ میں تو نازلی ہے، مگر چار منٹ کے لئے سے تم لوہی کیوں ہی جانتے ہو؟

جفر : ۲۔ کوئی کارفرم لوہی ہو گا، چار منٹ صاحب، آپ کے آفس سے تو اس ہوائی میں آوا جا رہا ہے۔

نازلی : ۱۔ کچھ؟

جفر : ۲۔ کیا مجھے سمجھ کر کہنے کی عادت ہے؟

نازلی : ۱۔ مگر قریبی سمجھ کر کہنے کی عادت نہیں تو کچھ چار منٹ کا ہوائی پر لکھی ہوئی اور تم مجھ سے اس میں سے کشادہ ہوا ہوا ہے
 کھینچے ہو؟

جفر : ۲۔ آپ سرواں سے فرض رکھتے، آپ کو یہاں مجھ سے کیا حاصل۔

نازلی : ۱۔ شاید اس لئے کہ ایک پرانی دعوت کا اندک کر رہے والے کو ابی ادا کرنا ہے۔

جفر : ۲۔ کی کوئی رقم ہو گی؟

نازی : و سواہ ہزار سے کام چل جائے گا۔

میمنبر : اگر ان کو قریخ مصعب نے مجھے حالات سے کھلا دیا، تو آپ میرے لئے سفارشی کا ایک خط لکھ بھیجیں گی۔

نازی : ایسا نہ کہہ۔

میمنبر : آپ بڑی خفا فرما رہی ہیں۔

نازی : یہ حالت کس نے پیچھے پر رکھ کر غمزے لے جانی ہے۔ پہلی ہی قریخ کی سب کچھ دھوا دھوا چھڑ کر آگ آگ چل رہی ہیں۔ اسس پہل چلاؤں کہ ان کی کاساتھ نہیں رہتا میمنبر میرے بھی تو ادا نہیں ہوتی۔

میمنبر : آپ کہیں دل بیٹھا کرتی ہیں۔ جیسا سال پر تو جرتے ہیں، میں آپ کی شادی کو جلد وفاق جلد ہی تو نہیں ہوا کرتی۔

نازی : قریخ کا ہی بڑا چھوٹا ہے۔

میمنبر : پہلی ہی کو اس کو کہتے ہیں کہ ان کی کہاں عبادت تھی۔ یہ تو آپ ہی جانتے ہیں کہ اس طرف بہ بات چلی جاتی ہیں اور پھر مجھ سے انہی کہتی ہیں کہ تم ندی پر جا رہے ہو۔

نازی : ان کو کھڑا کیا ہے۔ ایک کمرہ ہے جس کا نام دھڑ ہے۔ میں یہی تم کو غرت کر بیٹھنے پر ادا دینا میری عادت ہے۔

میمنبر : میں دن جانتا ہوں یہاں ہیں۔ مجھ سے لے کر شام تک سر کھٹا ہوں۔ یہاں وہ سفید میوے نہیں دیا جیسے قریخیوں کو، ان کی کچھ میوے اور اشتہار بڑی شکل سے پیدا ہوا کرتا ہے۔ یہ اشتہار ہی کے بل بوتے پر آپ کے میوے اطلاعات کے لئے دیکھ رہی ہوں۔

نازی : تم چلے جاؤ؟

میمنبر : وہ کیا؟

نازی : چہ بہ بات۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑا بڑا مطلب نکالنے والے۔ یہ باہر صوفیوں کی آتی۔ قریخ آگیا ہیں چلی۔

(دوسرے صفحے سے چلی جاتی ہے)

قریخ : (قریخ کا نکلتے ہوئے داخل ہوتا ہے۔ دیکھ کر وہ ایک کائنات دیکھ کر) دیکھو میمنبر مجھے تم پر اشتہار کیا ہے۔ ہمارے غلط تھی اس طرف نہیں دیکھ رہے تھے کہ ان کے اس وقت ہی گیا۔

میمنبر : آپ ان کیل ہے۔ میں نے دیکھ نہیں کیا ہے۔

قریخ : وہم سے نہیں نہیں کہیں گے کہ تم خود ہی بنادو یہ دیکھو کہ ان کی کہاں۔ تمہاری مصیبت کی کہناؤں میں ان کی پڑ نہیں جاتا۔ ہم نے تم سے ساتھ بیٹھ کر ہی رہتی ہے کہ تم خود ہی بنادو یہ دیکھو کہ ان کی کہاں۔ اگر قبیلہ غلام ہم نہیں کہتے۔

میمنبر : اگر ثابت ہو جائے کہ میں نے نہیں کیا ہے۔

قریخ : اور میں نے کہ سرسنگ جیسے ہی دیکھا، ان کی حالت دیکھو۔ اپنے گریبان میں منہ ڈالو، شرم سے تمہارا سر خشک جاتا ہے۔

(پہلے)

چٹا سبیل

(قریخ کا کمرہ ساتھ ساتھ کمرے سے کمرے کے کراہنے کی آواز آتی ہے)



کہاں؟ صوفیوں نے اس نام کو اب کیا ایک سیٹ بنی رکھی ہے، تو ایک ہی صوفی کے لئے ایک سیٹ دے دیجئے، میرا نام تو فریق بنی ہو چکا ہے، میرا جو آکر آجوں۔ (آواز دہرایا ہے) ہنسے۔

لازم: حاضر

فریق: ہر جہاں کی گلابی۔ نہیں۔ ایک ٹیسی دے۔ ہم یہ دعا گو کہ باہر جا رہے ہیں۔

لازم: ۱۔ جہیز

فریق: ۱۔ انکا کت ہے اور ان جا جا کے انکا کت: پہلے ایک غندی کہ وہ ہر کے لئے ہیں کا آکا، تو سر جان پڑا ہے، تم سے ملنے لہجہ

جا رہا ہوں۔ میں خود سے مرے کے بعد وہاں سے فریق: جاننا گا۔ وہاں پہنچ کر تین خط لکھوں گا۔

لازم: ۲۔ شیخی آگئی حضور۔

فریق: ۱۔ یہ کبیں اس میں رکھو۔ علی صاحب آج ہی تو ان کو یہ خط دے دیتا۔

لازم: ۱۔ جہیز حضور (جا رہا ہے)

(۱۹)

ساقی اس کیسی

گھنٹن کا آفس۔ دایہ فشر شہر اور جہاں کا جہیز بیٹھے ہیں،

ایڈ فشر شہر: اب آپ غنٹن میں جہیز صاحب جہاں اب آپ کا سب کا داد اب اب آپ کا ہے۔ آپ کے ایک تو فریق ملک کو لٹا کئے گا دایا گیا، آپ جو رہا رہتے تھے، ہم نے اس کا انتظام کر دیا، حال میں رہتے سے نہا دی گئی، آپ کے ذمہ داری کہیں کو اپنا کچا جزا دہرے آتی ہے۔

جہیز: ۱۔ گا ان سے بچنے کا کچا جزا کا بیک۔ میں آپ کا بہت بخون ہوں، حد نہا نہیں کے مقدس میں میری کیا سوائی چوتی۔

ایڈ فشر شہر: آپ کو شہر علم میں کہہ دی گئیں اپنے ہر کا ایک کی عزت آکر دے پڑا پڑا سوال، کتنے ہے۔ بہر حال میں آپ کو اپنی کچن کی طرف سے آپ کی جہتے دانی شہر میں بہر کا کچا جزا کتے ہوں۔

جہیز: ۱۔ میری شادی؟

ایڈ فشر شہر: میں آپ کو شہر کا ایک کی دے دیتا ہوں، اصل میں صوفی فریق اپنے خاندان سے پیش و بعد، خاطر میں ہی طبیعت سے کی بات ہوتی ہے۔ ان سے دلی کہتے ہیں ان کے خدا آپ کو خوش و غم رکھے۔

جہیز: ۱۔ ٹیکس سونچ کر آپ کی کچے سلام جہاں؟

ایڈ فشر شہر: دم اپنا کام انکا دے سے نہیں کرتے، بہرہ کی کہ تم کسک پیچھے ہیں کیونکہ جہاں کام جو یہ کہ ہے اور یہ ہانے پر کو کوئی چیز کسکے کسک خارجہ جہاں کا دادہ جس میں مل سکتا۔

جہیز: ۱۔ گلاب آپ کی اند میری طاقت کی ضرورت نہیں۔

ایڈ فشر شہر: ۱۔ انکو نہیں۔ (دواؤں آتے دے ہیں) خدا حافظ!

(۱۰)



پیشگی ہوں

Wang, Y. and J. Wang, 2005, 'The Effect of the Exchange Rate on the Trade Balance in China', *Journal of International Trade and Development* 16(1): 1-14.

2020



~~SECRET~~

[illegible]

ڈاکٹر سہیل کی شہزادہ کی بھی بہن، ابھی شہزادہ کی بھی بہن اور انہی کے ساتھ ہی ایک اور بہن ہے۔ اس وقت وہ اپنی ملازمت میں مگن ہے۔

اب اس کے کہنے سے ہی ہے کہ وہ تمام آئینہ کی طرح اس میں اپنی صورت دیکھنے لگا ہے۔ ابھی قہقہے لگاتے ہوئے انہی انگریز ہو جاتا ہے۔

اب انہی ان آئینہ کی طرح ہے۔ یہ سب کی طرح ہے۔

مفتی محمد رفیع

۱- انجمن چهارچندگرمست ویکس: پهنای لایه‌های

[illegible]

تاریخ: ۱۳۹۸/۰۵/۰۵

الکفر والکفر ہے، یہ کتاب پڑھئے گا ہے۔

جنی:۔ خوب دیکھو! اس طرح سراسر ہے۔ اگر وہ میرا مطلب ہے، تو تم لوگ..... اس صوفی کے..... یہ کوئی سی سی ہے کہ ق ہے؟

 Springer

۱۔ شکیب: اہم لوگ اسے پس منظر میں رکھتے ہیں اور اچھے کام بھی سمجھیں گے کہ جو، اعتبار ہی اس کی شکل و رنگوں میں ہے اس لیے اسے یہ کہنا کہ

14-00000



1. *Agave* 1

.. 9-120

لوحہ : ۱۔ آئی : تباہ کن قومیں سوویں میں انکسار کریں گی۔

Spence, 1979

12/17/10 10:00

ڈاکٹر اقبال :- یہ تمام کوششیں ہیں ایسا ہوں۔ تم ہرگز سوچو۔ میں تم سے شکایت ہونگے، اہلستہ پڑنے کے لیے۔

۱۰. در خصوص این آیه، مبرراتی در حدیثی آمده است: «فیه اکتافه»

یعنی ۱۔ محبوب اور گرم کوٹ میں سے سردی شوق ہے ۲۔ حق و محبت عالم کی وحدت ۳۔ انگلی ہے کہ اندنگ ہے عورت کی اسوہ پر ہی مہر

• Erklärung z.B.

پیشتر کمال و استعداد کی یہ علامت

جینے :۔ اے مجھ مرستیوں کی جوتی میں :۔ یہ میری ساری دولت ہے :۔ سوئی تو سوئی ہے :۔ تم مر رہا تو کیوں نہیں جوتے ؟

السلامة العامة - سلامة المجتمع - سلامة البيئة

جنسی ۱۱۱:۔ معلوم ہے کہ تم آجہ دنیا کی بیٹہ لکھی ہو کہ نہ پاتے ہو، تم اس خاں کو ہم کیا پاتے ہو، جتنے مرتد اور لکھی

144

1200-1201

علیہ السلام: کہ اہل فرود میں گزندہ کی طاقت قوت ہے جس کی گزندہ، گزندہ کے قیاسی طریقہ سے جان کر ہوتے، قیاسی طریقہ سے جان کر ہوتے اور سرور میں

الکثر والاکثر - ہر سب سے زیادہ

جنی ۔ کہ تم اس طرح غرور کرو کہ دوسری میں بیٹھو، اور خدا کی رحمت تم نے اپنا ہاتھ گھسا ڈالنا، انکساکات کی دہشتیں تم پر مسلط ہوں گی۔

حیرت انگیز کہانیاں سننے پر جس کی گرجا ہے۔

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

2017

Calculus of Variations, 1980

حضرت مولانا محمد قاسم علی صاحب دہلی، پروفیسر جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند، مدظلہ العالی

اندر حصار طبرستان آذربایجان و در حصار طبرستان

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

10/10/2010 10:10:10 AM

انٹرنیٹ پر



ڈاکٹر کامل : ہم نے اپنی مرضی نہیں منایا تھا۔

بڑھیا : ہوس مری نہیں مٹا تھا؟

ڈاکٹر کامل : نہیں!

بڑھیا : میں تم سے دو گنتی تھی، دینی مری مٹاؤ، اپنی مرضی مٹاؤ اور تمہیں اپنے نئے فیصلے سے اپنی اپنی کتابوں کی پڑی تھی۔ آج میں سال بعد تم

نے ہوس مری کی دوا نہ کی، باعث کہ، بہتر!

ڈاکٹر کامل : یہ سب یہی ہی دوا لواتے۔

ڈاکٹر کامل : میں ان کتابوں کی دوا نہیں دے سکتا، یہ کس صواب ہے؟

ڈاکٹر کامل : یہ ضروری بہت نامور کتاب ہیں۔ اس وقت ان کی قیمت صرف پچاس روپے تھی، لیکن اب تو ہر کتاب کی قیمت اسی سو روپے ہو گئی ہے۔

کب کہیں قیمت پر نہیں لی تھیں۔ مگر دیکھو، یہ تو بالکل سستی ہیں۔

بڑھیا : مذہب ان قصوں کی کو کم کیا کریں۔ میں سال پہلے دس روپے دے کر لے کر آئی تھی۔

ڈاکٹر کامل : کوئی مسئلہ نہیں، اگر ان مسئلوں نہیں۔ (اٹھ کر چیک بک نکالتے ہوئے) زندگی میں قدر میں سال پہلے (ہم بھی) لکھا ہی تھی

یہاں ہم تھے۔

بڑھیا : بہتر!

ڈاکٹر کامل : زندگی ہر کام، ہر شے اور ہر شے پر زندگی ہوتی ہے، ہم اپنی مرضی لے کر، ہم اپنی مرضی لے کر، انھیں یاد کر۔

(ڈاکٹر کامل ایک سے کہہ کر انھیں کہتے ہوئے)

بڑھیا : یہ آگاہیوں کا ہے؟

ڈاکٹر کامل : ہم یہاں پر نہیں گئے۔

بڑھیا : تو یہ اس مری ہیں، اور یہاں؟

ڈاکٹر کامل : ہر مری کے گاہکوں میں کھاتے، ہفت کا نصف، ہزار روپے ہر سال۔

بڑھیا : اور مری کا کیا ہے؟ ہمارے ڈاکٹر کی کم کا نہیں۔

ڈاکٹر کامل : اگر صبر کرنے سے پہلے اگر غلطی ہوئے، دل کی حالت اس مری کا متور کہہ گا۔ آگاہی ہر سال۔

(ڈاکٹر کامل انھیں گھڑتا ہوا دنگ میں جاتا اور بڑھیا کو جھڑکتے جاتا ہے)

(پتہ لگا ہے)

ستمبر ۱۹۵۵ء



۱۹۔ اتر پردیش کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک شخص نے ایک لڑکی کو نکاح کیا۔

عورت:۔ اچھا، اب اس سے کچھ بات چیت کی جائے گی۔

مرد:۔ وہ کچھ عرصے تک اس سے بات چیت کرتا رہا، مگر وہ اس سے بات نہ کر سکا۔

عورت:۔ وہ کچھ عرصے تک اس سے بات چیت کرتا رہا، مگر وہ اس سے بات نہ کر سکا۔

مرد:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

عورت:۔ اس سے بات چیت کی جائے گی۔

مرد:۔ وہ اس سے بات چیت کرتا رہا، مگر وہ اس سے بات نہ کر سکا۔

(پانچواں باب کے اختتام پر)

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

مرد:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

مرد:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

—

پانچواں باب

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

مرد:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

مرد:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

مرد:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

مرد:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

مرد:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

مرد:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔

عورت:۔ وہ ایک دفعہ اس کے ساتھ ایک گاڑی میں گیا۔



وہ کہہ گئی تھی۔ آپ کے احباب کو آپ نے جہاد کی تلقین کرتے ہوئے دلوں کی ٹیکٹری کے استاد زکریا کے لئے قزوین بھیج دی تھی۔

یہ کہانی ۱۰ اجزاء پر مشتمل ہے۔ ہر حصہ میں ایک نیا ہیرو ہے جو خدا سے کلمہ لے کر زمین پر آتا ہے۔ ہر ہیرو کی اپنی اپنی کہانی ہے۔ ہر ہیرو کی اپنی اپنی زندگی ہے۔ ہر ہیرو کی اپنی اپنی موت ہے۔ ہر ہیرو کی اپنی اپنی زندگی ہے۔ ہر ہیرو کی اپنی اپنی موت ہے۔

میں نے کہا: "میں نے یہ تمہیں اس لیے بتایا ہے کہ تم اس سے بچ سکو۔"

۱۱۔ اے ایسے تو پرند ایکہ اور آدمیت اور بھی تھیں، مگر کائنات پر جو رحمت و احسان جاری تھا۔

تاریخ ۱۔ (۱) سری پنج پر چنے، چنے، اٹھو - اٹھو۔ کہنا کچھ نہ کہوں نہیں اس سلسلہ میں۔ اس میں اس شخص کے حاکم کی یہی

Figure 1 consists of two bar charts. The left chart is titled 'General population' and the right chart is titled 'Respondents personally affected by the economic crisis'. Both charts show the percentage of respondents for four levels of agreement: 'Strongly agree', 'Agree', 'Disagree', and 'Strongly disagree'. The y-axis represents the percentage, ranging from 0 to 100. The x-axis represents the level of agreement. In the 'General population' chart, the percentages are approximately: Strongly agree (75%), Agree (20%), Disagree (3%), and Strongly disagree (2%). In the 'Respondents personally affected by the economic crisis' chart, the percentages are approximately: Strongly agree (85%), Agree (12%), Disagree (1%), and Strongly disagree (2%).

ایک نوجوان جو تھوڑا سا غریب اور کمزور تھا۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں رہتا تھا۔

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 84

پہلے :۔ میں نے کچھ عرصہ قبل ایک — تنظیم میں کچھ کام کیا، وہ بھی پہلے ہی میں جڑی تھی۔

انسانی وجود کے ہر گوشہ کے لیے ایک نیا عالم ہے۔ اب داخل ہونے والے نوجوان بچے کے سامنے ہے گنبد اور چمن

—

۴۔ میرا کچھ بھروسہ ہے کہ اس واقعہ کی تحقیقات ہو کر سامنے آئے۔

البرهان: لنفرض أن f هي دالة مستمرة على $[a, b]$ ونفرض أن $f(a) = f(b)$. نريد أن نثبت أن f تأخذ قيمها على $[a, b]$ على الأقل مرة واحدة.

۱۔ یہاں تک کہ آپ نے نصیحت کی کسی چیز کی نصیحت نہ کی ہو۔

انوار : — معلوم تو جو وہاں پہنچے فقیر کھنک کا ہے۔ ریحیہ دالان کا۔ ونگا دالان کا۔ یہ دونوں فقیر کھنک کے ہیں۔

ہوتے ہیں۔ ٹیکس دہا کرتے ہیں چاہتا سمجھتے کے واسطے۔۔۔ اس طرح سے ہائی کرنے کا اجازت کسی کو نہیں ملتی

1000

5. $\lim_{n \rightarrow \infty} \frac{1}{n} \sum_{k=1}^n f\left(\frac{k}{n}\right) = \int_0^1 f(x) dx$ if f is continuous on $[0, 1]$.

کرسچنوں کے لیے جو ان کے لیے ایک نیا راستہ ہے۔ یہ ایک نیا راستہ ہے جو ان کے لیے ایک نیا راستہ ہے۔

مکملے والوں کو بے شک یہ آپ کے تعصبات بتا دیے۔ مگر سچے علماء و مہر جہت اہل علم و اہل حروف سے فریفتہ نہ ہو گئے۔

۴۔ ذرا سنجیدگی کر بیٹھو، یہ امر بالکل صحیح ہے کہ اگرچہ اسے ظہورِ نبیؐ نکال کر خدا اور نبیؐ پر نفرت ہے، کیا یہ

100

في الترمذ - بعد عام من ترك الصلاة في الصوم -

یادری : ان کو پہنچانے کی خاطر — حضور صلی اللہ علیہ وسلم ...

... ..

۱۰۵۸ - ۲۳ - عجمی، محمد رفیع۔ "عجمی، محمد رفیع کی زندگی اور خدمات"۔ ص ۱۴۷۔۔۔ عجمی، محمد رفیع کی زندگی اور خدمات

— ۱۰۰ —

۱۔ عروہ صاف ہے کہ کابینہ صوبہ۔ بلکہ علم ہیں تھا۔ ان خراب تعلقات کے سلسلہ میں لکھنؤ میں ہے۔ اس میں کوئی شک

المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

١٠٠

۴۔ یہی سبب تھی کہ نریک پر چڑھیں ہوئی، انہی کا انصرہ سے اسپتال میں داخل کیا گیا۔ مگر وہیں سے انہیں کبھی نہ لے سکیں گے۔



بڑا اسپتال ہے اس میں — اور مل مال پر لکھا ہے ۱

پھر کہو :۔ تب وہاں اتنے بہت وفاق تھا آپ کے استاد کے خواجہ میں چمکا دیے گا ان کا دشمن غریب کو انہیں چھپ رہی تھی۔
پہلے کو ہے مگر اب ہوا ہے ۲

نورجی :۔ مسرور تھیں جو کتاب کتب مرہوم — یہی بات ہے میں تو اس اسپتال سے بہت گھر لانا ہوں۔

عاقبت :۔ اسپتال میں کہ بہت تر و تازہ ہوا مرہوم ہی ہوا ہے جہاں ہے۔ مگر میں نے سنا ہے اس اسپتال میں تو آپ اپنی دعا کی ہو گئی۔

نورجی :۔ یہی ہے۔ مگر وہ اسپتال کے زبانی کو نہیں سمجھتے۔ ان کا زیادہ وقت پر اشیاء مرہوموں پر صرف ہوتا ہے۔ اسپتال پر قوم کو ہے۔

پھر کہو :۔ یہاں آپ نے — اور وقت وفاق میں لکھی پر پیش ہوا تھا۔ تھیں جاتے جب قیامت میں لے کر گئے تھے — اور جو تھے مدت گھر وہاں — تھیں جاتے یہ تو تھے وہ رنگ لگاتے تھے کہ یہ وہ دم نکلیں۔

نورجی :۔ آپ پر خدا ورام اللہ اس کا بہتر تو نہیں ہیں۔

پھر کہو :۔ یہ — تمام کو مطلقاً ہوا رہی تھیں تھیں۔

نورجی :۔ ارے وہ — مجھے یاد ہے آپ ہیں کے آپریشن کے مسئلہ میں مرنے ایک اسپتال چلائی تھی اس اسپتال کے بارے میں — اس پر ہمارے تحقیقات کا کام لیا تھا — مجھے یاد تھیں کہ مرنے کی تھی۔ یہ تھی کہ اسپتال کی بے فائدگیوں کے بارے میں آپ کی موت — اور صاف بچا گھٹ کے لیے تھے کے ۱۲ ہے۔

عاقبت :۔ تو پھر اگر وہ اگر لڑائی میں ہے اور آپ قیامت پر ہی نہیں ہوتے۔۔۔

نورجی :۔ ان کا ذکر نہیں — مجھے اسپتال میں مدد سے تھا آتے رہتے تھے۔ میں انہیں فراہم کر رہا تھا مگر وہاں —

پھر کہو :۔ آپ قیامت پر تو نہیں۔

نورجی :۔ اپنے جاتے تھے، مگر — (آگ پر چھ رہا دل لکھا ہے)

پھر کہو :۔ آپ اسپتال میں داخل ہی تو نہیں تھیں یہ کیا کر رہے ہیں۔

نورجی :۔ میں نے نہیں — وہاں وہاں اس قدر بے وقوفی کہ یہ دم لگتا تھا ہے۔ میں کہہ رہا تھا کہ یہ آج صبح پھر لگتا دیکھتا ہوں نہ تو کئی جہاں میں لکھا یہ مگر میں نے بے ہوش لکھی تھیں پھر وہاں میں لکھتا تھا کہ اسپتال میں پہلی ہوتی ہے تو — مگر لگتا ہے یہ سارا جھوٹ ہے اس کی نہ میں ہے۔ میں تو وہاں اڑا ہوا ہے (پھر اس پر بدل لکھا ہے)

نورجی :۔ ۱۔ (یہاں کیڑے کر رہے تھے) کہیں تھے — ۱

نورجی :۔ مرنے ہوئے گوشت کا تھوڑا

عاقبت :۔ کہاں ہے — مجھے تو نہیں آ رہی — پڑا یہ بڑی سی پیرہن کہ اس سے اپنی کھول کر ایک پر فریم کا شیشی کا تھوڑا ہے اپنے رنگ ہے آپ کا کہ میں نہیں لکھی ہے یہ تو اس سے قریب ہوا ہے گی۔

(نورجی شیشی کے کہ اپنے کے لئے کا کا مٹھن کرتے تھے مگر اس پر نام نہیں کر رہا ہے)

پھر کہو :۔ اپنے لیے دی، اور بھی کاوشن کرتا ہے مگر نام یہ تو نام نہیں کر رہا ہے۔ بیکر صاحب

عاقبت :۔ کہ ۱۲ (اس سے بچا تھوڑا کر) اور یہاں ہے ۱۲ ہے بچے دیں۔

(پھر وہاں اس کا طرف شیشی بچھا ہے وہ بچے بولنے عاقبت کے واقعے کے بارے میں ہے۔ مگر بچے لڑش پر اتنا جلدی سے کہنے کے بعد کوئی نہیں)

نورجی :۔ کہاں ہے — شیشی تو آئی نہیں۔



دیکھ آؤں اور بروائی دہائی کی شیطانی دھڑلے کے لئے چمکتے ہیں مگر ان کا مصحف کی آواز غی کر اس طرح دہائی میں رنگ
جاتے ہیں۔

مذاہف کا کارہ: اچیس، دھیس، سہیشتی، پھانڈا، پکیزہ سے اسیں جو کھتے آئے ناکیس، آپ۔ فردوس سید پیٹ خام فیروز پر
بچھوٹا دھلی ہے۔

دوسری پہلی سے دوسری دھلی کو کھڑی سرخ سے لٹکوا پہلا کچ کے قریب آتا ہے۔

- ۱۔ فاقہ ۲۔ پیٹ خام ہر جہاں کہاں ہے۔
۳۔ پھنڈی ۴۔ موسم نہیں۔
۵۔ دھراؤں ۶۔ ہر جہاں پہلے آپ کو سم ہے یہ پیٹ خام جس پر ہم پیکر کھ سے خیرا ہے۔
۷۔ فراق ۸۔ جی نہیں تو۔ مگر خیرا ہر جہاں ہے۔ چار خیرا ناکیس طر ہے۔
۹۔ پہلا دھلی ۱۰۔ میں آپ کا مصعب ہے۔ چار خیر پیٹ خام پر پکھنے کے لئے اس جی سے گزرا ہوا اداخ سے فتح کے ایں، چاہا
اکارہ کرتا ہے۔

۱۱۔ فراق ۱۲۔ میں تو ہر جہاں ہوتا ہے۔ دیکھ رہی ہے کہ کسی آدمی سے دیکھ کر پڑے گا۔

۱۳۔ دھراؤں ۱۴۔ دیکھنے کا کوئی آدمی مجھے بھی کھنے میں نظر میں نہیں آیا۔

۱۵۔ فراق ۱۶۔ تمہارا اندھیرے میں نہ ہی کچھ دیکھ سکے گا۔

۱۷۔ دھراؤں ۱۸۔ آپ کا قصہ اور خیرا ہر جہاں کہاں ہے۔

۱۹۔ فراق ۲۰۔ اداکار گری سے اے گریٹ صاحب ہیں جو اس قصہ کے لکھنے سے لٹکوا رہے ہیں۔

۲۱۔ پہلا دھلی ۲۲۔ اداکار گریٹ کے لکھنے سے اے گریٹ صاحب ہیں جو اس قصہ کے لکھنے سے لٹکوا رہے ہیں۔

۲۳۔ فراق ۲۴۔ میں جہاں سے دھراؤں کو لکھتا ہوں۔

۲۵۔ دھراؤں ۲۶۔ اداکار گریٹ کے لکھنے سے اے گریٹ صاحب ہیں جو اس قصہ کے لکھنے سے لٹکوا رہے ہیں۔

۲۷۔ فراق ۲۸۔ تو دیکھ ہی ہیں۔

۲۹۔ دھراؤں ۳۰۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۳۱۔ فراق ۳۲۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۳۳۔ دھراؤں ۳۴۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۳۵۔ فراق ۳۶۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۳۷۔ دھراؤں ۳۸۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۳۹۔ فراق ۴۰۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۴۱۔ دھراؤں ۴۲۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۴۳۔ فراق ۴۴۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۴۵۔ دھراؤں ۴۶۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۴۷۔ فراق ۴۸۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔

۴۹۔ دھراؤں ۵۰۔ میں تو دیکھ ہی ہیں۔



جب سے ہٹ کر آئے اور اگر سامنے کی ایک کڑی پر حرام سے منجھ جائے، بھونٹا بھرتا ہے اور ادا کرتی ہے۔

44-38861-1000

10/20/2004

Schizanthus litoralis

(مربع کے لیے n سے n بار داخل ہوتا ہے)

— *W. G. S. W.*

4/2/2017

مجلس شورای اسلامی

اس پروردگار کے لئے ہے اور اس کے لئے ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔

خیریت! پہلی بات یہ کہ ہماری پیشین گوئی یہ تھی کہ اگر کوئی ایسی بات ہو جس سے ہمارے دل کھیں کھیں کو آ جاوے گا تو اسے پہنے کو آتی ہے تو قصور نہایت

100

میرا خودی بہت اسی نے دیکھا گشتوار کے لشکر سے ملنے پر کہ تم عزیز میرے حسینہ! بن اور عید کا چادر پہنیں اور یہ کہ اور بھی جانا دیکھ

فرط ادا سے عیسویاں منگوائی ہمارے لیے اور جانے چلا کہ ہے کہ کچھ پر فوج ہوتا ہے

حضرت دے قیام! آپ ہی کے ٹھکانے نیک نال کے بے گرفتہ ہوں ہم ایک بیٹیوں دو سے یہ کل کھوں کو دوست ہو گی ہم میں کے مشتعل

622

میرا، فیصلہ اہل حق و عینوں کے غم کی یاد رکھو، اہل حق و عینوں کے غم کی یاد رکھو، اہل حق و عینوں کے غم کی یاد رکھو۔

W. J. G. Meijer

مروہہ چلائے اسے توڑی جا کر دی گئی تھی۔ تمہاری سبیل سے تو پھر تم کو کون جسنے دے چکی ہیں۔

گفتہ میں نے کہیں ہے کہ میری اصل ہے۔ مجھے تو کتے بڑا لگتی ہے۔

میرزا محمد علی

حکومتِ راجہ کے ہاتھ کے ساتھ اندر چلے نہیں رہتا ہے۔ یہ سچ کر دہائیوں کی غرض سے کہنے لگے کہ تو اس کا ہر چہ سارا سبک دے اور میرا ساتھ ہے کہ

اصول نیازی ان کے خلاف رکھی گئی تھیں اور ان کے خلاف دعوے بھی دائر کیے گئے تھے۔

نورۃ النبیؐ کے لئے ہے۔

گفت: «اگرچہ میں جانتے ہوں کہ وہ لوگ جو تیرے ساتھ ہیں، وہ تو کچھ بھی نہیں جانتے، مگر میں نے اپنے غم و غصہ کو اس قدر کم کر دیا کہ اب میں ان سے بات کر سکتا ہوں۔»

جیسے ہمارے پاس حکمران تھے اس ایک دنیا پر ان کی حکومت تھی۔

میں نے اس کے لئے دعا کی کہ وہ اپنی زندگی میں اس کی ساری باتیں یاد رکھے۔

گفتہ را بچند

فرمان: در این جانب چنانچه برآید از دست خداوند تمام امور سے چھوڑ دینا اور اس کو کرنا۔

گفتہ را: جان آپ کچھ تو

دور دراز میں جانب سے نہیں ہوتا ہے۔ جس سے کسی کے پیچھے چلے جا کر چمک بٹاتا ہے اور

گفتہ را: چھٹا انہ آئے۔

برقے میں اپنی بڑی ایک طرف میں اور صوفیوں کے ساتھ رہا ہے۔ کہ جس کی دعا کو کر کے آتا ہے اور انکو اسے پڑھنے کا سلیقہ نہیں

قیس را صوفی را حال ہے اور ایک نے ہرے کا نواز گنگا شکر ہے۔ رنگ گدڑی خوشتر ہے جس پر ناک ساتھ کو گل ہوا اور ہجر اس پر

بیک بیک شکر سے کسی پادری اس کو گنگا شکر ہے

اور ہوا ہے۔ اگلی جی ۱۱ اور گھر پر نہیں تھے۔

گفتہ را: میں نے شکر۔ ہائی کرانی جگہ چھوڑ دینا کہیں گئے ہیں۔

اور میں فوت۔ اگر کہہ اور تھا ان کے پاس میرے کی فانی میں چمک مانے باہر چلے گئے ہیں۔

گفتہ را: چھٹا۔ آپ نے جیسی دیکھ۔ اے گنگا شکر را قیس ہے (قریب) ہرگز کہیں کہیں اپنے اقریب سے کہہ دیکھو۔

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

گفتہ را: میں نے انہیں دیکھ کر گئے

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

گفتہ را: آپ کی شکر را شربت پاتے

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

گفتہ را: میں نے انہیں دیکھ کر گئے

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

گفتہ را: میں نے انہیں دیکھ کر گئے

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

گفتہ را: میں نے انہیں دیکھ کر گئے

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔

گفتہ را: میں نے انہیں دیکھ کر گئے

اور ہوا ہے۔ ہرگز کہہ دیا کہ ہے تھے کہ اس سے باہر میں ایک دیکھنا کہ تھا ہے۔



حسرت وہاں پہنچا تھا ہے

دوسرا حسرت: میں سوچتی ہوں کہ اگر اس نے جس شخص کو نہ بچھا دیا کہ عورت کی بیوی بچا دے کہ شہادت کس یا ظلم ہو جاتا ہے۔

حسرت: میری سبکدوشی کو میری قربانی کا بدلہ ہے۔ چپ چاپ ٹھہرنا کام کرتا ہے جس سے اس کی مستانی سے کہتا کہ اسے درجاعت الخواتین دیتے ہیں۔ اس کے آگے آگے نکال دیا۔

دوسرا حسرت: اس نے تو اپنا دل کر دیا ہے وہاں رہتا۔

حسرت: نہیں وہ اسے کوئی حسرتی بہنالی پر دے تو اس کی دنیا بگڑ جاتی ہے۔ میں کوئی نگرانی کرتی ہے۔

دوسرا حسرت: وہ کیا کیا ہے۔ میری نہ ہو ہے۔ ناہ، کہہ دینا کہ میں اسے کہوں کہ بچھاؤ اس کے دل کو کچھ بڑھائیں۔

حسرت: اسے کہوں۔ وہ تو اسی سال پہلے اسے کا انتقال دیتے دلتے ہے۔

دوسرا حسرت: اس کی زندگی کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

حسرت: تو اس کو نہ سنو کہ کیا کیا ہے۔

دوسرا حسرت: اگر ایک شخص سو بات کہہ رہا ہے۔

حسرت: آپ سنو کہ کیا کیا کیا ہے۔ اسے چاہتا ہوں۔

دوسرا حسرت: اس کی زندگی کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ کیا کیا ہے۔

دوسرا حسرت: میں تو نہیں سن سکتی ہوں۔ اس کی زندگی کیا ہے۔

حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

دوسرا حسرت: کیا کوئی ہے۔ اس کی زندگی کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔

دوسرا حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

دوسرا حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔

حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

دوسرا حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔

دوسرا حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔

حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

دوسرا حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔

حسرت: اس شخص کے بارے میں سنو کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک اور شخص ہے یا نہیں۔



ہا پر سے اس کے یہاں کے آواز میں ہوتا ۔

حکومت انجک کے پاس جا کر بھاگتی ہے، بالی کوئی چیز پچھے آپ کو
مرد، سبھی ایسی ہی نادار صاحب تھے۔ لاکے دلوں کی طرف سے انکوٹھ سے گئے ہیں مبارک ہو !۔
حکومت ایک دم پیش قدمی کرتی آپ کو یہاں کے لوگوں کو نہیں آتی ؟
مرد : وہاں کچھ بڑے بڑے ہیں، لیکن نادار صاحب کو لگا کہ انکوٹھ تک بھرنا آؤں، آنا ہوں۔
حکومت : اچھا جیسا چاہیے میری سب سے کچھ شہرہ چلی کرتا ہے (انجک سے انکوٹھ کی طرف نظر کرتے ہوئے) غلط ہے :

نادار صاحب : انکوٹھ تک پہنچاؤ !

حکومت : آپ کو کچھ سہولت ہو !

نادار صاحب : یہ سب کے رشتے کی بات ہوئی نہیں !

حکومت : ہاں، ان کے پیچھے پناہ لینا چاہیے اور یہ کام ہی ہو گیا۔ (نادار صاحب کو دیکھ کر ہنست ہے)
نادار صاحب : ابھی، انکوٹھ !

نادار صاحب : لیکن کے ایک جگہ ہے جسے کہ انکوٹھ سے کہ ہے

مرد : یہ حکومت کے لئے کہاں !

حکومت : اور وہاں کے کوئی جگہ (وہ بڑھتا ہوا ہے)

نادار صاحب : اب آؤ گئے جہاں وہاں تک پہنچتا ہے، انکوٹھ سے کہ ہے (نادار صاحب کو دیکھ کر ہنست ہے)

نادار صاحب : ہاں، اب یہاں سے جہاں پہنچتا ہے، انکوٹھ سے کہ ہے (نادار صاحب کو دیکھ کر ہنست ہے)

حکومت : انکوٹھ تک پہنچنا چاہیے کہ ہے، انکوٹھ کے قریب کہ ہے !

مرد : یہ حکومت، آج ہی لاکے کہ لاکہ نہیں آتی !

حکومت : انکوٹھ تک پہنچتا ہے، انکوٹھ سے کہ ہے، لاکے کہ لاکہ نہیں آتی !

نادار صاحب : لیکن کے ایک جگہ ہے جسے کہ انکوٹھ سے کہ ہے (نادار صاحب کو دیکھ کر ہنست ہے)

مرد : یہ حکومت، آج ہی لاکے کہ لاکہ نہیں آتی !

حکومت : انکوٹھ تک پہنچتا ہے، انکوٹھ سے کہ ہے، لاکے کہ لاکہ نہیں آتی !

نادار صاحب : لیکن کے ایک جگہ ہے جسے کہ انکوٹھ سے کہ ہے (نادار صاحب کو دیکھ کر ہنست ہے)

حکومت : یہ حکومت، آج ہی لاکے کہ لاکہ نہیں آتی !

نادار صاحب : لیکن کے ایک جگہ ہے جسے کہ انکوٹھ سے کہ ہے (نادار صاحب کو دیکھ کر ہنست ہے)

حکومت : انکوٹھ تک پہنچتا ہے، انکوٹھ سے کہ ہے، لاکے کہ لاکہ نہیں آتی !

نادار صاحب : لیکن کے ایک جگہ ہے جسے کہ انکوٹھ سے کہ ہے (نادار صاحب کو دیکھ کر ہنست ہے)

حکومت : یہ حکومت، آج ہی لاکے کہ لاکہ نہیں آتی !



افتی ۱۰۔ خالق پروردگار تم نہیں جانتیں : اسے اپنے ممالک والے نہیں دیکھ کر تم لوگوں کی نگاہوں میں نہیں ہو۔

دعوت ۱۱۔ اگر تم پروردگارہ پہنچنے پر نہ آجھاؤ خالق پروردگار صاحب زمین کی فریاد کنت داری تھی اور جو سوا کی۔

افتی ۱۲۔ بات کاٹ کر انجیران کا لاکھ بھڑ بھڑا کر دے گا۔ اس وقت سر ہونے کے بعد زمین پر جانے کا رقم آکر سر شاہینگ مدام کی معرفت

ہو جائے اور زمین خود بخود سے زمین کرے گا بھی شیخ کو اسے۔ دعوت خدی کے گئے ہیں اسی اندر پیرا آخر میں تمام اسی ہے اسی

سے آئی کی چٹائیوں کی انفرن سدا شدہ مرقی ہے۔ دعوت تھما نہ کر لڑائی۔ اسی بہت کچھ کیا ہے۔ سب تم سے دوسری کی نہیں ہو اور دوسری

سے کام لیا کرو۔ لڑا لنگ مدام کے۔ دھوا لاکھ تھما ہے کرے کی پشت پر ہے اسی سے دن انفرن کا اور فریاد نہیں۔ کتا ہر گا۔ میں نے

دہی کر دے اسی لنگ کے لئے خبر لکھو۔

دعوت ۱۳۔ گرہ تو آئی گا کرو ہے۔

افتی ۱۴۔ نہ بہت کنت سے تھما ہے کرے میں دھوا کنت لگی۔

(مجید بن احمد داغی جونی ہے : تمام تھما ہے دعوت سے تھما ہے صلیبی پیچے ہوئے)

مجید بن احمد داغی جونی۔ کوئی چہرہ صاحب دینی دہی کے ساتھ ان کا ساواں بھی ہے۔ اکتے ہیں وہ ہیں غریب لگے۔

افتی ۱۵۔ تھما لاکھ لنگ مدام کر لے دیا

مجید بن احمد داغی جونی۔ اسی میں دہی بھڑا کر ہے۔

افتی ۱۶۔ کیا کا ساواں ہے ان کے ساتھ

مجید بن احمد داغی جونی۔ ایک بھڑا ایک لکائی سے بھری ہوئی تو گری اور ایک غریب ہو۔

افتی ۱۷۔ وہ ساواں اسی کرے میں دھوا کر دے۔

مجید بن احمد داغی جونی۔ دھوا کر دے ہے

افتی ۱۸۔ اندر

مجید بن احمد داغی جونی۔

افتی ۱۹۔ کب مر جائی : (مجید بن احمد داغی جونی۔ نام تھما دیا)

مجید بن احمد داغی جونی۔ کب مر جائی : (مجید بن احمد داغی جونی۔ نام تھما دیا)

افتی ۲۰۔ دعوت کی دوسری کرے : (مجید بن احمد داغی جونی۔ نام تھما دیا)

مجید بن احمد داغی جونی۔

مجید بن احمد داغی جونی۔ (پیشا کر)...

افتی ۲۱۔ اچھا کرے کیا ہیں لگے ہیں :

مجید بن احمد داغی جونی۔ اچھا کرے کیا ہیں لگے ہیں : (مجید بن احمد داغی جونی۔ نام تھما دیا)

افتی ۲۲۔ کان :

دعوت ۲۳۔ (پیشا کر) : (مجید بن احمد داغی جونی۔ نام تھما دیا)



مجید بی۔ ۱۔ بی ایک: مجھے جانتے! ۲۔

اچھی ۔۔ میرے صاحب ہے تم اسی کس کا خیال رکھتے! ۱۔ اچھا اب تم جا کر کھانا تیار کرو، اور وہاں اعلا بی سے نیا ڈائریٹس ورٹی سیٹ نکال دینا،
کھانے کے ساتھ دانوں سے تھوڑا سا پھل بھی ٹھکانا لینا، ٹیوٹل سیٹ میں نکال دیتی ہوں۔۔۔

مجید بی۔ ۱۔ اچھا لائی گی۔۔۔ (چلی جاتی ہے)

اچھی ۔۔ (ایک دم گر) مجید بی۔

مجید بی۔ (دوڑتا ہے) بی۔

اچھی ۔۔ (اس نمازی کی گواہ کے ساتھ، گواہ کے لئے کمرہ چھوڑ گیا ہے)

مجید بی۔ (دوڑتا ہے) اچھا بی۔

(پروہ کرتا ہے)

دوسرا منظر

دو دن گذر چکے ہیں، تمام شہر دی ہے۔ آپنا کڑی پر مٹی، لالک کو تپاتی ہے جو سسے پیر کرتے رہتا رہی ہے۔ سرکاری آفیس کے
لگ بھگ صحت مند، چہرے کے نقش سبز، شہر اور میر چلے جاتے، سر پر ایک بڑا سا جھنڈا بندھا رکھتا ہے جس کے چہرے کی
مشابہت سے خدائیں بننا، اساتے والی کوئی بد امتیاز کیلئے، مٹی، نامی ترال رہی ہے۔

آپنی ۔۔ اور سلسلے سے منظر اٹھا کر، صحت، افسوس نکلی رہا کہ ہے کہ اس دو شے کو زندہ رکھا کہ، دم ٹھٹھکے ہے۔ سردی ہی تو
دیکھنے لگتا ہے، آگہر کی پلے سے چس چس کر آتی ہوئی دیکھ رہی ہیں تو سامنے ہے۔

صحت ۔۔ اچھا ہے، یہ کھانے کو کتنا ہے۔

آپنی ۔۔ وہ قیدی دیر سے کہتے ہیں کہ جیسے تو جیسے دیکھا یہ کہ وہ، سبز اگر تم انکی صحت کوئی ہے تو میرے ساتھ گھڑا فٹکل ہے۔

صحت ۔۔ جب سے وہی وہاں رہا، صاحب کا لالاک آتا ہے، اور قید بڑھ گئی ہے۔

آپنی ۔۔ (اکڑی سے) چل کر اسے اس صحت، اپنی تو بھول ہی گئی، عجیب قسم کا اسٹیشننگ کری ہے یہ خالی جہاد کا لالاک بھی، جس نے ایک
دو دو خوراک نامک دم کے پھر ہی کاسٹ لکیر، وہ صحت کوئی ہی کتاب میں آگئیں کاسٹے، پیشہ دار کو قسائی نظر آئے کہ اپنی تو بھول کر پرتی

صحت ۔۔ (اس برائے پر چڑی چکر) تو تم لڑائی لگ دم میں بھی چلی گئی تھیں۔

آپنی ۔۔ اچھا ہے کہ کبر و ناز، اس میں ہی خدائی جا رہا، کچھوں، نیا یہاں کیا ہے۔

صحت ۔۔ کیا ہے آپ؟

آپنی ۔۔ اچھا، غریب شکل لاکھتے، پر جانے کیوں لڑائیوں کی طرح جھپٹتا ہے۔

صحت ۔۔ ایک معلوم ہو کہ ہے یہ پاد۔

آپنی ۔۔ اسے شروع شروع میں سب ٹیکہ ہی ہوتے ہیں، میں جانتی ہوں، انا تھک جاتا ہے، اور وہ پڑنے سے کھلے کھلی کر کہہ لیتا

صحت ۔۔ آپنا بہتر ہو کہیں لڑائی لگ دم میں کیوں ہے وہ پاد۔

آپنی ۔۔ کچھ تو نہیں، میں دیکھی ہوں، خدا چاہتی ہے کہ



راحت و نہیں آئی، اسے غصہ نہ کرو، کوئی دیکھ لے گا۔

آئی، وہ ٹالسی پڑی پڑی کہہ رہا تھا کہ، خدا دیکھو میں کیا بہرہ ہے۔ اچھا پل تو وہاں بند کسے، پھر نہ کوئی نہیں دیکھے گا:

راحت، وہ ہا ہا کہے لگا تھا۔

آئی، اوجھ، لکھ لکھ، خدا کی بات ہے اس میں! تجھے میں دکھائی گا، نے میری بین شیشی اٹلے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھائی ہے! شاہنشاہ!

(راحت دودھ نہ نہ کر رہی تھی)

راحت، آئی!

آئی، شیشی (آئی تھی کہ اٹھا کر دھندلای کی دیوار کے ساتھ رکھ دیتی تھی، اور پھر اوپر چڑھ کر بہت سے سرکاری میں راحت سے کہنے ہے)

اسے راحت:

راحت، آئی کہ طرفہ کھو جائے! آئی!

آئی، وہ دھڑکا، دیکھ تو میں۔

راحت، توں نہیں، خدا نہیں آئی۔

آئی، اس سے بازو اٹھاتا، تجھے کوئی نہ دیکھے گا، تو سب کو دیکھے گی، یہی تو کہتے ہیں۔ شاہنشاہ! اب اب میری تلوڑا دہائی راحت کی طرف

پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ راحت، جبراً تھائی کے اوپر چڑھ جاتی ہے (دیکھ، کسی اسٹاک سے چھوٹے کاٹم۔ اور آہٹا کے ساتھ: اے اے اے)

وہی! اب میری طرف ہر تھائی میں نظر کر رہا ہے، منہ اور گھٹنے کا تو پورا پورا ٹکڑے کر رہا، اس میں گھومنا، اب شیشی سے پورا

دیکھ کر طرفہ کرنا کر دیکھتے تھے تو۔ اب۔ شیشی شیشی بہت بہت خدا باقی نہیں، اگرچہ ماموں!

اسٹاک (اٹھ کر اندھیر چلا جاتا ہے، اب دوبارہ دھائی ہوتی ہے تو ایک کسان کی بیڑی کے گرد آج، جانتے اور آج بیٹھے ہونے لگتے

ہیں۔ آج چالیس کے گنگ، چھلکے ہوئی ہیں، پھر لگاتے ہوتے ہیں، طبیعت کے سنبھالنے سے کہتے ہیں، جادو پر میں سال کا لڑکا

ہے اور کل شہر بہت گردوں کی کھیل بات بہت نے پچھلے سالوں میں تراشی ہے، اسی کی تصویر ہے مجھ پر آج سال کا لڑکا ہے،

پھر وہ بعض پہننے ہوتے)

آج! (اٹھ جاتا ہے) (گھب۔ گھب۔ یہاں زمانہ گذر گیا، دیکھنے انتہا آتے، اب تو وہاں خواب و خیال صوم جاتی ہیں کہ زمانہ کتنا

برآمد رہا ہے، خالی جہاز، اگلے اسکول میں پڑھا کرتے تھے، آکھ میں کتنی ہی وہی، تم پر زنگ جاتی، گرتے ہیں پیش خان پور

پکڑ پکڑی کہتے (چلتے ہیں) خدا ہوا، وہ کسی دلی نہیں چاہ رہے ہیں۔

جہاز، اس میں گھٹتے ہیں، اسی طرح نظریں گزرتے ہوتے، جیسے کتاب پڑھ رہا ہوں)

آج! پھر ہم لوگ شہر کے خانہ پر جو کہیں تھے، اس زمانے میں مجھے اٹھارے لاکھ اٹھارے لکھ لکھ لکھا تھا، لگا میں چھنے والی کاٹمیں

جہاز تھیں، اس وقت میں چھوٹا چھوٹا تھا، جو بیٹ سے اٹھ اٹھا کر آج کی طرف دیکھتے ہیں، پھر اس پورے زمانے سے کہنا شروع کر

دیتا ہے (اس وقت تم، اٹھ لکھتے، کتنی دفعہ میری گھر میں کھیلے ہیں۔

جادو، وہی اے۔ اس وقت میں کافی چھوٹا ہوں۔

آج! (دیکھ لگا کر) کوئی چھوٹا، اس سے اس وقت تو تم، اب اب میری گھر میں کھیلے تھے۔



مجر :- (بیس میں نظر لاکر) اصرار کھانسی کی گواہی بیٹی بیٹی دیکھا نام تھا ...

راحت :- ج

مجر :- والدہ! بیٹی۔

راحت :- کیا بیٹی کھانسی ہے؟

مجر :- ہاں کھانسی پھر تو

راحت :- اچھا لے ... (پنڈ لگایاں نکال کر دیتی ہے)

مجر :- (الٹا سے) ایک لگیے کچھ بھی نہ کیا؟ صرف ایک۔

راحت :- یہ لے اسے بھی ایک لگیے دے (دیتی ہے) ایسی اچلی یہی ہے جلدی دے گی۔

(ہوڈ کر چلا گیا ہے)

(راحت کمرے کے گرد احتیاط سے جائزہ لے کر حادیہ کی تصویر لگا لیتی ہے، پھر اسے اپنی سے حاد کے بچے کے پاس

لے آتی ہے اور بچے کی نشتر حاد دھن میں ڈال دیتے دیکھتے گنتا ہے، دیکھتے دیکھتے دم بچہ کو سی جاتی ہے اور تصویر کو

اٹھا کر بچہ کے قریب لے جاتی ہے، بچہ اسے چمتا پاتی ہے، پھر سب خواب پر گر پڑا، لیکن اسٹر میں کسی کے قدموں کی

پہنچنا آتی دیتی ہے، راحت جلد سے تصویر کو بچے چھپا لیتی ہے، اس کے بعد وہی تصویر بچے ہوتے ہیں، محمد داخل ہو کر

خواب سے اس کی آنکھ پر ٹکڑا دیتی ہے)

مجر :- (ایک کر دیکھ کر) آگیا، دیکھو! کیا چیز اس ہے کچھ ہادیہ جاتی ہے؟ (ایک دفعہ دھکی دھکی دھکی ہے)

راحت :- دیکھو! محمد! دیکھو!

مجر :- (خاکر) نہیں نہیں، میں نہیں دیکھتا، یہ میرے ہادیہ جاتی ہے کچھ دیکھو۔

راحت :- (آہستہ سے) کیا کیوں تو ہے، شاید اسے میرے بیٹا، (مدال جھپٹ کر لے لیتی ہے) اسے داد دے گی یہ محمد مدال ہے! یہ ہے! مجر :-

خواب سے مدال لے گا؟ وہی جی تو ابھی مانگتا تھا؟

مجر :- (سرفراز) ہاں۔

راحت :- (مدال ہاں چلے؟)

مجر :- ہاں، وہ تو میری آپا، دو گئی تا؟

راحت :- (دو گئی۔ پر یہ مدال تو کچھ دے دے مجر۔)

مجر :- (بہرہ کر) نہیں نہیں

راحت :- جی تجھے اس کے بدلے مدال اور شیل کے طور پر ایک جینٹ کی شینی بھی دے دی گی۔

مجر :- (خاکر) جینٹ کی شینی جی؟ (خوشی سے) جی، ساتھ مدال دیتا ہے؟ (فٹے دے لے کر آیا۔)

راحت :- شاید اسے میری جینٹ، پر بات کھل کر نہیں، جی!

مجر :- اچھا۔



دعوت :- تیرے ہاں بھائی کے یہ تو نہیں! یہاں کہہ کر لڑے کس نے نکال کر دیتا:

جو :- نہیں تو! کیوں؟

دعوت :- یہ تو ہی دیکھ رہی تھی (جی ہندوؤں کو چاکلے عرس کے) یہ تیری منی میں کیا ہے؟

جو :- (اتھ فوراً پیچھے کر لیتا ہے) منی! کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں۔

دعوت :- ڈھٹے ٹھیکیاں نکلا میں!

جو :- (جھروا اٹھاتی ہے) ہاں! میں نے کہاں نکالیں یہ تو جاوید بھائی کے وہی ہیں۔

دعوت :- (اس کی منی کھینچتے ہوئے) اکیس... اکیس... اکیس... چار... پانچ... تیرا!

جو :- (ہڈی کی قسم انہوں نے لہو دی ہیں۔)

دعوت :- اچھا اچھا قسم مت لے۔ ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تیرے ہاں بھائی!

جو :- (کسی پر بیٹھتے تھے۔) ہیدک کی کسی کے اوپر بیٹھ کر پانی کے اوپر دونوں ٹانگیں پیچ رہے تھے اس طرح ٹانگیں پیچتے ہوئے (راگ)

گوشت میں دھار دھار پانی پل رہے تھے۔۔۔ اور ان کی نگاہیں جھڑپتے تھے۔

دعوت :- (اشتیاق سے) کچھ بھا!

جو :- (انگلنے کی کوشش کر رہا) ہاں نہیں رہا۔

دعوت :- ہٹ۔۔۔ تجھے آگے پل نہیں دیتا۔

جو :- (کسی سے ڈانٹ کر) آگے آگے شام کو جاوید بھائی کے پکڑنے جاؤں گے۔

دعوت :- (پکڑنے جاؤں گے۔۔۔ جو تو میرے اسے میں وہ کچھ بھی نہیں پل پھرتے تھے؟

جو :- (وچوں میں آئی ہے تپا رہے ہیں کچھ پل چھوڑو)

دعوت :- نہیں نہیں۔ میرا مطلب ہے وہ تو نہیں پل پھرتے کچھ کے پکڑنے کو نکال کر دیتا ہے، ان کی میز کو دست کرنا ہے ان کی ٹانگیں

کو گول کر دینا کہ ہے اس قسم کی کوئی بات جو میرے مشن پر!

جو :- (وہ انہی باتیں نہیں کر سکتے وہ ہر وقت کتاب پڑھتے رہتے ہیں، میں ہر وقت چٹختے پل دیتے ہیں۔)

دعوت :- (خود سے) آگے دس بار پکا بھی چلی گئی۔ ہر سونائی کا اٹھائی ٹیم ہو جائے گا۔

جو :- (سیر۔۔۔ یہیں سے چلے ہاتھ لگے۔)

دعوت :- (ای شاہد میر کچھ نہ آئی۔)

جو :- (آپا میز پر آ کر ہے وہ بیٹھ بیٹھ رہتے، اگر کسی کے آگے اتنی دھڑکائی تو ہوں گے، اسی لئے وہ چلے جاتیں گے۔ یہ؟)

دعوت :- (غلاب کر) چاک کے باجی کہاں لگتے ہیں۔

جو :- (میرے جاوید بھائی، دعوت میں جاؤں گے آپا، کچھ تھے وہ میرے لئے وہاں سے اتلے بڑے بڑے تھامے لائیں گے (وہ انہوں اپنے

پیدا کرتا کتاب)

دعوت :- (دیکھو منی کے اٹھاتی ہیں) نہیں۔۔۔ چاک کے باجی۔۔۔ کچھ بھی ایسا لگتا ہے جیسے رنگیں اور خوشامیادوں پر لائی رہیں، مگر حق یہی



مجھ ۱۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا یہ تھکس کا ہے۔ میں نے کہا کہ کھول کر پڑھ لیجئے۔

دوست ۲۔ (اشتقاقی اور غیر اشتقاقی) میرا خوشی کے کھول کر پڑھا ہوا کا؟

مجھ ۱۔ ٹھیک، بالکل مجھے خوشی دے دیا ہے کہ وہ دوسروں کا غلط خوشی پڑھتے۔

دوست ۳۔ اچھا تو میرا کسے غلط آئی کو دیکھیں دے دیا؟

مجھ ۱۔ نہ (جس سے) فلاں فلاں دے دیا۔

دوست ۴۔ یہ نامہ اس کو کیا ہوا۔

مجھ ۱۔ آپ جانتے... میں سے ٹوٹے دوست آپ کو غلط دیکھیں نہیں دیا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں غلط نہ ہوں گا تو وہ مناسبے کی طرح ہر پانچ

پہنچا نہیں گی۔

دوست ۵۔ اچھا تو کہاں ہے وہ غلط؟

مجھ ۱۔ وہ میں نے پتے سے پھاڑ کر بھیج دیا۔

دوست ۶۔ بے جا رہی آپ؟ — تو نے اس کے ارادوں کا رویہ کر دیا، شاید اس کی بے رنگ نہ گئی، شاید اس کی بے رنگ نہ گئی۔

مجھ ۱۔ (دھڑکی ہو کر) کیا؟

دوست ۷۔ کیا پتہ، آپ کی ایک کتاب اس کے جواب کا اشتراک کر رہی ہو، انہوں نے شاید اس کی زیادہ پر سیدھ کا حق کھڑا کیا ہو۔ وہ سب بڑے

تو نے کچھ کھڑکوں کی طرف اپنے ہاتھ سے کھینچ لیا تھا

مجھ ۱۔ (تھک کر) اہم آپ سے کہہ دے گی۔

دوست ۸۔ نہیں، تو بہت مصمم ہے۔ مجھ کو پتہ، آگ سے کچھ سے اٹھ کس طرح بنی ہوا ہے، تجربہ ہوا، ابھی بہت سننے لگا۔

مجھ ۱۔ (خوشامد) تم بھی غلط نہ کی؟

دوست ۹۔ نہیں، مجھ میں تو وہی غلطی کر رہی تھی، میں تجھے کرتی غلطیوں کی۔

مجھ ۱۔ لیکن؟ میں کس سے نہیں کہیں گا آپ۔

دوست ۱۰۔ ہلکا، میں تو جی نہیں کیوں کہ، یہی تھی۔ میں ایک بڑے بڑے اکاؤنٹ لکھے گی، جو مجھے ہر سنگ تھیں، میں نے کچھ دیکھا کہ میں۔

مجھ ۱۔ تم نے جلد ہی جھانک کر دیکھا ہے؟

دوست ۱۱۔ جلد ہی کس طرح دیکھ کر تھی۔

مجھ ۱۔ وہ جو تم کسی کے اندر ابھی تصویر دیکھ رہی تھیں، تاہم، یہاں میں جلد ہی جھانک

دوست ۱۲۔ (میں کہ) اچھا تو وہ میں میرے جلد ہی جھانک، مجھے تو اچھے نہیں لگتے۔

مجھ ۱۔ لیکن؟ اتنی تو کہتی تھی کہ جلد ہی بہت خوب صورت رہی۔

دوست ۱۳۔ اتنی اندک کیا کہتی تھیں؟

مجھ ۱۔ (خوشامد) فلاں فلاں دے دیا۔

دوست ۱۴۔ اچھا، میں تو کہہ کر ابھی ابھی صورت صورت دیکھنے کا سوچ رہا ہے۔



میرزا غلام احمد قاسم، آپادیکے اور سبکی کچھ حقیر اور دیکھے مرگے کرپٹ پرست تھے۔
 راستہ۔ اس کیونکر پٹ پٹ ہوئی، تھیری گاتی کیجیاتی کہ عدالت پر ظہیر، ویسوں کی بات وازان اور وازان کی بات وازان۔ (چھپرنگ کر) اچھا، میرزا غلام احمد قاسم، آپادیکے اور سبکی کچھ حقیر اور دیکھے مرگے کرپٹ پرست تھے۔

میں نے جس میں میں نے ایک اور چیز کی تھی۔

لاستفادہ سے پہلے اس کی کاپی اور جیوشن کی تحریر ملے !

میرزا اب تم بھی چرکتی ہو؟ کیا؟ اہاں میں یہ کبھی نہیں۔ اس دن آجائے جب یہ نہیں نہیں نہیں۔ میں میں ظاہر ہوئی کہ انھیں نہیں نہیں نہیں۔
گی۔ میرا انکا میں جانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ۔ آتا ہی نہیں آتا ہے۔

واقعہ : اچھا اچھا چل بھی نہیں، باتیں بڑا تو کوئی تجھ سے کیجھے، چلی جی فال والی پھیل اور دال تو ملے ملے۔

محور : رعایت کا اقرار کر لیا اور ساتھ ہی کہہ رہے تھے کہ اس کا الی دانی نہیں۔ جی ہاں۔

۱۔ عدالتوں کے خلاف بڑھتے ہیں کہ اسکے میں پروگرام ہے ا

952

منظر نگار یاد ہی ہے جو پچھلے میں منظروں میں تھا: اجرت نمبر ۷ اور چھٹے منظر کے درمیان ایک جھٹکے کا واقعہ ہے۔ اسی یاد کا

جسے ٹیکہ کر رہی تھی۔ وہ دوا کا ٹکڑا بھرا ہے۔ اسے پانی کے ساتھ لے کر دے۔

اتنی ... عیدوں جلدی کرو، ناختہ اچھی نگہیں یا کچھ نہیں اگلی کا وقت پر چاہیے۔

مجھ سے کی آواز: "اسٹو جا چکا ہے، لہٰذا میں کافی تیار کر رہی ہوں۔"

حق :- سناظر بھی کر لیا ہے اس سے انکار کر جیسا پریشی ہے اور سامانی بھی تو اٹھا کر لے جہاں گی۔

محبوبان! (اورجی سے) مگر میں آپ کا جو ساتھی اسٹیج انٹائی پر ہے۔

انہی کے لئے کہ ان کو غصہ نہ ہو۔

۱۰۔ یہاں جو کہ ایک ایک شخص کے لئے ہے۔

حق : ۱۔ منہ نکال کر یہ مدافعی صاحب دہراں قریب سے لے دیں، منہ کھولنا مشکل ہوگا۔

۱۰۔ کیوں جتنی تم دعاؤں کے استغاثہ کریا

آئی ۔۔۔ عجیبہ اس کے محوِ فکر کی خاطر۔

۱۰۔ مجاہدین جو چین، کامیاب حکومت اختیار کرنے پر توجہ ہے۔ اس کی بدولت ملکی جہاد کو کمزور کرنا اور مسلم دنیا پر

1044-45

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آئی (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵

آئی ۔۔ اب یہ کتاب قلمبردار کی

ہفتی ۱۰ : آتے مٹھان کرتے ہوئے کلمہ پکھنے پر ہی، ترقی پائی مشکل ہو گیا۔



اجتی ۔ اور خدا ہی کا حکم ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ دلوں کو تم چھوڑنا ہی کر دیتے ہو۔ مگر ان کی گمراہی بیشمار ہے۔ اور پھر ان کی شادی ہو جاتی ہے
وہ کیا کیا کچھ کہے گا؟

آج ۔ تو یہی عرض، انہیں تربیت کے مسئلے میں بات چھوڑنا محض ہوا کی، انکی مشورت کی انھما اپنے آپ کو سمجھنا ہے۔

اجتی ۔ کہ ان کی مشق ہے انھما میں جیب کیا ہے؟

آج ۔ میں تربیت کے مسئلے میں بات چھوڑ کر جو کلمہ نہیں بھلا چکا ہے۔

اجتی ۔ اور انھما کیوں؟

آج ۔ مجھے معلوم ہے، انکی انھما اندھا بن کر کوئی چیز نہیں دیکھتا؟

اجتی ۔ تم سے تو یہ دیکر چھوڑنا ہی چھوڑتی تھی، دیکھتے آہستہ بہ تم ہی کی طرف کرتے۔

آج ۔ جیسے عقل سے بھی محروم ہو۔

اجتی ۔ اس کی تو تعلیمی ضرورت ہے۔ مدد ملنا ہی سمجھنے کا سب سے پہلا دھڑلے انداز ہی ہوتی ہے۔ وہ اب درجہ درست ہے۔

آج ۔ وہ غلطی پہلے ہی میں تسلیم کرتے تھے، لیکن ان کی ہر جی نہت ہوتی تھیں، بہت مشکل و صعوبت میں ہوا ہی جبر میں وہ بہت صاف انداز میں
چلتی اپنی مثال کو۔ (پشتہ لیتا)

اجتی ۔ (ان کی ہنس کو نظر انداز کر کے) اس زمانے میں نئی آسمان کو فروغ ہے۔

آج ۔ اس زمانے میں تسلیم ہی کیا تھی، اتنی میں اپنے خدا کی کو پہاڑ گر کر پڑ گیا تھا۔

اجتی ۔ (کچھ دیر سوچتے) اسے انکی رائے کیوں دہانتے ہو؟ صاف کیوں نہیں کہتے کہ تربیت کی بات نہیں کہتے، قصہ ختم۔

آج ۔ ان میں ہی جو مجبور ہیں۔

اجتی ۔ اور دھمکتے کے معاملے میں مجبور نہیں ہو؟

آج ۔ دھمکتے کے معاملے میں تو پھر بھی کوئی تربیت کی بات معلوم چرتی ہے۔

اجتی ۔ کیونکہ میں طرح طرح کے نفاذ کے پہلے کیونکہ ہو اسی طرح دھمکتے ہی قبائلی سے خدا کی ہی میں دھمکتے دیکھتے ہے؟

آج ۔ اب خود کہہ ہی کیوں...

اجتی ۔ کہہ بھی نہیں۔ میں صاف صاف کہتی ہوں کہ اگر تربیت کی بات نہیں کی تو میں دھمکتے کی ہی دھمکتے ہی کی ہی طرح کہوں۔

آج ۔ اگر قبائلی ہی خدا ہے تو میں ہی قصہ ختم۔

مجبور ہیں... (پیشہ مشق سے بکارتی ہے) جسے صاحب آپ کو باہر نکال دیتے ہیں۔

آج ۔ اچھا تو میں چلتا ہوں، قبائلی طرف سے کوئی دعا معلوم؟

اجتی ۔ چہ کہنے میں لایا جاتے دعا معلوم۔

آج ۔ کہہ غلطی پہلے ہی میں صاحب کو کہہ رہا ہے؟

اجتی ۔ مجھے کیا پڑی؟ کہہ دینے کی۔

آج ۔ (وہ جواب پر کر) اچھا قبائلی خوشی۔



میں نے (مذبح) گاڑی کا وقت چھوڑا۔

آپا... (پکار کر) آگیا...

(چلا جاتا ہے۔ مجرا خدا داخل ہوتا ہے)

مجرا: آتی، جاوے جاتی آپ کو سلام کہتے ہیں۔

آتی:۔۔۔ جیسے میرے (دک کر) کیا کہہ سلام کہتے ہیں۔ (ٹپک کر) میری طرف سے دعا ہے، اللہ کہنا، اپنی اپنی کو بھی میرا سلام پہنچا دیں۔

مجرا:۔۔۔ (دروازے کی طرف جاتا ہوا) اچھا۔۔۔ (دروازے کے صحن فریپ چکر) اللہ گم؟
آتی:۔۔۔ وہاں ہے۔

مجرا:۔۔۔ (پچ کر) اللہ کہا کہوں اٹھائی ہوا

آتی:۔۔۔ (غصے سے جھڑک کر) آنا نہیں، اٹھ چکے کہہ رہی ہیں۔ باہر جا کر دیکھو، تیرے گھر میں گناہ چھلکے
(حیرت اور راحت آتی ہے)

آتی:۔۔۔ گئے؟

آتی:۔۔۔ میں جیسے ہی دوا لے لیں، آپ کو کہنے کا وقت چھوڑا۔ (راحت سے) امت تمہارے سامنے ٹھیک کر لیا؟

راحت:۔۔۔ جی ہاں۔

آتی:۔۔۔ بس ٹھیک ہے، آؤ ٹھیک کرو۔

آتی:۔۔۔ تم ٹھیک ہی آؤ، (راحت) عزت سے چلو۔ تمہارے لئے اسی سے کہہ کر ایک ڈیرہ بھی بڑا ہوا گی۔

آتی:۔۔۔ حیرت میں ٹانگ ڈالنا، اگر عزت خدا کا تو عزت خدا کا تو کو کچھ سنا، جیسی، ہوگی۔ (ٹانگ کی گھنٹی کی آواز سنائی دیتی ہے) آؤ، تاکو رہا

دیکھو خدا! (آتی جلدی جلدی تلوار گھنٹی ہوتی باہر نکلتی جاتی ہیں)

آتی:۔۔۔ (ٹپک کر) راحت وہ دیکھ رہی ہیں، سامنے اسی کی طرح چھری سے لگی ہوتی باہر نکل رہی ہیں؟

راحت:۔۔۔ (گھر کی گھنٹی کی حالت میں) کہاں؟

آتی:۔۔۔ ابھی سامنے، وہاں۔۔۔ میں بھی چلتی چلی۔

(خوش ہو چلی جاتی ہے)

راحت:۔۔۔ (میں کی سادگی، اطمینان دیکھ کر) جی ہاں، دیکھم غراب آکر دوسری میں، (ٹپک کر) چل پڑا۔ (ٹانگ کی گھنٹی اور کوئی کے اٹال میں)

بجوری کے پیر میں کے گھر کے آواز میں، راحت غواہیدہ، انداز میں، (ٹپک کر) اسی طرح میں کی آواز دیکھ، (ٹپک کر) اسی طرح

اسی طرح بجوری کی خوش خوش لکڑیاں کی خوش خوش۔ (راحت کی انگلی حرکت کرتی رہتی ہے، اور اس کے انگلی کی خوش خوش آواز)

بہت خود سے بہت دم، انداز میں سنائی دیتی ہے) اگر اُس وہ تو اور صحت اور صحت کی طرف آتی تھی۔ اس وہ تو آواز اور صحت

سے کہہ رہی ہے! (گھر چلا رہی ہے۔)

مجرا:۔۔۔ (دروازہ خدا داخل ہوتا ہے) جی ہاں... ۱۲۰۰...

(مجرا راحت کے گھر میں ٹپک جاتا ہے اور راحت لٹے پڑا ہوتا ہے۔ اس کے میں پورا گرتا ہے)



ایجنٹ:۔ ظہری نہ کریں۔

ایکرو غیث کے بعد نئی مدت سے پہچان ہے، یہی انداز آتی ہے (ایجنٹ بیرونی مدت سے پہلے پہچان کر رہے ہیں آخر میں ہے)
بیوی:۔ ڈاکٹر، آپ ڈاکٹر صاحب ہیں

ایجنٹ:۔ نہیں:

(الحکم کو تیزی سے ایجنٹ کی طرف بڑھتا ہے، گھر کے درمیان آتے ہوئے)
شوہر:۔ یہ میری بیوی ہے۔

ایجنٹ:۔ اوہ! آپ کی بیگم، یکے سزا ہے۔

بیوی:۔ ہر گز نہیں!.....

(شوہر گھر کے درمیان آتا ہے)

شوہر:۔ ہاں یہ بیگم!..

بیوی:۔ ڈاکٹر ہیں۔

(ایجنٹ گھر کے درمیان آتے ہوئے کی طرف دیکھتا ہے)

ایجنٹ:۔ ڈاکٹر

(ایجنٹ گھر کے درمیان آتے ہوئے)

شوہر:۔ ہاں (بیوی سے) ٹیکہ لگواؤں جس میں انکی ٹیکہ ٹاک ہوں کریں ڈاکٹر؟

(جمہوری سے سر ہلاتے ہوئے)

ایجنٹ:۔ بالکل... A B C

بیوی:۔ میرا خیال ہے ڈاکٹر صاحب لکھا غیث میں کہتے ہیں، زیادہ لڑکے چاہتے ہیں اور بالکل غیث میں رہتی ہے، کوئی کوہ گھڑا ہوا ہے
نئے آپ کو فون کیا تھا۔

(بیرونی عدہ انیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

شوہر:۔ اوپر چلیے، اوپر

(دروازے کے قریب جا کر دست دے کر گھر کے اندر آتے ہیں)

ایجنٹ:۔ میں ابھی جا رہی۔

(ایجنٹ اس کی طرف نظر کرتے ہیں)

بیوی:۔ خیریت صاحب، لڑکی کو یہ شہادت ہے کہ آپ ڈاکٹر ہیں، وہ خود کو جلد تسلیم نہیں کرتی، اگر اسے یہ پتا کہ آپ ڈاکٹر ہیں تو پتا
کسی دوسری مدت سے آپ کو۔ (میں ہی ہے) میں نے یہ کہہ کر آپ آتے ہوئے دیکھے ہیں کہ وہ بتاتی ہیں، مگر یہ کہ آپ۔ آپ۔



ایکٹھ :- مشاعرہ کریں ایک ہر ایکٹ ہوں اور

(ات کاٹتے ہوتے)

شوہر :- کیا تم کوئی اور میٹ اختیار نہیں کر سکتے۔

بیوی :- نہیں، ٹیک ہے۔ یہ بھی ٹیک ہے ہر کچھ یہ بنا ہاتھ میں انہیں بٹھائیے، اس لڑکی کو اس کے ڈاکٹر سے کاٹ دیتے۔

(ایکٹھ تیزی سے باہر جاتے ہوتے)

ایکٹھ :- معاف فرمائیے، اسے پتہ نہیں چلے گا۔

(آواز سے کہہ دیتے ہیں)

بیوی :- ڈاکٹر صاحب بیٹے، وہ آپ کو کہتے ہیں، اکیلے سوچ میں نہ لے گا، پہلے کچھ دلوں سے وہ لڑکی بہت غور سے پرکھے گا۔ جب کبھی

باہر ہی نکلے گی تب ہی کہہ رہی ہے، آپ کو چاہو اس کے اوپر میں مزید پرکھوں اور اس کی آنکھیں عجیب طرح سے چمکے لگتی ہیں، ایسے

میں اگر ڈاکٹر اسے نظر کرنا کہتا تو وہ اس پر جھپٹ پڑتی ہے۔ کوئی ڈاکٹر ایک میٹ سے زیادہ اُن کے ان نہیں ٹھہرتا۔

(گھبراہٹ سے پیچھے ہٹتے ہوتے)

ایکٹھ :- ۵۵۵۵

بیوی :- ڈاکٹر صاحب، آگ، آگ اس بیوی کو کیا نام دیتے ہیں۔

(بہ حد پریشان ہو کر)

ایکٹھ :- لے، لے، لے ... لے گئے ہیں۔

(سہارا دیتے ہوئے)

شوہر :- میرا خیال ہے لے، یہ وہاں دیا تو دیا "کچھ نہیں"۔

بیوی :- ڈاکٹر کو بتاتے دو، وہ اپنا میٹ کہتے زیادہ سمجھتا ہے۔ ان کو ڈاکٹر کیا کہتے ہیں اس حالت کو۔

(پریشان کے انداز میں)

نورجنت :- اس حالت کو "فوسٹک حالت" کہتے ہیں۔

(قریب آتے ہوئے)

بیوی :- ۵۵۵۵ (۵۵۵۵) مہلے کیل سائنس اس سیکڑ میں کا کہتے ہیں، اس کا کچھ علاج وغیرہ ہو سکتا ہے؟

(بہ حد پریشان ہو کر)

ایکٹھ :- ال، ال، آج کل ہر مرض کی دواں ہاتھی ہے۔ نئی نئی دوائیوں نے انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسانی

زندگی کی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اب بھی دیکھ رہا ہے کہ زندگی کو برقرار رکھتے وقت ہر چیز کی کمی نہ بات نہ نظر رکھتے ہیں کہ

(اس کی بات پر حیران کے انداز میں ایکٹھ سے)

شوہر :- سیدہ آفس میں کام کیا ہی نہیں ہے۔

ایکٹھ :- دیکھتے، اس مرض کو دیکھنے پر میری کہا جاتا تھا ہوں۔



۱۔ وہ دانش کے طوفان میں تھک چکا ہے (ایکٹھ گرونگ کر)

بیوی ۲۔ تو چہرہ فرادوسر جانے لگی خدا امتحان کیجئے، اُس کی طعنے اسی چکے تو تھاکو اسی نے اپنی لڑائی کو کوسے میں پھول غم کی گور
شعور ۱۔ کچھ دیکھی ہے۔

ایکٹھ ۱۔ لیستوں۔ دوتے جوتے۔ اچھا ہی خدا حافظ۔

(گھبرا کر جانے کے لئے مڑتا ہے)

شوہر ۲۔ بخدا ہی حافظ۔

بیوی ۲۔ آپ کو طبیعت کو بہت ہے؟ بالکل بیمار ہے اور پر ہے دردناک باتیں آتے ہے۔

(جاتا ہے)

ایکٹھ ۲۔ جی جی۔ ماشاء اللہ۔ ۵۵۵۵ ۵۷۷۷

بیوی ۱۔ دنیا میں کتنے دکھ ہیں، کتنے غم ہیں، لیکن پانا گھوڑہ چھوٹا سا جنت ہر طرف کے راج نام سے آتا ہے۔

شوہر ۲۔ تم شیک ایچ ہو، ایک دوا دلوں میں۔

(محبت سے اس کا ہاتھ تھپکتے ہوئے)

بیوی ۲۔ ا۔ پانی سر میں لگی کیس میں۔

شوہر ۲۔ میری بیوی! ہاں! کہہ کر میں یہ کہہ کر کہیں نہیں لکھتا خدا سے تم پر کوئی ناکہ اگر میری جان نہ لے۔

(محبت بھرے انداز میں)

بیوی ۲۔ اگر کئی مہینے سے پانی نہ لگے گی میں آتا ہوں تو خدا کو تم پر پھری کر دوں گی۔

شوہر ۲۔ ایسا کہہ کے تم ایسا نہیں کر دو گی۔ میری جان۔ فیصلہ نہ ہے کہ میں میری زندگی بے سزا ہے۔

بیوی ۱۔ میں جانتی ہوں پانے سے وہ جھول میں ایک مدت ہے۔

شوہر ۲۔ اگر پانے سے کچھ جوتے تو وہ دوا کھا جھول میں جوتی۔

بیوی ۲۔ کچھ فیکے نہ ہونے کا کوئی نسخہ نہیں۔

(شکاری سے)

شوہر ۲۔ اور نہ کچھ ہے۔

بیوی ۱۔ ہم دونوں کھاتے۔ ایک مدت بیت ہے، اگر ایک جم سے لگے گی تو۔۔۔

شوہر ۲۔ اسی سے دوسرے جم سے ہی لگتی جاتی ہے۔

بیوی ۱۔ جس کو خدا۔ میری دعا ہے تم زندہ رہو، میرے بعد ہی۔

شوہر ۲۔ خدا نہ کہے۔

بیوی ۱۔ ایسا کہتے کہتے کہہ رہا

شوہر ۲۔ میری دعا ہے تم زندہ رہو، میں نہ ہوں نہ ہوں۔



بیوی :- خدا دیکھو۔

(علیٹ کا دواخانہ کھلتا ہے، ایک لڑکی اور دو بچے صدمت لڑکی داخل ہوتی ہے)

لڑکی :- خدا تم دونوں کی دعا میں ہے گا۔

(شعیرہ جیت ہے)

بیوی :- Delany

(جی ہے)

شعیرہ :- کون ہے ؟

بیوی :- جیسا لڑکی لڑکی۔

(غور سے سرگوشی میں)

شعیرہ :- چاکلی ڈالیں۔۔۔۔۔

(لڑکی جیب سے پستول نکالتی ہے،

لڑکی :- ہلو کر رہا ہے، دونوں یہاں میرے ساتھ بیٹے ہیں، اللہ ہو کہ میں اپنی بہن سے ملتی ہوں)

(لڑکی پستول نکال کر کانٹا دیتی ہے۔ دونوں یہاں چری خوف اور جھرمٹ سے لگ بیٹھے ہیں، ایک لڑکی گھسٹ کر ان کے

ساتھ بیٹھنے پر ہے)

لڑکی :- مجھے اپنی قسمت پر خوش ہونے کی بجائے گھر سے نکلنے پر مجبور ہونا کھو جا رہی کیا میرا مطلب آپ کے خدا سے ہے کہ

مجھے پتہ ہے کہ آپ ؟ ان آں اپنے ٹیٹ میں تھا ہیں، یہی میرے ساتھ بہت ہی تر ہے۔ میرے خیال میں آپ لوگ میری آمد کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے، نہیں۔

(خیال میں گھر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر آواز میں نکلتی)

لڑکی :- اسے جیٹ سے میں ہاتھ ہے (پستول کھاتی ہے) میں یہاں قتل کرنے آئی ہوں، تم دونوں میں سے کسی ایک کو، کسی ایک کو،

(کاہنچی ہوتی آواز میں)

بیوی :- ڈول۔

لڑکی :- مجھے بہت غصہ ہے، واقعی بہت غصہ ہے، لیکن میں مجبور ہوں

(پتھر انداز میں)

بیوی :- ڈول۔

لڑکی :- مجھے یہ کام کرنا ہے، میں قتل کرنے کو خواہش کرتی ہوں، لیکن۔

(کاہنچی ہوتی آواز میں)

بیوی :- تم تمہارے جیسے میں ڈول، کم میری چھٹی بیٹی کی طرف ہو۔

لڑکی :- میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی، (غور سے کہنے کے الفاظ میں) مجھے اس لڑکی کے شکاری کا کچھ نشانہ نہیں، لیکن میرے اندر سے



چالیس سالہ شہزادہ

لاؤ گی ۔ میں تم کو قتل نہیں کرنا چاہتا ، میرے علاج کے لئے ایک چنانچہ قریبی کا ہے ۔
 میری ۔ ڈول ۔ میری پیادہ قتل ۔ میں نے کہیں بھی کوئی ٹانگہ نہیں دیا ، تم مجھے میرے کئی رشتہ داروں سے زیادہ عزیز ہو ، تم اپنی اپنی
 سے بڑھ کر مجھے اتنے تکسم و اکس سے کوئی زیادتی کی ہے ؟

لاؤ گی ۔ یہ سب نیک ہے اگر میں کیا کرنا ؟

شوہر ۔ ہم اسکا چہ کنوا میں اور تم میں اپنی لڑکی بے گناہ ہماراں ، اسنے مجھے کر سکتی ہے ۔

لاؤ گی ۔ بے شک تم بے گناہ ، وہ اگر میں نہیں کسی انتقامی جذبہ سے قتل ، مگر میں کر رہی ، تم دماغی ہیبت اپنے اور خدا کو گم ہو میرے
 پاس نہیں لٹکا کہنے کہ کوئی دوسرے میں ، سوائے اس کے کہ میں قتل کرنا چاہتی ہوں ، لیکن بے قتل ۔

میری ۔ تم اتنی ظالم نہیں ہو سکتیں ۔

لاؤ گی ۔ (اٹھتے ہوئے) ظالم اور میں ، تم میں سلام ہے میں ایک نئی اور دنیا میں ہی نکلتی ۔

میری ۔ (جلوس سے) میں تو یہی کہتی ہوں ۔ میں نے اور تمہیں دوسروں کی تکلیف پر دستہ دیکھا ہے ۔

شوہر ۔ (میری کا ہاتھ پکڑتا ہے) کیا تمہیں اس سے نہیں کہیں کہیں اور سب سے کہیں تمہیں محبت کرتے ہیں ۔ (ایک دوسرے
 کو دیکھتے ہیں)

لاؤ گی ۔ بے رحم ہے ۔

شوہر ۔ پھر بھی تم بدی اس میں میری ہی محبت اور تباہ کرنا چاہتی ہو ؟

لاؤ گی ۔ (جھپٹ کر) آخر تم لوگ مجھے کہاں نہیں ، میرے اندر کی اور اس سے میری مشعل کو اٹھ کر دیکھو ، مجھے اس وقت دیکھا اس کے
 ہاتھوں میں اس کی تختیوں کی پردہ نہیں دیکھ پائی انداز میں دیتی ہے ۔ لیکن وہ علم ، دیکھ رہی ، وہی کا علم ہے ۔ مجھے صرف ایک چیز کا علم
 ہے اور اس سے اندسہ نہ آئے ، دانی ، اور اس کے ہاتھوں میں مشعل لٹکا کہنے کا علم قتل قتل قتل ، یہ تیرا اور لٹکی لگا دینے کی طرف میرے
 دماغ میں صاف کر رہی ہے اور یہی ملک میں قتل نہیں کر رہی گی ، اور اس کے حجاب سے پھر اس کا اصل نہ کر سکی گی ۔

شوہر ۔ (خوف آمیز فٹے سے) یہ کراؤ نہیں ، اس خوش کام کہ وہ مجھ نہیں دیتی ۔

لاؤ گی ۔ تمہیں ۔ یہ صرف علم و تجربہ ہے جسے اس کا علم دیکھا ہے ۔ اپنے گناہوں کے لئے ، اپنی زندگی کے لئے ، میں اپنے سینے کی بہت زخموں
 کو کھلی ہوں ، اب مجھے ناگزیر گناہ کی امداد دو ۔

(غصہ کی موسیقی ، سوال میری گہرا کر دیکھتے ہیں ، میری دہاتی ہے)

میری ۔ تو تم باز نہیں لڑو گی ۔

لاؤ گی ۔ (نشاہ پیئے ہوئے) میرے پاس زیادہ وقت نہیں ۔

شوہر ۔ (کہتے اور دھتکے ہوئے انگلی سے) ایک منٹ نہ لڑو ، ایک منٹ ۔ ایک منٹ ۔

لاؤ گی ۔ (محبت کرتے کا ناخاندہ جوا کا دھتکے ہوئے کا) مجھے بہر حال ایک گول چاہی ہے کہ میں چلاؤں ، اور اس سے پہلے

(۱۹۵۵ء میں گمان یاد رکھتی ہے)

میری ۔ (ہم کر ، کس پر ؟



ٹوکی :- انا جلد کس پر۔ تم میں سے کس پر گول پڑاؤں۔ تم! واقف۔ تم!

شوہر :- (کھینچتے ہوئے) کیا تم چاچا جم میں سے ایک کا انتخاب کرنا چاہتی ہو؟

ٹوکی :- (دونوں کو جھجکاؤ سے گھورتے ہوئے) انا مجھے تم دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا پسند ہے۔ انا کوئی کامیابی نہیں دیتی، میں کچھ

ایک کا انتخاب کر سکتی ہوں جو کہ تم دونوں ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہو، تم میں سے کوئی جھگڑے کا کاشف نہیں ہو سکتا

کرنا کہ میں نے کوئی بار کہ اس مصیبت سے خلاصی پاؤں۔ (سمجھتے ہوئے) دونوں کی طرف باری باری پتلی کو قہقہے پر ہر حال میں

فیصلہ تم پر چھوڑ دیتا ہوں۔

بیوی :- (دستکیاں بھرے ہوئے) کیا تم چاچا جم میں سے کسی کو کوئی فیصلہ دے سکتی ہو؟

شوہر :- (ٹوکی کو دیکھتے ہوئے) تم نے سوچنا شروع کیا ہے کہ ان کو۔

ٹوکی :- (مجھے اچھا لگتا ہے) باتیں کرتی ہے! اب بھی تم موت کا ڈر کرنا کہتے ہو میری قتل کی کوشش تیز کر رہا تھا کہ جہنم میں۔ اس کا ڈرنا،

یہ کچھ قتل کا غم ہے۔ یہی ہے۔ (ٹوکی کو) کس کو قتل کروں۔ (ایک دم نعرہ دے جاتی ہے۔ غصہ کھڑا ہے) دونوں کو قتل کر دوں

یہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) جلدی فیصلہ کرو۔ (چاچا جھیر میرا فیصلہ ملے۔ تم۔ غارتگی۔ تم۔ آگے آؤ۔ اور)۔

بیوی :- (گرتے ہوئے) نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔

ٹوکی :- تم مرنا نہیں چاہتی۔

بیوی :- (جذباتی انداز میں) نہیں، میں مرنا نہیں چاہتی۔

ٹوکی :- (ٹھیک جہ جھجکاؤ سے شوہر کو مارا، گالے لگاتے اور)۔

شوہر :- (ٹوکی کو قتل کرنے کی کوشش میں) نہیں۔ نہیں۔ غارتگی کچھ مدت ملے۔ میں ابھی زندہ رہتا ہوں چاہتا ہوں۔

ٹوکی :- تم بھی مرنا نہیں چاہتے۔

شوہر :- نہیں۔ قطعاً نہیں۔

ٹوکی :- تم بھی مرنا نہیں چاہتے اور تم بھی نہیں چاہتے۔ ایک ایک کو قتل کرنا ہے۔ ٹھیک ہے میں ابھی کوئی چلنی ہوں (پتلا ہوندا)

گرتے ہوئے) کچھ لگ جلتے، لگ جلتے۔

(خوفزدہ) ہاں کچھ پیچھے ہٹتے

BAND MUSIC

بیوی :- نہیں ٹوکی نہیں۔ کچھ مدت ملے، ایک دوہرا قتل ہو گا۔ کیونکہ میں نے جلدی ہائی ہوں۔

ٹوکی :- (پتلا کاٹنا ایک دم نیچے کرتے ہوئے) انا، تم سے کچھ پہلے میری نہیں رہتا، خدا کا شکریہ ہے۔ اس نے تمہیں قتل کرنے سے روک دیا۔

پتلا فیصلہ زندہ رہتا ہے، (پتلا کچھ کھینچتے ہوئے) خدا یا میں کتنا برا غم کرنے والی تھی۔ تم اور تمہارا بوسہ والی دونوں تھوڑے

دیر میں کچھ خدا کا تھوڑے کچھ پیچھے ہٹتے۔

شوہر :- (خوف سے کھینچتے ہوئے) مت مارو، غارتگی، کچھ مدت ملے۔

ٹوکی :- (پتلا اس کی طرف کاٹتے ہوئے) اب میرے پاس کوئی گھبراہٹ نہیں۔ قبیلہ ہی جوت گئی۔ کیوں کہ وہ جلتے ہوئے ہیں۔

(پستول ہاتھ ہے)

شومر :- (خوف سے ہچکچاہٹے ہوئے) :۔ جھوٹ بول رہی ہے، خدا کی قسم یہ جھوٹ بولی ہو گی ہے۔

لاڈی :- (تنبہی لیتے ہوئے کہ تم پر کبر ہے جو)

شومر :- میں تم کو کہتا ہوں۔ ڈاکٹر نے صاف جواب دے دیا ہے کہ یہ کسی عیسیٰ ہی عکس میں بڑے سے بڑے حیثیت کو دکھا رہا ہے۔

لاڈی :- (اعتراف ہے) :۔ اگلا بڑا جھوٹ۔

جیری :- (خاندان کی طرف اشارہ کر کے) :۔ جھوٹ میں نہیں، یہ بول رہا ہے۔ بکواس کر رہا ہے، بالکل۔

شومر :- بکواس میں کہہ دوں، تم کہہ رہی ہو؟

لاڈی :- خاموشی، چونکہ کوئی بھی اپنے ساتھی کے لئے کوئی کھانے کا چار نہیں ہے، اس نے جگہ دکھا دیں، چنانچہ پڑی کی، اگرچہ میرا سنہ

حرف ایک سالگی میں من ہو سکتا تھا۔

(دونوں خاموش رہتے ہیں، مضافے سے منسلک ہے)

شومر :- کہیں دیکھیں کر لیا جاتے، اگرچہ اگلیا آگے گئی ماریں۔ :۔ تاہم کوئی قریبے۔

(شومر ٹکڑا پیسے لئے کھڑا ہے، جیری اس کے ہاتھ سے ٹکڑا چھینتی ہے)

جیری :- نہیں۔ پیسے لئے تو اسے گولی مانتا ہے۔۔۔

شومر :- جگہ نامی منظر ہے۔

جیری :- جگہ تم پر اعتبار نہیں۔ ٹکڑا جگہ۔۔۔

(دھنگ کی آواز۔ کیمروٹ کر کے دروازہ پر جاتا ہے۔ ریمو انٹ (خدا کا گھر)

انٹ :- صاف دیکھ، میں اپنا نظم بیان کر رہا تھا، میرے لئے یہ بڑی ہنسی آمیزت رکھتا ہے، دعوت کی صفائی پاتا ہوں۔

(کیمروٹ کر کے میز پر بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے۔ ایمنٹ ختم آگیا ہے۔ جیری ہچکچاہٹے ہوئے)

جیری :- (ٹاکٹر) :۔ میں بچاؤ ڈاکٹر۔

(انٹنٹن) :۔ (ات داتے ہوئے) :۔ ادھر والی چار لاڈی، وہ آب بال ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک۔

(جیری آٹھ کے اشارے سے لاڈی کی طرف اشارہ کرتی ہے اور سرگرمی میں کہتی ہے)

جیری :- :۔ یہ کھڑا ہے۔

جیری :- (بھٹ کر لاڈی پر پڑتی ہے۔ کھسکاوتی سے ہنسی چلی کر لاڈی ایک دم پستول اس کی طرف کرتی ہے۔ انٹ ٹھیک کر لیتے ہیں)

لاڈی :- (خوف سے ہچکچاہٹے ہوئے)

(انٹ :- آگے آپ پیاد ہیں؟)

لاڈی :- (خوف سے تم ڈاکٹر ہیں، آمادہ تم ہیں۔)

انٹ :- (خدا عزوجل کے منہ میں سے)

لاڈی :- اب تم :۔ کی باتیں کر رہے ہو، اس کی صفائی ہے، فیصلہ کر لیتے ہو۔



ایکٹ - کیا ہے ؟

ٹوکی - تم میں سے ایک کو سراہے۔ (اسی اسی وقت۔)

ایکٹ - (گھڑا کر چاند طرف دیکھتے ہوئے) اے خدا یا۔

ٹوکی - میرا خیال ہے، تم میں سے جو جگتے کی کوشش کرے، اس پر گولی چلا دیں گی۔

ایکٹ - اہت کی طرف دیکھتے ہوئے میں ہمارے گاؤں میں، یہیں مجھے ذرا حق تو سمجھ آئی۔

ٹوکی - زیادہ باتیں نہ کرو، میرے پاس نشان کھٹکے لئے دفت نہیں ہے۔ جلدی سے چھو کر۔

(جیسی ہے مجھے پیر ایکٹ سے مرٹوٹی کہتے ہیں)

جیسی - ڈاکٹر، پیر کوئی طریقہ سوچو

ایکٹ - (اسی انداز میں) کیا طریقہ، مرنے کا طریقہ؟ میں تو ان تک نہیں مرنے کو ترغیب دے۔

جیسی - (اسی انداز میں) اسی طریقہ تم سب سے جانیں گے، کچھ سوچو۔

ظہیر - (بلند آواز میں) یہ ڈاکٹر نہیں ہے، میرا ایکٹ ہے۔

جیسی - اچھا، تم نے کیا یہ ڈاکٹر نہیں ہے۔

ایکٹ - (ظہیر سے مرٹوٹی کہتے ہوئے) تم نے تو کہا تھا کہ تھدی پری کو اس کا پتہ چلے وہ تم سے اور تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔

جیسی - اب وہ میری صحت سے خوفزدہ ہیں، بلکہ شاید واقعی ہی ہو۔ تم خوف سے بھاگو۔

(ٹوکی چند لمحوں کے گھومتی ہے، پھر جاتی ہے)

ٹوکی - غصہ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس کو قتل کر دوں، میں نے کیا ہے میں تم میں سے ہوں، ایک کو قتل کرنا چاہتی ہوں، ممکنہ طور

پر اس کا فیصلہ نہیں خود کرنا ہے، اب تم تین ہوں، چاہتی ہوں اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کرو، جیسا کہ انصاف کا طریقہ ہے، تم میں

جو اکثریت فیصلہ کرے گی، میں اسے تسلیم کر دوں گی۔

امیال جیسی آنکھوں میں ایک دھیس سے بات کرتی ہیں!

ظہیر - یہ ٹھیک ہے۔

جیسی - یہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہم دونوں مشتعل فیصلہ کرتے ہیں کہ اسی میرے کوہت کے گھٹ اٹھا دیا جائے۔

ٹوکی - تو ٹھیک ہے۔ میں اکثریت کا فیصلہ تسلیم کرتی ہوں۔

ایکٹ - ظہیر ہے۔ اگر میں اپنا علم داپس لینے آتا تو تم کیا کرنا؟

ٹوکی - (ظہیر اور جیسی کی طرف اشارہ کر کے) میں ان دونوں میں سے کسی ایک کو قتل کرتی۔

ایکٹ - تو پھر کون کون میں موجود نہیں ہیں اندھ کو دیکھ کر وہ تمہیں پتہ ہو چکا تھا۔

ٹوکی - یہ تو سراسر حماقت ہے کہ کوئی تم کو دے اور اکثریت کا فیصلہ قبول نہ کرے۔

(جیسی کی طرف اشارہ کر کے)

ایکٹ - اکثریت - اسی صورت کو تسلیم نہیں کرے گی، کیا بات ہو رہی ہے، اگر اسے پتہ ہو تو میرے ساتھ ہی کر دیتے ہیں۔



فیصلہ دیتی کہ لوگ جو نہیں دے سزا، کیسے ہزار روپے کی۔۔۔

شعور بہ کجا سب سے گد۔۔۔

ڑاکی :۔ ڈاکٹر شریہ انکسٹ طرف اشارہ۔

انکسٹ :۔ ہم خاکے لکھتے ہو یہ تم کو۔۔۔ جگہ، حق جو دیتا ہے، اور جو میرے ہی پگڈنڈے پر دم کھڑا ہو رہا ہو میری صورت کی طرح کرتا ہے۔۔۔
ہر پہلے کی اسے جیت بہت ہے، جیت جو میں نے اپنی جی کو پہل دلوں کو کہ میری کی تھی، جیت جو زندگی لکھیں کرتی ہے۔

ڑاکی :۔ کیا جیت جیت لگا کر ہے۔ سب بغیر ہی (میں میری طرف اشارہ کرتا ہے) ای کہ میری ۱۰۰۰۰۰ جیت کی اتنا پیشہ پیشہ
تھے، ان کے خصوصی اور ان کے لئے سب کی زبان پر تھے، تم نے دیکھا نہیں کہ ایک اور صورت کی جگہ کے فنی جو ہے تھے ای۔

پوری :۔ میں کسی کو سچ ہی نہیں کہتی تھی کہ جو خاندان اس طرح کے دھوکا کھاتا گا۔

شعور :۔ دھوکا تم نے دیا ہے یا میں نے؟

ڑاکی :۔ کسی نے کسی کو دھوکا نہیں دیا، تم ۱۰۰۰۰۰ جیت کو دھوکا دے رہے تھے، یہاں تو میری نے کسی نے اپنی ۱۰۰۰۰۰ جیت کو دھوکا دیا، یہاں تک
جیت کر نہیں دیکھا تھا کہ اس میں کیا ہے، اس کی جگہ پر جگہ لکھنے کے لئے پتھر، جیت، اچھا لڑاؤ، پورے، چٹائی اور ۱۰۰۰۰۰
سوئے ہوئے ہیں، سب کے ایک ڈاکٹر نے بتایا ہے۔

پوری :۔ کیا تم ان ڈاکٹر سے ملی تھیں۔

ڑاکی :۔ ان ۱۰۰۰۰۰ ایک بہت بڑا غریب لڑکا ہے، میں نے اس وقت کے بارے میں کسی کو کہ نہیں سنا، اپنی دل کر بھی نہیں، میں نے اس
سے اس کا نام لے دیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم کو بتاؤں کہ۔

پوری :۔ میرا کیا بتایا اس نے؟

ڑاکی :۔ اس نے مجھے کہا کہ (کا نام لگاتے ہو) کہ اس نے کہا، مجھے اس کو اپنی کوئی نہیں پڑتی۔

(مرگرا فوری صورت سے پہچنے ہوئے)

انکسٹ :۔ اس نے نہیں بتایا کہ اس کا کیا نام لگے۔

ڑاکی :۔ اس نے کہا اگر میں نے تم کو بتا دیا تو میں ٹھیک ہر جگہ کی۔ اس نے مجھے یہ بتایا کہ۔

(خست جیت سے)

انکسٹ :۔ ڈاکٹر نے تم سے یہ بتایا کہ اس کا نام لگے کے لئے، میرے ہے۔

ڑاکی :۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کا کیا نام لگے ہے۔ مجھے ڈاکٹر کی جائیت پر مل کرنا چاہیے، تمہیں اس سے میں میری مدد کرنی چاہیے
چراغ روشن، میں فیصلہ کر لوں گا کہ۔

(پستول تانے سے)

انکسٹ :۔ مرگرا، کب، میرے سر کے اندر، کیا کہ میری جو (۱۰۰۰۰۰) اتنا خاکہ لکھتے ہوئے، تم میری میری میری میری میری۔

ڑاکی :۔ میں بہت شرمیلے ہوں، اب مجھے اپنا حلق کرنا ہے، READY ہو جاؤ۔

(اس منہ سے آواز نکلتا ہے)



ایکسٹ ۱۰۔ میں نہیں نہیں جھڑوں گا، تم اگلے مری گے۔ میرا کیا قصور ہے، میں یہاں قہاری زندگی کا تجربہ کرنے آیا تھا اور اب مر رہا ہوں۔
بیلر اپنی زندگی کا تجربہ کرانے، نہیں، ہم بیوی ساتھ مری گے۔

(ری سی ہے)

شخص ۱۰۔ تمنا کے لئے جگہ اس سے چھڑاؤ:

ری سی ۱۰۔ جی جیکے چھڑاؤں، انہی نے بہت معافی سے پکڑ رکھا ہے۔

(تینوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)

شخص ۱۰۔ کچھ کرو، انہی بہت سی کیا روک رہی ہو۔

(لاکی چند لمحوں پر روشنی میں سینے کو دیکھتا ہے)

لاکی ۱۰۔ میں تم دونوں پر گولی چلاتی گی۔ اب میں کو بھی گے۔ اس کی قسمت: یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ ONE TWO THREE۔

(تینوں بھاگ کر گر جاتے ہیں۔ لاکی سکون کا سانس لیتا ہے، چیخ رہا ہوا ہوا ہوا)

لاکی ۱۰۔ گولی کسے لگی ہے؟

ری سی ۱۰۔ جگہ میں خراب ہوئی۔

شخص ۱۰۔ میں خراب ہوں۔

ایکسٹ ۱۰۔ میں ختم ہو چکا ہوں۔

لاکی ۱۰۔ ہائیکو۔ ٹھکانا نہیں ہے، ایک گولی تم تینوں کو قتل نہیں کر سکتی۔ تم میں سے دو یقیناً زندہ ہوں گے۔ میرے ایک کو۔

(تینوں انکار اپنے جھونکوں کو ٹھکتے ہیں)

لاکی ۱۰۔ یہ قہر ہے کیڑوں میں پھنس رہا ہوں کیا ہے۔

ایکسٹ ۱۰۔ شاید باندھ ہے۔

لاکی ۱۰۔ اور گولی، گولی کہاں گئی، اس کے جسم میں ہے۔

شخص ۱۰۔ (اپنے جسم اور کیڑوں کی کاشت لے کر) اب کیا تم میں اپنی گولی کاغذ بننے پر بھی مجبور کر دے گی۔

ری سی ۱۰۔ (پسینہ پڑ پڑتے ہوئے) کہیں گولی کا ایک ٹکڑا نہیں۔

ایکسٹ ۱۰۔ (میرے پہلو، اٹھار اٹھارے غم سے) کیسا ہے! پستول میں بارود کے ۱۰۰، کچھ نہیں تھا۔

لاکی ۱۰۔ کیا تمہیں شبہ ہے۔

ایکسٹ ۱۰۔ (پستول سے دھڑکا ہے) اور غور دیکھو۔

لاکی ۱۰۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سب ٹاکڑا کی ٹیم ہیں، میری اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔

ایکسٹ ۱۰۔ میرا ٹھکانا ہے میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔ تمہارا بہت سے گھر یہ فاقی جب میں اس وقت تک کسی کے گھر نہیں چلاؤ گا۔ جب تک

اپنا گھر نہیں کر لیتا۔

(چلا جاتا ہے)



لوگ ۔ مجھے انہی سے میری وجہ سے آپ کو اتنی تکلیف ہوئی میری دل میں آپ لوگوں کی بددستگاری رہی۔ مجھ پر کتاب پیسے گئی
چلنے کے بعد میں اس کی ٹیکہ برنگی رہی۔ یہ کتاب میری زندگی ہے سارا میرا دل اس پر گرا ہے۔ اور وہ کتاب
بہت بہت شکر ہے۔

شعور :- یہ سب کیا تھا؟

پہلی :- شہید کوئی شہداء ناموں تھا؟

شعور :- اہل اللہ ایسے خواب ہی دیکھتے ہیں دنیا کی کوئی طاقت ایک دوسرے سے چھین نہیں کر سکتی۔

(گوئی کی کتاب)

لوگ :- اہل صاف کیجئے۔ ایک بات جو چھٹی تھی۔ آج میری صحت بچہ کی کوئی میں کہ باخبر میرے کمر کا یہ اللہ اور اہل اللہ ہر روز اس
خوشی کے موقع پر باقی پٹائے میں پڑا ہوں ۔

(ایسٹرن پٹائی ہے)

(ستمبر ۱۹۷۵ء)



قدرت اللہ شباب نے کہا عرف حب الوطنی
کما جذبہ کافی نہیں ہے ہمیں جنون پیدا کرنا
ہو گا۔ جوشی جہاد اور شوق شہادت۔ اسی
میں پاکستان کی سلامتی اور مستقبل کا راز
پوشیدہ ہے

ممتاز



آمل

حسن خیال

کیا چاہتا ہوں

نظمیں

نہلنے سے مہرو وفا چاہتا ہوں
فدا دیکھنا کس سے کیا چاہتا ہوں
نئے دل سے دل کی کیوں جس سے آگیا
وہ مونس وہ درد آہستہ چاہتا ہوں
نہیں شوق چشمی پر جو سہیں آج ہے
کو قہر سے تجھے اسے خدا چاہتا ہوں
یہ صہی طلب لگا ہے کیا نہایت آہش
جو کوئی نہیں چاہتا چاہتا ہوں
مستورہ صورت درخشاں درخشاں
دل و وجہ طہر آشنا چاہتا ہوں
کبھی میں کبھی دلی دو پہر کو جانے
وہ کیا چاہتا ہے اسے کیا چاہتا ہوں
مرے فوق میں ہے لطافت پسندی
نہیں صہ صہ ادا چاہتا ہوں
خودی کو بوسے کو ہے تجھ ہی میں
کہ اپنے ہی میں گم ہوا چاہتا ہوں
نہاں سے نہلنے کی بجائے کوئی کتنی
میں کہ کبیر ایسا نا چاہتا ہوں

ہیں میں پھر ایک آشنا ہے خیال
شہل نازک مویں مہار وہ سال
ہر بیادوں کی یاد آئی ہے
نور کو چاہو نصیم شمال
نور کے نقش پا میں ، نعلوں میں
سویاں بہشت کے خد و خال
پھر مرے نور انہی کے آگے
طور ، چھپے رہا ہے دوست سوال
پھر میری جیسے فوق لگیں ہے
دوست رنگ و بو سے ، ہاں ہاں
مجھ سے ، کاوہ بہت است ہو
نور آفاق کی نہیں یہ مہال
میں و خاتک رنگ و خشت سے بگ
پہن رہا ہوں ، تمہیں است ہمال
اسے نہیں چہرہ نیچے ، مہر دے
آہر جام میں ، آتش میں
تو جس آتی کسے ، یہ اگڑائی ؟
کہ پکھنے لگی کہاں ہلال ؟

کیمت ہوتے ہیں
نفا میں کرکوں کا ایک جز
تیرا آقا ہے ، منہ لانا ہوا
سوتے نہیں
آگہ میں چاہوں کہ وہ نہیں

مہر پڑھیں کہیں ایک
ہاں ہوں قسبوں کی
سیرت مریاں سے ہنسنے ہوتے
ایک جاں بیکوں

آٹھ پریم ، ہوش انداز
"ہل" مری جاں پا
ہوں ہوا
منظر پر تیرا قرآن گوہر است



تیرا زبان جسے کہتے ہیں!

وہ میری سیر چم بندوں کی خاطر

ہستی کی صورت کا دل چوں کہ حرکت ہے،

مجھے وہ بندوں کی مشینوں پر جانوں تک

پہنچا کر رہے گا

جنہیں سُن کے لمبوس ہو کر رہا ہے

وہ زوہِ شب گرو

مجھے پہنچے وہ سوسوں تک بھر رہا ہے

میرے پاؤں میں کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

اب آفریں تیرے مشرق کے

اگر نہ تیرے تھے تیشاؤں کے اثر

داگ آ رہتا وہی ہے!

اسی زورِ شب گرو کا

اک کتا یہ ہے جڑے گزشتوں کا یہ قاتل بھی

جو دستِ حرکت ہے

مغرب کی مشرق کی پہنائیوں میں

جنگل بھی چھو رہا ہے!

یہاں اس دماغِ سرِ پائی میں

پہلے کی مہلہ ہے والی جامے لئے بھی

کہ اس اجنبی سرِ زمین میں!

یہ سب ستر و سلاں

ہماری گود گاہ میں اک پرکاش ہے گی چم کر!

بکھڑا تے گا جلد

افسوسہ ماہوں کا خاندانہ دشمنی کا یہ خاطر

اور پھر مافیت کی سحر

اس کا نقشِ کعبہ پہنچے گا

تجربہ داریت کی طلب تھی،

دہلی کی محبت میری سرِ زمین کی!

شبِ بامِ انجمِ طرب! جامِ وینا کی

خزل کی اسودگی کی طلب تھی!

طلب تھی سحرِ گاہ! محبوب کے گرمِ دماغت سے لہجے

بالش پہ خوب گراں کی!

اور اس انجمِ گرمِ سرِ گاہ سے خدا!

ماہِ شمس تیری پہ بس نگاہوں کے محبوب کی لاش

پہرا جینی قید میں!

روشن کے برفِ نازوں میں بیگار

دہلی کے شبِ بادِ مکرمل کی خاطر!

اور اب سالِ میرے

یہ "فوجی سرِ زان" میں خدمت گزار کی

یہ درِ بوند کوئی!

یہ درِ بوند ہے سدا نعلی

میں کا اچھی توں رہا تھا

آئندہ دھماں بھی بے نشان ہو چکے تھے!

حقیقت کی دنیا تو ہے ہی!

مگر اک خیالوں کی خواہش کی دنیا بھی ہوئی ہے

جو آخر کار تجھی سے تقدیر کا فیصلہ ہو!

مگر اتنا ہے حق!

تیرے تھراؤں ان خیالوں پہ کجا

توہ تو یا اس

کافی کے اندھے تھے گی تھی!

کہاں بھول سکا ہوں

مے صندِ صیبا بہتاس!

وہ نئے ہستی کے دہقان تھے،

یہ "فوجی سرِ زان" کی پیکارِ سوں میں



نظم

خبر کنی آسمان کی ندا
وہ جاگلی ہے آفتی کا دے
اُن سب دلوں کی چاندنیا
اُن کے ماحول نہ میں چم
سبھی کھو گیا
تمام تاسے
اگر کنی ماحول پیو گی
پلی گئیں وہ طوفانِ بے گناہ
گربا بجانِ شمع کا
تو پتہ نہ کہ ہو گئیں مہاش
خوگیا گوی کی چاندنیا سے
دھوکا گئی تیری کہ چادر
اور اس پہلے
بلکے گئے سب کے قہر بہت چم
خاس تھا تو یوں کے مہاش
ہو اس کو کہ گئی خبر نہیں ہے
کسی کو کہ گئی خبر نہیں ہے
کہ وہ شمع شہر ہے نکل کر
کھر کھڑے کاشے کیا تھا
دا کوئی جاوہر اے کوئی منزل
کسی مہر کو بے دماغ سفر نہیں ہے
یہ وقت زنجیر و زنجیر ہے
کسی سے ٹوٹی ہوئی گڑی ہے
یہ دم وقت کی گڑی ہے
یہ وقت آئے قہرِ راز
میں راجھی ہیں کے دھوکا ہیں
کھلی کھلی اپنے قہر سے
اُن کے کذاں کا لہار
کبھی یہ سب ہی ماحول کی
کبھی یہ گل بوٹے افسوس کے
کبھی یہ گریں خبر ماحول کی
کبھی یہ خون جگر کے دینے
یہ چاک ہے یہ سود کا
یہ شہر ہے یہ میراں کی
یہ محل اب ہائے مہوشی کے
یہ شہر ہے یہ گندہ کی
یہ جاوہر روز و شب گزیر
بھونچو یہ لہجہ سود
پہنچو یہ پینڈے کی ہے
کبھی یہ فریادِ شہرِ شہر
کہ توچ کر اس کو چھیک ڈالو
کبھی یہ سرگوشیِ محبت
کہ ہم کہ چھوٹے گانا



نظم

میں کیا کھوں کہ جو مسسرا تھا رازِ شہر ہے
وہ عالمی کی زبان میں کہیں لگے دھوکا نہیں
نکل گیا ہے بہت مہاش و محل و محل و محل
شہر کی کینیت اپنی دم نہیں ہے کہیں
یہ اپنا مہاش ہم انوشس میں نہ ہو رہا
یہ اپنا جود کہ ہے کب سے جود میراں
اس مہاش خاص کو چاک سے چھپانے ہوئے
داگہ لیا ہے زمانہ گئے گئے ہونے

میرے دل میرے ساف
بنا چر سے حکم صادر
کو دلیں وہ جوں ہم تم
ہی گئی گئی صداہیں
کریں سنا نظر نگر کا
کو سراخ کوئی پائیں
کسی چار ہمسہ پر کا

ہر اک انہی سے پوچھیں
جو پتہ بتا اپنے گھر کا
سب کوٹے چٹاواں
ہیں دی سے بات کرنا
کبھی اسی سے بات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
جو سنا نہ کوئی چٹاواں
بیم شکایت کرتا

تو میں کیا کہوں کر کیا ہے
شبہ ظم بُدی ہا ہے
ہیں ے مجھ کا غنیمت
جو کوئی شمار ہوتا
ہیں کیا ہا کا مرزا
گر ایک بار ہوتا

اُدھر حوصلہ اُٹھتا ہے
 پھر مشقوں کے ساتھ
 شوق میں بیٹھ کر
 اوردو لڑکے شوقیہ ناول کے حوصلوں میں
 اُترتے ہیں
 اُدھر مشق سے پیادہ آجیب آواز کے ساتھ
 کو چاند بنا ہے
 اُدھر غریب سے تیرکی کے فوٹے، آبی کر
 دشتوں کی حب لہروں کو چاشنی ہے
 اُدھر صوم بدلتا ہے
 اُدھر گلوں میں گھنے، غریبوں پر پڑتے پڑتے
 گئے ہیں
 اُدھر توں پہ شہم آجینے ہیں کہ اُترتے ہے
 اُدھر غور سے ہوشیہ کے کا جوہر
 اُپھٹا اُتوں میں نے شہل زمیں کی
 دلتا پھر رہا ہے
 جیسے بے چارے کی زبان کا حرف اُس کے کلم سے
 نکلا
 اُدھر کے اوردو لڑکے ہاشمی، انسان وہ
 کر گیا ہے
 اور کئی چلنے والی ہے



خواب کی باتیں

میں بہت سست سست جات، اور شہر ہفتی مونس

(۱۱)

آٹھ میں بھلیاں تھیں، ایک کے درجے تھیں
جینتی سرتے بہ نر، سحر نگر سے بے سحر

مگر نہیں، دیا نہیں

غلم نہیں، جفا نہیں

آزادی تار، نہیں

مادرش قفس، نا نہیں

یہ بھی خبر دیا نہیں

کس پر پڑی ہے یہ نگر، پتہ لگ کر کدھر

انکوں میں بھلیاں تھیں

ان کے اثر سے بے خبر

جینتی سرتے بہ نر، سحر نگر سے بے سحر

(۱۲)

جب وہ غلام تھے، ایک دھڑلے مڑ گئی

وہ جہاں سست سست تھی، جہاں تھی تھی

بے لگتی، دولت سست

کو لگتی، بوسٹ کا سست

چوڑی لگتی، یہ مہاں تھیں

آنکھ کو، جو انتقاد

شوقیہ نیاز سے، عشوہ پاک ہاں سے

مہم غلام تھے، ایک دھڑلے مڑ گئی

(۱۳)

ہاں وہ عجیب تھا سال، اور فضا اور سوس

آئی نگر، نا لگتی، تھیں لگتی، ایک تھیں

کہ وہ پسینہ شباب

ہاتھ شروقی، جاب

وہ لے، اشراقی، کتاب

دیرا ہی، وہ تھیں تھیں

وہ تو کبھی، نا لگتی، ایک تھیں

ہاں وہ عجیب تھا سال

دو فضا، وہ تھیں

آئی نگر، نا لگتی، تھیں لگتی، ایک تھیں

(۱۴)

جام پرست کا تھیں، تھیں تھیں، ہر طرف

میں بہت سست سست جات، اور شہر ہفتی مونس

مہم غلام تھے، ایک دھڑلے مڑ گئی

وہ جہاں سست سست تھی، جہاں تھی تھی

بے لگتی، دولت سست

کو لگتی، بوسٹ کا سست

چوڑی لگتی، یہ مہاں تھیں

آنکھ کو، جو انتقاد

شوقیہ نیاز سے، عشوہ پاک ہاں سے

مہم غلام تھے، ایک دھڑلے مڑ گئی

(۱۵)

میں بہت سست سست جات، اور شہر ہفتی مونس

آئی نگر، نا لگتی، تھیں لگتی، ایک تھیں

کہ وہ پسینہ شباب

ہاتھ شروقی، جاب

وہ لے، اشراقی، کتاب

دیرا ہی، وہ تھیں تھیں

وہ تو کبھی، نا لگتی، ایک تھیں

ہاں وہ عجیب تھا سال

دو فضا، وہ تھیں

آئی نگر، نا لگتی، تھیں لگتی، ایک تھیں



(۱۶)

جام پرست کا تھیں، تھیں تھیں، ہر طرف

میں بہت سست سست جات، اور شہر ہفتی مونس

مہم غلام تھے، ایک دھڑلے مڑ گئی

وہ جہاں سست سست تھی، جہاں تھی تھی

بے لگتی، دولت سست

کو لگتی، بوسٹ کا سست

چوڑی لگتی، یہ مہاں تھیں

آنکھ کو، جو انتقاد

شوقیہ نیاز سے، عشوہ پاک ہاں سے

مہم غلام تھے، ایک دھڑلے مڑ گئی



ابدی رات

توئی کی شام دلاؤں ہے گھٹا رہنورد
اب بھی پردائی کی ساقی میں ایک آئی ہے
آسم کے باغ پہ متولی گھٹا چاتی ہے
اب بھی تہی کی پیکر ہوئی ہنسی ہیں وہی
سرسری ہوئی شاخوں میں بھرا ہے پھل
لوک کوئی کی ہے بے تاب تھا اب تک
تڑکی دھڑکی میں خنداں ہے اب تک ہناب
اب بھی چوں میں ہے کروں گا دکھل ہی باقی
توئی جام ہے پینا، تو ہے چپاؤر خام
ہاں بکتے ہوتے سالے میں کر ہے موجِ خمار
پادشاهی کیمنی ہے ریت کے ٹیوں پہ رہنورد
پھر بھی منظر میں کی سی یہ لکھتی کیوں ہے؟
اب بھی یوں دہرو و شان و شہنشاہی اب بھی
آپ بھی بے تاب ہے دامانِ تپت آپ بھی
سب بھی پر وہ محبت کی نعر ہے خاموش
پادشاهی کیمنی کی دہے گی مسخو
صحب چار آئے گی، بکھوں کو گھار آئے گی
امیر خندان دیدہ کشا کی نہیں کوئی بہادر
دل کا تاریک گوشہ "ہدی رات" کا سمور
لکھنوی حشر ہے فساد کا بھرا بھی او جہن
تیز رفتار زمانہ، مرے دل، دور گیارہ
توئی کی شام گر دیکھ ہے گھار رہنورد



دو ملاقاتیں اور وقت

(۱۱)

پہلی ملاقات

”تھا اس کا دل کھٹا ہی صراصر نہ نہ مٹ
 کم اہت جاہلی ہے ہماری نظر کہاں“
 بزم دل جلوہ گرہ کا پکڑاں ہے ہمدم
 سسے وہ چمٹ مٹا نکلاں ہے ہمدم
 اُن کے آسٹکی خبر وہ نہاں ہے ہمدم
 اس سے پہلے مری نظروں میں تھی دنیا نامک
 مہر و بہار تھے یہ نور ثریا سار بہ
 آج ہیر کی دھماکا کن دھماکا ہے ہمدم
 غرق ہے کوہِ آرزوئی گیسوئے وفا
 فدا فدا نفسِ محکِ نشان ہے ہمدم
 وہیم آئی ہے جو کانون میں صدائے ساقی
 ہے اور وجد میں مٹل بہ ملائے ساقی
 اور اور شیشے سے رتن کی ہے ہمدم



(۱۲)

دوسری ملاقات

”یہ خبر از عشقِ داز آئینہ عشق
 صوفہ رو کردہ سٹاپین عشق
 میں الگ ہر باب ہوں وہ جہاں ہے خاموش
 کیا کوئی مرنے والا سارہ وفا ہے خاموش
 عشق پر نظر ہے سہڑ گاں ہے ہمدم

میں پر سزا دہی ٹھونچوں چیز ہے یہ وہی رخسار دنیا لعلِ دل کویر ہے یہ
 کیا قسموں کا دہی تیر گنبدان ہے ہم
 جلوہ رز کی ہل سے جھلک باقی ہے عجب ناز کی پسلی سے جھلک باقی ہے
 وہ طہمت کی تصویر کہاں ہے ہم
 لگی امید جو مٹا زینچہ دامانِ خیال آفتی دل پہ جو روشن تھی کبھی شمعِ ہمال
 وقت کے کون سے کہنے میں نہیں پہنچ

(۳)

اور وقت

ہے جہز کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
 اب دیکھئے شہری ہے جاگِ غم کہاں
 وقت ہی غارِ غم پہنچا سستی کے لئے وقت ہی تیرا دواں ہے دگر آتی کے لئے
 وقت ہی مریم مسکندیاں ہے ہم
 پھر قصودے ترانے ہے مہب آج صبح اپنے وہ محلِ قسوں ساز وہ زلفِ ہریم
 آج پھر تاختِ عشق دواں ہے ہم
 کاش پھر دل کے آفتی پر دستِ نکلا کاش پھر وقت کے محل سے وہ یلہ نکلا
 وہ دہر کہ جو قرعہ دگر جہاں ہے ہم
 میں اتنے کہا ہے راضی کہ ہو مصلوبیناز عشق کی راہ کشی اس کا سفر دھندو دواز
 عشق کی منزل مقصود کہاں ہے ہم



روشنیاں

آدمی

اُبل اُبل چیز اور بجلی
نرسٹ سے کے کھوں کی
دن چھتے ہی کس انداز سے بولی ہیں
دو ٹیوں کی روشنیاں ہم بولی ہیں

آدمی۔ مجھے کسی کی ہوتی بات کی ایک ڈیڑی سی تیز
میں سے دنیا زیر و زبر سب کچھ دیکھیں چرکے نہ لگیں
جکڑ۔ جیسے دھڑکا حبشی سا نہیں کہیں ہوت
جان نے کوئی جیسے بالکل بھول ہیں
انسانی بچتا کے دھوکے دو ٹیوں کی روشنیاں ہم بولی ہیں
دھوکے۔ مٹی کا اک ساگر میں آٹا ہے طوفان



دلت کی گود میں ہے مجھ کی لاش
ہاں بھاد صبر ماتم کہ نہیں
پڑ سکوں تو گئی کچھ در کو پھر
سما قوم کی فحشست کے این
سوتے ہیں خاک پہ یہ تانے
خشب میتھ کی وضعت ہی نہیں
ہی کوئے سب ہیں شہیدانِ وفا
میں کی میراث چلے گی آگے
میں سے پہلے شہرے لگایاں دھول ہیں
دو ٹیوں کی روشنیاں ہم بولی ہیں
میر آدمی سے چہانے ہوئے



زندگی اے زندگی

(۱)

فرقہ نشین اور پیر کی

ہر کھڑا ہوں تیرے وہم و زندگی

ملتی و منسلک

فرقہ پرکشش اور پار کی

اسے یہاں خدا جس کی دعا بخشی

زندگی اے زندگی!

میرا تیرے وہم پر لگی چھوڑ کر اوت سے

سختی، مہربانی، تیرے کئے دیئے دیئے زندگی

کھینچا تو چاہا تیرے شمعوں میں، رہے جوتے

گروہ گیری، تنگدلی کے مسئلے

مستقل، متعلق ہو جاؤں کے متعلق:

وہم و ہراسہ، پار کی، فرقہ نشین اور پار کی

میں نہ کر کے کھانوں

جس کی ہر دھڑکی میں نہ گئے وہم و پار کی، فرقہ نشین

زندگی اے زندگی!

(۲)

کھتے سائے مجھ کو قص

تیرے وہم کے پردہ کی قلم پر

کھتے سائے، کھتے کھس

کھتے پسیر کر مجھ کو قص

ہوا کہ تو کہیں دیکھے تو آیا تم پر

ہو نہشت، دکھ کہ جام پر

نشا دیکھ ہے تیرے صدیوں کا آہنگ و قدم

جادوئی فرشتوں کی گئی انگڑی کھڑی کھڑی

آج کل کی گجرا ہوا، پتھروں کی پیم

اس طرف، پار پر کوئے دم

ایک طرف، ایک سیریل بیکری

تو پتے کو پتے سرے شام و صبح کی کشمیری

اے نگاہ و نشان!

اپنی نشت کشت، غم و غم سے پیری، جانب جاک ہی

زندگی اے زندگی!



یاد

عشقیہ رشتہ! تجھ یاد تو ہوگا وصال دے؟
 جب تو کا نہ ہو اے جھوٹے
 نرم باتوں کی طرح
 پانی کی باتوں کی طرح
 دل میں پیدا کی گئی تھی سکون کا عذاب
 ماضی خواب طریقہ فراموش کر — لا
 ساجن بھر ہر سو کا ستار
 بننا چکا سرچٹھا ڈھانڈا
 رشتہ رشتہ ہی بھری — سب سے بھی بھری
 انجمن افکار پریشانی میں کہ
 برق اور جگمگاتوں میں کہ
 اور آدک ماسٹار
 میں کو سو میں نے بھلیا تھا ابھی
 دھندلے خوابوں نے ستایا تھا ابھی
 ٹوٹ کر دو گلاب گھاتے تھے میں گرد آلودی کے
 اور وہ رات بھی — وہ عشقیہ رشتہ کی رات
 پر گئی ناز و انجلا سمجھتے —
 آج وہ گھٹیں جتنی کی کرن کو لے کر
 زندگی کا وہ سبھی، انہام نہیں



زندگی مجھ نہیں، انہام نہیں
 یاد باقی نہیں، انہام زندگی دنیا بھی نہیں
 خوب اور خوب کی تعبیر سے نفرت ہے لے
 ہاں مگر عشق کے جذبات سے کچلے گی ضرور
 حسن کے عشوہ دنیا کی کو پوچھے گی ضرور
 اور جب لڑا خانہ سنو سنے کے لئے
 لکھتے بیکار کے پیلوں میں چلنے کے لئے
 خلد انہام میں کھو جانے کو
 غرق قرینہ ہوئے قدموں سے چلے گا آخر
 بس وہیں زندگی اک ضرب گری کے مانند
 توڑ کر پائے شب را سے ہٹ جانے گی
 اور پھر عشق قدم کا بھی پتہ
 دل کے گانہ ملے ہے اب تک
 عشق رشتہ! تجھے یاد نہ کرتے اسے کاش
 ماضی خواب طریقہ فراموش اسے کاش
 — کس لئے یاد کیا کرتی ہے نسل آدم
 — کیوں جیسا کرتی ہے نسل آدم؟



”ایسی راتیں بھی گزری ہیں“

ای راتیں بھی گزری ہیں جب تری پاؤں نہیں آتی ہے
 صد ہوسد میں پھنکے لگ رہے ہیں تو نہیں آتی ہے
 (شیراز)



| | |
|--------------------------------------|--|
| کہاں گیا تھا پیر پیر میں پیر آیا | ایک موطا بہت نواں ہے غزلِ عشق |
| شبِ نسائی کا تارا، اس کا پیر آیا | اسی طرح جو دل ہے قسود بھر آیا |
| نہ اس شام — ابھی گئی رات باقی ہے؟ | بہر مقام — ابھی گئی رات باقی ہے؟ |
| ہے آج کوں سے تیرا شخص پیچھے کی | ہے کہیں کے پاؤں کی جاگن کی، کس فخر کی بکری |
| مر تمام میر آسمان آجبر آیا | ہے کہیں کے شمع کا آؤں سے تھا — کوں آیا |
| مر تمام — ابھی گئی رات باقی ہے؟ | خیالِ خام — ابھی گئی رات باقی ہے؟ |
| نوشہ وہ کہیں دُور کے کھلے ہیں | شادِ سرِ مشرق، غضبِ باد سے ملوں |
| اواسے خام سے ہے پہرہ دار چلایا | دیوارِ دُور سے ہاں تک تو کس طسبے آیا |
| کس کا نام — ابھی گئی رات باقی ہے؟ | بہی خواہ — ابھی گئی رات باقی ہے؟ |
| وہ چہ پڑھنے لکھنے سے وہ کہا ہی دے | آنسو پہ غولہ دیا ہاں پر دا سپید و نسج |
| وہ بیل بیل چلا نیم کا گنا سا | شبِ خزانہ گجے ہاں تک تو پہنچایا |
| ہے صحنِ وہام — ابھی گئی رات باقی ہے؟ | ہے تمام — ابھی گئی رات باقی ہے؟ |

الطاف گوہر

تخیل شافی

آخری شعلہ

صفر کی قطار

تیریک نہیں

تم کچھ ہو تو ایک ہی

یہ ساقی مرے لب چوسے پھرے مہر و لی

بہی سی یک نقد لگ ہے

یہ چوسے چوسے مہر و لی

بہی سی یک قطار نما ہے

ای گرینہ نقدوں سے

ہو تو مرے میرے سر سے پٹکے ٹوٹ کے ہیں

تم نے تو میرے سر پہ شاید

یہ سونے کے چھرا مارا ہے

جو پٹکے خون سے سر سے

وہ دہانہ میری ہی مانتے گا

باندھ تو نہیں ہی جانتے گا

یہ میرے خون کا بہرہ وادہ سفر تھا

جو ایک کو دس میں

دس کو سو میں

سو کو چار میں

اور پھر ایک کو دس میں بڑھال دیا کرتا ہے

تم جانتے ہو

اس کا کہ ہے ایک ہی گنتی ہل سکتی ہے

تم گنتے ہو، تم گنتے ہو

میں ایک ہوں یا کچھ اور کچھ ہوں

یہ مستقبل بتلائے گا

ملا دے دے چلی آئی ہے شام

دن کی شگنائی ہوئی

رات کے سائوں سے دُور تو ہوئی گھبراہٹ ہوئی

معدنہ دے چلی آئی ہے افسردہ غلام

بہی سی ماتی ہے ترے پر بہتار نہیں سے

کیسبیت ہے ترے پاؤں سے

ترے پاؤں کی لکڑیوں سے

اور کس پیرا سے چھو کر تری باہنوں کو

تیرے شالوں کو

بڑھتی جاتی ہے، داخل جاتی ہے

دیکھتے دیکھتے پاؤں کی پیراں اتیر جاتی ہیں

اجنبی گہرے گھنے سائوں میں کھو جاتے گی

تیرے رنگوں سے میری شام گئی

شام کے ساتھ ترے رنگ گئے

اب گزرتے ہوئے لمحوں میں میرے گا

ترے ہونٹوں کا گداز

لو لو جو تری یاد میں گزرتے گا

کہے گا میری تیرائی کا درد

میں گزرتے ہوئے لمحوں کا تاشا کرتے

تیرے پاؤں کی پیراں رات میں سو جاتی گا

اجنبی گہرے گھنے سائوں میں کھو جاؤں گا



اے نرہت مہتاب

خلج

ہم کہ وہ ہم بھی را شاہی ہوا
ہم ہم میں نہ تحقیق نہ تمیز نہ پھاڑ
ہر گنبد کلائی کی ہمساز رہی تھی
دوار سے گھر کے پٹ آئی وہ گوار
اب گلب بلب مایہ ندای کی ترس میں
آئینہ زلف و لب خراں تھے جو افکار
جس طرح کے داس میں تھے اُنھے ہرے خوشی
وہ ڈوبتے مہتاب کی کرنوں سے جہاں ازل
اے نرہت مہتاب

ہر روز کے سڑکوں کے پرانوں میں کٹا
ہر روز کے قنادیگ و دروغ و نور کا سیلاب
کچھ ادب کی حاکم دُعا دُور سے آگے
جہاں ہوا آہنگ، سگتی ہوئی مغرب
صوبوں کے تنگ سے دکن ہوئی دوار
آزادی کی اداویٹ سے ٹھہری ہر نگاہ
اک دل جو دیات کی ہوا کا سونچ
کد داہی جو ترکیب حلاوت میں سیلاب
کس طرح بھیجے آئے اس سہ پہلے کا خون
دانت دہانے تھے تکریم کے آداب
کس طرح یقین آئے کہ میں اپنی خوشی
تغیر سے دہرائوں گا فریب کے احباب
کس طرح بھیجے آئے کہ ہوگی تجھے حضور
تو صیغہ شب بحر و نلہ دبا ہے اب
اے نرہت مہتاب

آج ہر بات میں حالات کے سرگرم ہوا
کہہ دوں گا رنگ خیال کا ہر تخیل ہے
کہہ دوں گا شب و روز اگر جاتے ہیں
حق ساری میں
حال داکٹر کا ہر ایک تھانہ
خوابت کی
خاک مینے جاتے ہیں
اس ساخت پر دانت پر باز میں ا
آج ہر بات، کہہ دوں گا ہر پہلو
ادب کی داکٹر کا ہر ایک تھانہ
خوابت کی
خاک مینے جاتے ہیں
اس ساخت پر دانت پر باز میں ا
آج ہر بات، کہہ دوں گا ہر پہلو
ادب کی داکٹر کا ہر ایک تھانہ
خوابت کی
خاک مینے جاتے ہیں
اس ساخت پر دانت پر باز میں ا

اب جی افسوس وہاں کے گشت کا میل
حالات کو تالوت کی نظر میں دیکھ جاتے ہیں
تیرے ادب سے شخص کو کچھ نہ کہہ سکتے
جو نہیں، تم نہیں ہوتے دینے
لو گے میں نہیں بٹھ دیتے
تیری ادب کی تمہاری جگہ اپنی اہل میں
کہہ دلائی تھی کہ اب ہو گئی ہر سے
پہا



تم اور میں - اور ایک خودیت

سفینہ

رات سیپ سمندر

میں جہاز چلے جہاز اگلی تھی
جہاز پہ ہم دونوں نے وعدہ کیا
کیا تھا - وعدہ ہونے کا
میں اس جگہ پہ آیا تھا

میرا شہر کو ساحل کی صفائی کو سلام
کبھی یہ فن کا سفینہ نہ نکلتے دھام
اتھا سکا نہ شب بزم میں کبھی جہاز
ستون روشنی تھیں سر یا نہ کے ساحل
روانہ انہیں نے سمجھا تھا کہ اس کو گھیر لیا
کئی فیمنوں کی فوج نے اس کو گھیر لیا
خدا نے حرکت فضا میں جہاز ڈال دیا
نیف جہاز کے کوشش پر، جہاز دیا
اور جہاز کی کوچر تھیں اور جہاز کا
اور جہاز کی کچا اس کے فاضل کا جہاز
وہاں نہ تھا، دور اگر آسرا رکے
عصار غوغائی، میں اسے خدا کے
جہاز دانی کے خط ہائے مادہ کی جہاز
انہیں تھیں جب میں سمندر دیا جہاز

سنگ و جہاز پہ نہ خوب کڑی تھی
تم تو تھیں ایک
تہہ ملی جہاز کی
جہاز کی جہاز کی جہاز کی
کوئی صورت
کبھی یہ جہاز کسی سے تھے
اُسی جگہ پر آئی تھی
جہاز کو دکھانے سے لے کر گوری تھی



میں ٹوٹ آیا
تیرے اور میرے جہاز کے
جہاز میں ایک جہاز کی تھی
اور تیرے سے خوب کڑی تھی۔

میرا دل ہے سیپ سمندر
میں قطرہ قطرہ برسوں
تیرے پیار کو میری تھیں
جو تیرے لبوں سے پھوٹے
وہ چشمہ میرے اندر
میرا دل ہے سیپ سمندر

تو رات کی روشنی جہاز
تو مشہم مشہم ہونے
تو پتا سب کچھ کوٹے
تو میں کے، کچھ جہاز
وہ صورت تو اک سبب
تو رات کی روشنی جہاز

کب رات ڈھلے دن آئے
کب سیپ سے سونے تھے
صورت سے جہاز تھے
کب میں سے تیرا میرا
کب دل سے ہی جانے
کب رات ڈھلے دن آئے



گھر جانا چاہتا ہوں

نظم

نظم

تم اگر چتے نہ رہو چتے

مدی دنیا میں اگر چتے تو روپ پختے

اور ہر پہنچے ہوئے تک کا پرہیز چتے

تم نے کیوں پاؤں میں دھندے ہونے لگے گھوٹا

تم نے کیوں گھر کو چھوڑا

اب تو کچھ ایسا لگتا ہے

مارا ہلکے بھرتے چھوٹا ہے

آہستہ ہی مری بوہل بوہل

شالوں پر بھاگے لگا ہے

کاتھ وقت نے جاتے چلتے

چربے پر کچے گھر سا دیا ہے

آہستہ میں پیسہ کھولے

دیکھ رہی ہوں کیا لگا ہے

لگا ہے تمہارے دل کا ہار

ہر کسی کے گھر سے

لگا ہے زنجیروں کا دھار

ہر کسی نے اودھ لیا ہے

پڑا کر صحت دیکھ کی عادت

دل کو ایمان بھرا ہے

میں تک سرشار ہے میری

آہستہ میری ہوا ہے۔۔

میں کو شاید علم نہیں ہے

میرا دامن اب بھی بھرا ہے

جو لکھا تھا دیکھتے ہوئے ہوں

جو دیتا تھا ڈانٹ دیا ہے

چاہے کس اور گھر سے میں بادل ہو

میرا کہاں ہر کہاں

چاہے گھر کو میں خشکی کے کنارے تالیں

میرا کہاں ہر کہاں

تم نے کیوں دتے کو کہادت نسبت دے کر

قوت کو بڑھ کر

تم نے کیوں بھوکھوٹا

قل اس دلت نے تمہارے سکا کر ابد

کیوں کیا رنگ زور قتل کے بندے کھو ہوں

تجربہ سے لگہ کا دل تھا

آں میں دیکھ مرا آں۔۔

قل اس آں کے مایہ میں جکا دوبا

تم نے کیوں خاک میں ڈوبے ہوئے لکھ کر کوچا

تم نے کیوں گھر کو چھوڑا

گھر جانا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں

دامی کہادت میں دامن دیا کس

نہی آؤنگی ہر شے پر سوجھ بوجھ کس

صفت کہاں ہیں، وصفت کہاں کس

میرا دلت کے کھاتے ڈھیلے ہیں کس

اس پریشانی میں میرا دام بڑھائی نہیں

لو آہستہ ہی آہستہ میں ہر کوئی نہیں

گھر جانا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں



سفر کی عطا

وہ ان کا دور قرض پامائیں کا غم لگیز مفہوم نہیں لے لے کر

سراٹ پکا ہے

میں اس صاف کے جانکاہ صوفے سے دامن چھڑا کر

اگر گھر کے آگے گھر کے داخل ہوا ہوں

جہاں دشتیں میرے بچوں کے آگے تیرم کی صورت کی گب سے

میری منتظر ہیں!

اُدھرائی گئی ایک نکتے کے مقام میں ہے کسی گھر کی ہے

وہ رخسار کے چولہے کی دیوار کی دیوار کی دیوار کی دیوار کی دیوار کی

سے سر جھانک رہا ہے

وہ آنکھوں کی پھیلنے کی جگہ میں ہے کی پڑا سرگرمی اور تھرا

دیکھتے دیکھتے کے غضب تک صورت کی پیمائش ہوتے جھٹے

نئی کیا نئی کے شعور سے کہا دھوا ہوا جلی ہے

وہ پھر نئی سر سے پیرا ہوا تار کو دیکھتا ہے

سر سے نذر پیر سے پیر کی ہوتی دھول کو گنگ رہی ہے

سر سے غم سر سے مری کی دیوار کی دیوار کی دیوار کی دیوار کی

وہ اس کی دیوار کی دیوار کی حقیقت کو پہنچتا ہے

حقیقت جسے میرے بچے جگنے کے قابل نہیں ہیں

— یہ نا لگی

— یہ میرے بچے سفر کی عطا ہے

بلو دیکھتے ہی ہی مت چلے جی اور اگر گھر سے سر سے

سر سے پیر سے بچے بچے جگتے ہیں

گھر میں دیکھتے تھے؟ کوئی ملک گئے تھے؟

ہفتے کے ٹپ کیا لے کے آئے ہیں سو لیں

جہاں کا نام آپ نے ہم کو اب تک بتایا نہیں ہے؟

انہیں کیا بتاؤں

انہیں کیا بتاؤں کہ میں کوئی نہ دشت ہے سر سے ہی کوئی تھا

یہ گھر خاندان کی کشتی میں آجہاں تھا

یہ میں دشت کے لوٹ کر آئے ہوں، وہ بے نام ہے

لوگ اس سے پختہ ہوئے کم ہی دیکھ گئے ہیں

تاریکی ہے کہوں کیا کہ اپنے دل دھول کے قابل ہیں

ان کی چاہت کو خیر کی صورت چھپانے سے آگیا ہوں

غیرت کی ہے



تہذیب

بحران

فرمانِ حق ہے۔

جب ہم بھی اپنی حرکتِ غلطی نہ کہندیں، آؤ گے
 رہے ہو مری لہجہ کی گونج سے
 اپنی اس وقت سے لگا کر دو گے

ہر وقت تم کو ہی

سویختہ۔

بہاؤ شاہ سکون کے نہ پٹے کی خبر دے گا
 کوئی بد شفق

صرف وہ لفظ خفا و غلا جس کمرست پٹے میں لگے۔

خفا کی قیمت۔

مگر وہ خفا و غلا اتنی گراں ہے

کہ بڑا دل و جانوں

ہر گناہ جاتے گا شجاعتِ جاہلی کی آفت ہے

تہذیب سے کاسرا تہذیب سے ہم کاٹیں ۱۱

بتاؤ۔

پیشتر اس سے

کہ تم بھی حرکتِ غلطی نہ کی ہو میں کا جہاؤ

میری چاہت، مری چاندی

تجارتِ صحت کے جہاؤ لہجہ دو گے ۹۹

تہذیب سے میری ہے۔

کا لے کر اس لئے شریک ہو

جہاؤ ہیام میں چاندی کے تاروں کی حرکتِ ہول کے

پڑنے سے صحت کے جہاؤ کھینچ کر

(نمہ ۱۱، ۱)





ایک ہی دانت میں سب کی دانتیں ہیں
 ایک ہی وقت میں سب کی باتیں ہیں
 ایک ہی فکر میں سب کی گھڑیاں ہیں
 وہ بدستہ ہیں گے سزا
 ان کی ٹخنے دیں، ان کی ٹخنے دیں
 سر کو دھتے دیں، جاں بختے دیں
 سر کی داہ میں، خار پختے دیں
 کب سے جا رہا ہے یہ سلسلہ
 ہاتھوں شک بھی گئے، جان بکان ہے
 تاقوں دوش پر کتنا سکان ہے
 عقل دیکھ کمال، آنکھ جیوان ہے
 میں کھڑا سوچتا رہ گیا
 کب سے جا رہا ہے یہ سلسلہ
 وہ بدستہ دیں گے سزا

آج کئی کا پہلا دن ہے، آج کا دن نہیں کا دن ہے
 اہل حق کے سوا باقی سوسلہ جہر کا دن ہے
 صراطی کے مظلوم انہی نے آج کے حق خود کو بچانا
 آج کا دن ہے یہ ہم، آج کا دن کا دن خصوصاً کا دن ہے
 آج کے دن ہی جہادوں نے دستِ حق کو توڑا تھا
 ایکسٹنٹ عثمانی کھانا ایکسٹنٹ دشمنوں کا دن ہے
 آج کا دن ہے فکر و فکر، علم و فکر کا
 آج کا دن ہے فکر و فکر، علم و فکر کا
 اب سے کوئی غم نہ ہو گا، حق سے کوئی غم نہ ہو گا
 ایکسٹنٹ اسلام کا، ایکسٹنٹ اسلام کا



حایت ملی لٹریچر

شاید کہ بہار آئی

میں کہاں اور میرے دل کی ملک و آواز کہاں
وہ گئی جیتوتی ماحول کی زنجیر گراں
سے کے آئی بے تخیل کی پردہ کہاں

ایسا عالم ہے کہ گھسروں میں ممتا کی نہیں
اور مستی کے شوق سے جاتا بھی نہیں
اتنی دانش ہے نظر، کچھ نظر آتا نہیں

میرا احساسی دردوں ہے کہ فضا ہے تھو
قدہ دلدہ شبنم ہے، ہر اک شے سرور
نثر و کہن سے ہو پیچے، و نہیب سمو

جانے کس قاف کی داری میں نکل گیا ہوں
پاؤں احرار پہ چن اور آپ کا جانا ہوں
ہر فکر غم ہے، اس کس کا میں صواب ہوں

بزرگ ملک ہے اٹھانے ہوئے بزرگ پیکر
نویاں ہیں کہ بچائے ہوئے وہ میں آنکھیں
اور گھاس میں کوئے تائب کے سارے چیلکے

آج بھی گرجے غم و ہر کا عالم ہے وہی
دل کو مٹا ہے وہی دیدہ آنکھ ہے وہی
روح میں گھٹتے ہوئے نہ پر کا عالم ہے وہی

ٹکر چٹ چٹ ہے پریشان نہیں ہے لیکن
وہیں پر باد نہیں آج کا ڈھلتا ہوا دی
شام خاموش ہے، ویرانی نہیں ہے لیکن

وقت نے کس نے ہے وجہ حیات کی ہے
میرے ہوشوں کو جہنم کی اجازت دی ہے
لیک ناگفتہ فنا کی حیات کی ہے

دل کا اصرار، بہت، گھر نکل جاتا کہیں
کوئی داغ غائب نہیں ہے شمشیر اور میری جبین
کسی گل میں نہ ہیں، خاک میں ڈھل جاتا کہیں

اکہ پہرے میں ٹکر دل ہے کوئی قید نہیں
اس میں کوئی مٹیاد نہیں، امید نہیں
تنگی کی اس منسوی پہ کوئی قید نہیں



شبنم آٹھ کو موسمِ ہریوں سے چٹھن جاتی ہے
ایک اک چہرہ قدم بوسی کو بڑا آتی ہے
باؤں چیدا کے ہوا مجھ سے لپٹ جاتی ہے

گاؤ کر آج ٹوٹ گیا ہے سکوت نے
گاؤ کر آج لہو بہ لب ہے ہر ایک نے
گاؤ کر غروبِ جام سے باہر ہے سورج سے
گاؤ کر ہو گئے ہیں کڑے کوکس آج لے

کس طرف جاؤں ؟ ہر اک سمت جاتی ہے جگے
ہر طرف زلیست نیا رنگ دکھائی ہے جگے
ہر مری فکر، کہ اک شخص ہے، ایک بچے

پیر اٹھو نالہ سمندر و شام مل گیا
برسوں کے صبر و جذبہ کا فہام مل گیا

میں ہی کچھ کھویا ہوا ہوں کہ خفا کُرم ہے
جانے کس خوابِ حسین میں مری دنیا گم ہے
دل کی دھڑکنی ہے، دھڑکنے کی صدا گم ہے

کیا کیا زخموں کے شکستے ہوئے یاد بخ
کس کس طرح بکایا گیا ہے ندول کا باغ
کہ آنسوؤں سے دھوئے گئے ہیں جگر کے داغ
کتنے دن بچہ بچہ کے جھپٹا ہے یہ پرانے

کس کی بے دہی ہے یوں سورج ہوا دھن میں ہے
لوہے پختے ہیں زنجیر کے حلقے جیسے
اللہ ملا دل ہے کہ زنجیر چار دھن میں ہے

اب غم نہیں جو ماہ میں کانٹے ہوا کتے
چتے دہیں گے تو انہیں رہنا کتے

نوشیاں سناؤ، دھن کو، قہقہے سناؤ
لوگو، غموں کیوں جو دوسرے ساتھ تم ہی گاؤ

کیا فکر اب ہو پاؤں میں زنجیر پڑ گئی
نیزوں کی لوگ تیز کیلے میس گڑ گئی
بقی بے بے بے دول کی آہز گئی
ننداں میں فروغ غم سے کوئی سانس نہ گئی

گاؤ کر آج دھبہ میں ہے ندول کائنات
گاؤ کر آج دھن میں ہے یلنِ میات
گاؤ کر آج ختم ہے دوری ششِ جہات
گاؤ کر آج موت ہی ہے ثرۃ ثبات

اب موت میں بھی زلیست کا پیغام ہے نہاں
ننداں کی دستوں کا فیشیں کو کیا گہاں

گاؤ کر رخصت اب غم میں و نہار ہے
گاؤ کر آہ آہ فصلیں ہوسار ہے



جس پر

ماہنامہ

نورانی

اتنی محبتیں اتنی نفرتیں

ساروں کا مزاج

لے میرے جسم کے ٹکس



ہلکے ہلکے، ہلکے ہلکے

سارے ساحل پر آتے تھے

کوئی صندوق نہیں ہے

کوئی دولت

اور کوئی خوشبو سے خوشام

نوشہ ہے کیا، ہمارا

مل کے کتے اور بچے کی شکاری

سکڑا پیش اور اسنو

پھر کہیں اس کا تھا

اُس نے ہاتھ دیا

ہلکے ہلکے

حبیب نگوں کو ڈھانپ دیا

جس نے اس کے ہاتھوں سے کپڑے پہنے

جو کہ اس کا دستہ تھا اور جو کہ میں نے اگا تھا

سب کی اس کے ہاتھوں میں تھا

غالی خالی ہاتھوں میں

تہہ تو تھے سے گویا بڑا کمال تھا

تم کو تو اگلے سے بھی بڑا کہہ کر لگا تھا

اتنی محبتیں اتنی نفرتیں

جس نے مجھ پر دیا وہ اتنی ہیں

مجھے رگت رگ ہوا سخت تاج پہ ہے

تم کی کو تو لقا، اے جانے گی

اتنی نگوں کی بیکار نگلیں

ہر دم تو میرے ہاں میں پیرتی ہے

جلاہات

فیروں کے ساتھ نہیں پڑتی ہے

اور میں کہوں کہ تہا سے آگیا ہے ہو کے

جب گزرتے

تیرے گزرتے

تو بچوں کی طرح کہتی ہے

اور مجھے تک نہیں آتی

مجھے ساروں کا مزاج ہے

تیرے دیکھتے غریب ہیں

مگر وہ ہمارے ہم کے ساتھ

دور دور سے

اے میرے جسم کے ٹکس

مجھ کو سمجھا وہ سارے

میں سے بچا کہ میں سرا

دن کا سفر طویل ہوا

سلسلے ہائے مہر و شہب

میرے لئے وہ خوف ہے

میں کی نہ ہستہ کوئی

میں کی نہ انتہا کوئی

وقت کے بعد وقت کا

کوئی خیال دے بلے

میرے لئے سوز و غم

وہا کوئی کہ اب میرے

ہم کی راہ کٹ چکے

ہم کے اس حصار سے

ہاڈوں تلو کے میں کہاں

وہ میری قید کو نبھات

اے میرے جسم کے ٹکس

مجھ سے دف کا جبر کہ



انجم العظمیٰ
سچائی

ادب رئیس
خوف

برسات کوئی
آوازوں کا جنگل

میری طرف سے
پہلے اندر چپ کر رہو
خاتمی تنہائی میں کہ شکر گریز
تم کو تم سے
ہر سالہ دلا
خود کیسے لے جانے دلا
میں دیکھ کا پتہ دل جو تھکا
جانکے میں ہے
میر کا انہادی خاک میں ہے ۱۱
نورانی ۱۱۱

ہر جھوٹ کی مدت ضروری ہے
جو حکم کے اندرے عابدوں کی
جیکے فضاؤں میں پئی کر
بد صفت جوانی پاتا ہے
تدریج کے جھوٹوں کی طرح
جو پچ کے چمکنے سمجھ کی
اک ایک کرن کا دشمن ہے
تاریکی اس کا بوجھ ہے

پچ بون کہ آسمان نہیں
لیکن یہ وہی شکل ہے جسے
آسمان بنا لے کر کوئی
لی جانے زہر کا پیالہ بھی
اد زہر کا سپہ سالار کر ہی
مشراف الہی تک فائدہ ہے
ہر شکل کو آسمان کر کے
پنا کا سمجھتا ہے

دب دہ پتے گریست گل
اس کے کچھ پتلے دال
سب آواز میں
دشمن نہیں
اس کے تنگ پتلے دال
سب آواز میں گریست گل
آوازوں کے وسط میں
پتے آسمان کے ساتھ لے
شعلوں کے پتوں پہ
اک نئے نئے کہ ختم دیا
اس کا مال
اس کا باپ

اس کے گھر کے سامنے لوگ
سب جتنی آواز میں نہیں
غیر کے چمن کو شمع کے قطرے کا طرح
پتہ دیریں پتے ہیں
اس آگ کے جنب کیا
ہو سکر سکر
جتنی آگ میں کوئی
صبا کے سہاگن

کون سے سونے اور لہند گھریں
دب دہ آگ کی آہنی ہے؟
کون بتائے؟
ادور و رنگ
آوازوں کا جنگل ہے۔



نہ ہوا
نظم

موسلم ارحمن
نظم

جاوید شادین

مجھے تھوڑا وقت چاہیے

گما سکر کوئی کھوار نہیں ہوتا

وہاں پر تلخ گرمی کرتا ہے ؟

کیا انسانی محبت کے پھرنے وہ سکتا ہے

کیا یہی محبت کہ میں نہیں

کیا تم نے گما سکر سے محبت کی ہے ؟

کیا تمہیں انسانوں سے خوف آتا ہے ؟

کیسے لے لو انہیں کہ تم اپنا انجمن سے خوف نہ کرو

دلت کے وقت ساتھ کراں میں کھلا دیتے ہیں

تہا رہا تمہیں کہاں ہیں ؟

کسی زمیں پر چل کر دو گئے

کسی اندر جا کر کھڑے ہو گئے

کبھی لوگوں سے دور جا کر دو گئے

کبھی بے کار ہو کر پہ صوف ہو کر دو گئے

اور سوچ

دکھنا اور لذت اور بے بی کہاں سے کہتے ہیں ؟

انسان پر تلخ گرمی کس سے ؟

پانی کا پاؤں تیر ہے

نیک پانی سوچ نہیں سکتا

تھوڑی اندھی ہیں

سورتا ہے نیار ہے

بڑا اس کا نکات میں کوئی دوست نہیں ؟

کوئی دشمن نہیں

بہار سے سوا

دلت وہی جاوید شادین ہے کی کہتا

دیا آں اہل تہوں کی کشت کہاں

نہم سے جاکر گمراہ اس کرتی ہوئی

صد پائی رہتا ہوا دل سے آنکھوں میں

غروب کے چوں کہ بچے سے اوپر سے

اور بچے کے حوا انداز میں ہوا آخر

کھڑکی کے باہر آنکھوں کے سامنے سے

دھوپ میں چلتا ہوا کسی دھماکے طرح

جو عیش و سرور کو یاد آئے

یک ذوق و لطف

ہیں کے اس طرف حسد ہی حسد

اور ادھر باطل آخر میں

دل و جان کے تلخ و پندہ جیسی

بال سے ہلکے شرابوں میں

ذوقی ہوئی جان حسد گمراہی

یا صحت کے پرور میں یاد

چونکہ یہاں میں

کچھ ہوتے تیرا دھواں چھٹکریاں

اوس ہی کر بیچے والے ہیں

کبھی حسدوں میں جاتے ہیں

مجھے میرا وقت چاہیے

کھڑکی سے آئے والی دھوپ تہی

اور سکون

وہاں پر بیٹھے پر تو س کے سامنے جتنا

صرف ایک نظم گھنے گھنے

اُن دنوں کی یاد میں

جو مرنا دے جاتے ہیں

کسی اچھے موسم کی خبر سننے کے الزام میں

اور دن کو دے جاتے ہیں

بے حد خاموشی کے ساتھ

کیلئے نہ رہا کہیں جگہ پاس سے بچو

مجھے تھوڑا وقت چاہیے

گناہ شہروں کی یاد نگار تعمیر کرنے کے لئے

ایک نظم گھنے گھنے



میں اپنا انگار چاہتا ہوں
غروبِ شامِ اہل سے چلے
طوبہ افکار چاہتا ہوں

عیبِ دماغ ہے غم و غریب کی
میں اسی کہانی میں مدد و شب کی
خود اپنا کردار چاہتا ہوں

نوشیوں سے دپے تھوں میں
سکوت کے بیکراں نضوں میں
کلائی گفاد چاہتا ہوں

جو میرے لیے کو تازگی دیں
جو میرے شعروں کو روشنی دیں
وہ لب وہ دھند چاہتا ہوں

میں ڈوب کر شعر کہنے والا
بھنے کوئی لمحہ سے ملے والا
میں فٹ کر پسپا چاہتا ہوں

جو لمحہ کو اسلوبِ فن سکھا دے
جو میرے دستانِ شکر کا دے
وہ تاجِ افکار چاہتا ہوں

حیات میں ہے ثبات بھی ہے
جو ذات میں کائنات بھی ہے
وہ فن کا پندا چاہتا ہوں

میں پہنے ہوئے کی صبر میں
میں نندہ رہنے کی آرزو میں
اہل سے پیکار چاہتا ہوں

عاجزِ ہواک سے کہنے میں
میں کون ہوں اور کس سے ہوں
کشمکشِ اسرار چاہتا ہوں

جو اپنی فن کی شگفتگی میں
جو تیر و عاتب کی زندگی میں
کہ ایسے اشعار چاہتا ہوں

خاکِ برتر میں تیرا خندہ
تجلی سے میرے کج کار و شتر
تجلی سے افسردہ چاہتا ہوں

کیا جانوں میں تو کہاں سے آیا
کیا دہدہ تھا کوئی تیسرا میرا

کیوں تو نے قلبِ لکڑی جاں میں
کیوں تو مری خواہشوں میں اکٹرا

عرِ اہمی پہلی گزردہ کی تھی
جیسا ہی تھا وقت گت رہا تھا

کیوں دہشیں جیتی تو نے میری
کیوں کر دیا لمحہ کو تو نے تنہا

کیوں سو گئی میں پہ سکرابت
کیا جاں کو لگ گیا ہے دھڑکا

میں جو بھی کوئی کتاب کھوں
ہر فنکار کے ہے تیسرا چہرہ

تو خون میں میرے وقت کا ہے
لک دیک میں میرے قلم کا ہے

اس دہندہ کے چھنے کی کوئی شکل
اس خار سے دہان کا دست



ریاض احمد

آوازوں کا صبیحہ

(مضامین پاکستان کے بارے میں اپنی نظم کا ایک حصہ)

یہ لاکھت آباد شہر جو رہاں
نیک ہو ذراں کا درس، خاص و عوام کا مسکن
نیک ہو ذراں کی سوزن
لنگھاتی مہیں، ہنکتی شاموں کی رچی شادیاں
یہ رنگ سحر کی کہانی کا ہے
فلج ہے تو یہ لنگھاں، شمعِ زندگیاں
پہول ہے لگتی تیرنگ گلابوں کا عرصہ میں دریا کا ہے
میں ہوں کے کس سے مل کر رہی ہے
میں بدلی، دلِ زہریلی کی منزل
سکتے ہو تو تو، تو رہتی روحوں آئینی نگاہوں کی ماندوں ہے
ہر ایک بندے کی آنکھ میں شبِ اٹک اک داستانِ تباہ ہے
یہاں شبِ سرکِ محفل آرائی ویدلی ہے
خٹک پہ اک اجتاب لڑاں
زمین پہ میر و خلی باغِ کامِ رقصاں
پیار سوچا تیری کے قدموں کی دھول
ہیے کا چوں کہ کہکبہ دہلی ہے
محبتی ساگر کی اس طریحِ مضطرب ہے جیسے
کسی گھوڑی کا جامِ نرس
جوانِ اختر کے سس سے پکپکا رہا ہوا
دمِ حشر کے سکون ہے
تمام شبِ ترستے قلبِ حشر کی صورت

تڑپ تڑپ کر، پہاں پہاں کر
دہانہ پہاں کے قافلے کس کے پاتے میں ہیں سو گئے ہیں
کر بھیہ کوئی پہاں کا کار
رقص کے ایک ہفتی، زانو پہ آکر
ہر چشمِ حیران، ہنکے مضطر
کسی حسین راو کے چلتے پہاں گئی ہو
خدا کو دس کے وہ نکل میں آفتوں کے چھوٹے کھنڈ کو کہیں
خدا کے اس کے ہم دور، نور چشمِ اب سے دینِ فرداں
خدا کے اس کے وہ شربِ کامر ایک لہو ہو گئی پہاں
یہ جلوہ گاہِ پری جاناں
یہ واقعیت گاہِ دہلیاں
رہے گی تا حشر رنگوں کے کتا سے سدا و زخاں
یہ کو ہزاروں کے سطحے
اٹکتے ہوتے دلیپ پہ جنگل
ازلی سے ہے میں پہ تیرا آکاش میں سداں لگن
ہو کی لہروں پہ ڈھلتے لڑکھڑاتے بدل
روشنی و روشنی طرہِ بحرِ گشت
ہری ہری، دایوں میں لکھتے ہوتے لکھتے
یہ اس اور آفتی کے شیداؤں کے مسکن



”سیت سی ٹاگ“

”محبہ دینی سے بھی کتا تیرا سی بیٹہ لگا لگا ہے“

”تیرے بھوان کا شہر پر گھر لگا ہے برسوں

تم گروں کی جٹا موز

جی اس کے ہم پر سدا انگڑا ہے جو جھٹکتے ہے ہی

ہی ہے نہ سرنہ ہی لکچر شہر لگا ہے، ہوں ہی دلیا دل نے

کھاتے ہیں کھان کی کچا ہوتی ہے لہے ٹھون کے روپ دشمن

فاس دھول کے شہر پر لگا لگے صحران کے انگلی

ہیں ہی ہر دم ستا سنگیوں خانے

مقی رہا ہوتا گونا، اپنا

کیہ چانگا ڈاک کی تانگی

محبہ دینا وار پار کی انگڑی کی فاس گوی

ہی جیت سے ہر سدا لگا تاب پیش کیا

گاہ گاہ، گاہ گاہ کی حدانے ستا دھن کرتی

ہے خود و ستم از محبت دہے

تغصب پیست اپا ہر ہے ہے

گاہ دہ پار ہواں غے تاب

بار سیدان خوشی ہے ہر ہے

لوشن ہواں غے ہوتے ستاں ہم

ہم شہب ابراہیم و یہ ہے

راہ و حافظان خوش آواز

بار دوسے کشان و ہارونے

خود ستا سوال فخر خوش است

کے کشد حاجم اوہ منتہا کے

گئے دھول کی چاندی میں اگلے جوتے ٹھو

ہو دھول چادر میں اپنے کشتو

جورگن کی جھڑپوں میں سرگراں

ہاگ کے ہوں پہ چول ہونی

بڑا سرور سکرا ہوتے کے ٹوٹا کی جھک کی خاطر

سکوت دریا نگر جھانے

پرانہ ہر دو خانے

دہانے کپ سے ہاں ہاں ہے

چلے ہوتے ہیں بجلی، چرگے

ہیاں ہے کچھ دوسرے چانگا لگا کی پیرا آفری ہادی

ہ شہر کرنا لگا کی پیریں چول ہی کر گیا ہوا ہے

ہ ہاں کے لٹکوں کی خوشبو دھنیں سے کچھ ہے

ہ شہر جس کے غے ہوں سا لگے لگا ہوا

ہ ایک خواہیہ ہاں ہے

ہا دوسرا اور آب نیلگوں کی

روانے ہا کیسے لکچر سکرا لگا ہے

ہ شہر چاندی میں کے امن دھول کی خاطر

دہانے کچھ شہر ہاں کے کچھ ہاں لٹکوں کو ہوں ہاں

ہا کے دہا دھول لگا ہا ہے نندہ

ہاں کے ہاں کے کچھ ہاں

ایک ہوں دہا جگ کے ہاں

ہاں خوشبو کچھ جھڑپ کر لٹے ہے کچھ دھول و لٹکوں

سیت سی ٹاگ“



سرسبز صوفی
تغنیغ

صن نامہ
تغنیغ تکمیل



وہ شاعر کھنڈہ رنگ لہجہ جذبہ

لہجہ دل کی ہے آنتہ و عشق کو

خیال کا روپ دے کے غفلتوں کے چاند میں شام کا رہا ہے

نہ جاسے کہوں چہرہ باغی کے ہر دہائی کو دھڑ دھڑا رہا ہے

وہ شاعر و شہزادہ شکیوہ خائے فتنوں کے دھندلے

جہاں ناز یکسے نہ آیاوں کا رنگ جھٹکا رہا ہے برسوں

یہ خبر کل اب جاسے نو کی ہماچی سے دھڑک رہا ہے

یہ برق کے فتنوں کی جہانیت دھندلے سے بھرا رہا ہے

نہری جیتے ہوئے شہر دھندلے کے دل کی آگ ہے

جو شکیوہ آسمان کے دھندلے سے دھندلے کی آگ ہے

نہری کے دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کا شہر دھندلے

یہ کھڑا کھڑا دھندلے سے دھندلے کی دھندلے ہے

ہوس کے دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کا شہر دھندلے

یہ دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ فتنوں کی دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے کے دھندلے ہے

لوگوں کے

وہ فتنوں کی دھندلے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

یہ شہر دھندلے سے دھندلے کے دھندلے ہے

درختِ درخشاں

(آئینہٴ معروفہٴ قلوب)

زادوں کے جیسے کھنڈ

میں میں صدیوں سے کوئی خدا، کوئی آہستہ نہ پیدا ہوئی تھی
انہیوں کے پسیرا، ابھلائی کون لادنے کہے خبر سوچتے تھے

گو گل اچانک

درستوں میں وقت

بدگاہ، بھری تھی غمروں کی پہلوں میں

کہیں ایک سہ نام تار کی سرسبز سے لکھتی ہوئی
دھڑک دک چلا گیا سرسبز منہ کھچ کر تو لگتی

کون تھا؟

کیا تھا؟

کوئی نہیں جانتا؟

ایک تھوڑے، پاگل سالو

کہیں ششانی ہوئی، نوسے جھاگت تھا،

وہ طوری کہتا ہے

ہلکے صبر میں یہ پیغام لے کر مرے پاس کیا تھا:

ہشیار؟

اک بیچ اس وقت کی موت کے بعد پھر کر رہی ہے،

کوئی درختِ درخشاں

کہ جب ساری مٹی کی سودہ تھوں سے

دیکھتے جوتے زخمِ شاموں کے، اندھیرے پہاڑاتے ہونے چھتے ٹکڑے

جلی سگم پرانی خراشیں

ہر اک شہر میں

نہر کے کپے کپے میں

دل، دگدگ

خبر کے اندھ ٹکڑے

خوشی کے منہ

م کہ لہنے میں قدر قرقر ہو گئی



عارف زوی

اصغر علی

آٹھواں مسند

مکھور !



ہا رہی نظموں میں جلتے والے نقوش باقی ہیں۔

کایں، موسم کی گرم آہٹ سے چونک اٹھتے ہیں۔

بیٹگی بری کا سسٹن کو کھار دیتا ہے۔

زمرہ کے پرانے گلوں میں پودوں کے تمام آداب خوب جتے ہیں۔

ہوا۔ اب تک ہمارے پیڑوں کی سرشاخوں میں سرسراہی ہے

ہونٹ جتے ہیں۔

اور گانگ، چاہے وجود ان کی الفت اور تھا، بہروں میں بہر لگتا ہے

ہمارے صہوم آقا کی حکمت و حیرت پہ جاگتی ہے۔

ہمارے گھر پہ گھومتی ہے۔

کیا ہوا جو ہماری دنیا میں دلی کی غارت

یا شب کا دھوکا بھی عاوانہ ہے ہمارے الفاظ کا۔

ذکر کوئی تاج ساقیوں کی

ذکر کوئی ورثہ ذکر کوئی تہذیب

سب قطع ہے !

مفاہمت کے تمام بند میں گھر چکے ہیں۔

ہماری آنکھیں ہی دیکھتی ہیں۔

اور کوئی آواز — ہماری تائید کی حکایت سے ماہر ہے

وہاں پہنچا گار ہے ہیں۔

سات مسند پار تھا ہے

ایک مسند ہی رہی ہے

ساری دنیا سے ٹوٹا ہے

ساری دنیا سے گیرا ہے

ساری دنیا پر پھینکا ہے

سرخ اور نیلا اور سیا ہے

اس کے گہرے سور سے ہلاں

نگوں نگوں بھا جاتے ہیں

کاکا کو لہرسلتے ہیں۔



میں تنہا نہیں ہوں

میر کی ریت کا
 مجھے لگا پیرا ضرور ہے
 کہہ اپنی دائرہ کی گھر میر کی ریت پر چل رہا ہے
 وہ کہتی ہے
 سارے تارے کچے ہیں
 باپ کا گھر
 ماں کا گھر
 جانی کا گھر
 بہن کا گھر
 اور اس کا گھر ہی اس کے خوابوں کا گھر ہے
 میں ڈنٹا ہوں
 اس نے زندگی کو زہر دے دیا تو تک نہیں بچا
 میں اس سے زندگی نہ لے سکی ہوں نہیں کی
 آج اپنی دائرہ میر پر چل گیا ہوں
 میر نے کہا ہے
 نے علم کی روشنی میں پڑھنے کوٹھ بھٹ پکڑے ہیں
 خوش انجیویں اور خود فریبیوں کا دور ختم ہوا
 لیکن اللہ ہی کا فضل پہلے کی طرح اب بھی
 تنہائی کی دیکھتے ہیں سوچ رہے ہیں
 اور پہلے کی طرح اب بھی ہر جہد
 دوستی کا رنگ بارسے دونوں کی کھیتوں میں ضرور پڑا ہے
 نئی کوئٹہ میں ضرور چھ شریں گی
 گلاب ضرور کھلے گا
 نفا اقدار ضرور جنم لیں گی
 تب تک
 اگر ہمیں خود بے سلیقے سے جھٹانا آجائے
 تو زندگی وہ بھر نہیں
 اس وقت بڑا وہ ہے
 جو قہقہے بھرتا ہے
 اور اپنے آنسو خود میٹھتا ہے۔



خسرو دروغ باز

فصل

اس پھر وہاں کے جواہر کا سامان ہوتا ہے
وہاں کے پتھر گڑتے گئے اس میں بڑا
بھیہ سانپ ہی سوا لگا ہوا۔ ایک بڑی
ہونڈ تھی، گھروں کی چیمبر تک برنگ کے
شودر مل، غراٹے سے گونج رہی تھیں، آ
آ۲۲ اسے جواہر کا دستہ ڈھیر پڑاؤں
گائے جواہر کا

گڑی مٹ سٹیل ہی سیخ تھو، سے جواہر
اجلہ لالہ پڑاؤں تک ایک دوسرے کا لٹکا تھا
۱۰ اسے جگر کا رنگ آسمان پر ہی تھا اور
سیر سے کاش دو سے اسے لٹکا تھا بھی
کون نام کرتا ہے، آ۲۳، آ۲۴ اسے جواہر کا
بھو ایک خوب سی کل پا کر تھی خلک صدا
کے ساتھ، اور صاحب سے بچا کر ایک
اسی دوری میں بچا بھی بچا نہیں کرتا ہے۔

یوں گے ایک کر تو کر ہی دخل مکمل کر لیں
سویں کی اور چاہتا جنوں کی دیر میں دیا
گئے لگا بھی کوئی بات ہوئی ہی نہ خوار
اس پھر کو ملامت ڈھیلہ نہ پائے گھر
کہ تھوڑا کیا، آپہ نہ خوار نہ خوار
ہو خوار تک ہو گیا، انھیں نہ بچا

اک سوٹی سی شام کی گزری اپنی پٹی تھی۔ بھیہ
ہم کی بیوی ہو، کسی کسی کی سائے گھٹے
پتھر سے سرکے ہلکے تھوڑے گھر کر بھیجے
ہٹ جانے۔ پھر اس کو دم سا ہوتا، میری پڑ
کو ایک منڈی کی پتھر کا لڑا ہوا خوش خوار پٹ
رہی ہے گرم پینے میں مل گرتا، اساد سے
ہٹ ہی گئی تری پھینے گئی۔

ایک ایک کر کے سامنے پھیرتے ملتے جاری
بار گئے، کئی منظر کام نہ پڑا، اور خود
کے سامنے مل کر ایک سے تھے، شام کی گزری
جبکہ تھوڑی تری جھوٹے بہت لڑا تھے
مرد مت، باقی گھر بڑے سے کہ وہ ملنے لگے
کھڑے تھے۔ ان کی انکسیر و صندی ہوئے
ٹکی تھیں اور اس پڑنے ایک پر نہ دھکا۔
منا تھا۔

شام کے پھر لوں کے پیچھے دھڑکیں پٹا
ایک پھر اپنا ایک پاس سے کہا اس بچہ
کو میں پڑ لوں کا تم سب اندھے آ۲۵
ہو۔ اس سے ایک ہنسنے منک کر تو کر ہی
پڑو نہ تھے کے پتھر کا بھی ایک اس شام
کے پیچھے ہو نہ دے، اور کی خوش میں تھی۔
پھر وہ پڑا، آ۲۶، آ۲۷ اسے جواہر کا

دو، اور چلا گیا کام ہے۔ لہ کر لگے کوئی
م ہے دوستانہ پھانے سے کہہ کر پتھر کا
بہت دلوں کی بات ہے، لکڑیاں میرے پیچ
کی۔ لہ کر لگے سب لگے دھڑکیں
ملو کا کی صفائی پڑھی دھکی۔ وہ بچے یہ شاید
کسی کی کالی ہونے سی ہے، شام خور میں نا
گرم ہوا میں لڑا ہے کسی کے پاس ایک
ہوا ہاں نہ دو اس کو کچھ آ۲۸، کام
نہ پڑا تھیں۔

ایک صاحب سے ملے ہیں کہ میں نہیں ہے
تھوڑا دھکا ہے، تم کو صوم ہے۔ دو شبن
کیسے کیسے دھندلے کرتے ہے؟
ایک بچہ ایک بچہ پڑی پڑی جگہ لگا کر ہے
پڑ تو کر پڑتوں کو لکڑیاں لگا کر جواہر پڑتے
ہوڑو ملنے لگا شاید کچھ نہ بچا کر ہی رہو۔

پھر ایک سے ایک پڑانے پھیرتے صدا
جانے کے لکڑی پڑا جوڑا بیابان لگا
ہے۔ کسی کو کاشے تو لہر دے تھے پانی پانی
تھوڑا کر جانے کا ایک بڑے بہت خوش
زیر ہے تو نہیں ہے، لیکن پتھر بنوں میں بچو
لے تو پڑی پڑی ہوا پار کے کھیلے لگا
ایک کر لہر دے اب نہ تھا لیکن وہ ہی کالی پڑی



میں ہر حال
ارتھائے زوال

غائب امر
نظم

تم سے ملنا تھا طے دنیا سے
کتنی کوی و کلاں میں بیٹھے
تیر کر پار کے طرفہ خاکست کے منہ لگتے
کتنی صدیوں سے غریب ہو گئے
سرخ انگارے سے تنگ کے جہاں خافوں میں
دشمنی کے بچے

غائب غریبوں کے
بہتر کا شوق ہم کو کس سے تنگ ہو نہ دیا
رہتے ساتھ چلے، غریبوں کا خوشی کا خوشی
ہم نہ سوئے کر کہیں

اپنی قسمت کے کرشموں کی پناہ گاہوں میں
خفا انگھڑیوں میں رہا ہے ہونے کا ہول کا خور
خاک و خون کے مانیوں میں منہ چلنے نہیں
ہم کے اندر دیر و دریا پاؤں میں تھے

کتنے تھے

ہم نے تیر کے ہر سوتے سے آواز کیا
ہم نے تیر کے ہر سوتے کو ہر دیا
ہم کو تیری طرف نہیں پورا دیا
تم سے ملنا تھا طے
ہم نے حقیقت سے پر ہے۔

دشمن کا جپا کا کس باندی دیکھ کر نہیں؟
حال جامع ہے

میرے بچے ہیں کیڑاؤں کی برسات میں رہا
چہ یوں جیسے چہ تار پڑی پر چور پڑی ہو
یا جیسے دشمن کے جہاں دشمنوں کے شجر قلم
انجیر کے پتے میں تیری ہر پر تیرتے ہو،
گر یہ ہر دشمن تیریں گے، تیرس کرتی

تم تو چاقی کا شعلہ ہو
میرے چاکوں پر گرتا ہوا آگ کا شعلہ قلم
موتی کی چھب داغ

میں اپنے سویم نہیں ہے اب ہر جگہ ہیں
نہلنے کے پتھر گھومتے ہیں، اور آواز ہر دوی
دن ہے،

دنیا میں تیروں کو جھلکی کے ساتھ کھڑا رہا
ہمارے چیتے تھیں کاغذی
بھرا ہوا بکا آواز ہے کم ہے۔



برقی سے غریبوں کی قہار ہے
کہنے ہر دلی سے کہنے کی ہر دلی
چراغ و قہر کا کہ کہہ دلی کی خاطر
دیکھ کر کا کہی ہر دلی پر کہتے ہوئے
ہم جھلکے گا،

اب دنیا کی کہ چھلکے گا ہیں
یہ ارتقا کی وہ دلی ہے کہ سے کیا
کس دلی کی کیا
وہ میرے خور کے کہ ہیں اب نہیں ہے
اگر میں نہ ہیں۔



مستراح حیرتی نمود

ہوا کے اندر ، ہوا ہے

نہ ہے کہا لہو کو گھو

میں کھڑی ہوں

اُداس شہزاد کی چھتوں پہ

تا یک گھروں کی لگھوڑوں پہ

نہ دے تو کی کے تار جود و چوٹی پہ

اکیسند و پے کی سند آجیل پہ

لیک پرانی کی کے چوڑے حق پہ

غلاب کی خند میروں پہ

پگھلتی ہوئی زانی گھاٹوں پہ

جیسے چرچراتے جانوں کی دھانڈل پہ

لغز کے حشر و مل پہ

بروزیت کے دم آؤں پہ

منا لکھوں کے قوس پہ

میرا کاری کی چھٹیوں پہ

ستم گری کی کا گھوڑوں پہ

انسانی جھول کے جھنڈوں پہ

اور چڑیاں کے تا یک پھول پہ۔

نہ ہے کہا لہو کو گھو

لہو کو گھو

میں کھڑی ہوں

میں کھڑی ہوں

ہوا کے اندر

ہوا ہے

ہو پانی میں

ہو پانی

گل میں ہیں

گل کی جی خوشبو

رات میں سورج

بجھے ہیں تھے۔

دن میں بھاگتے تھے

بانگ ایسے رات سے دھمکی

لانڈوں کے ادا تھے

کبھی نہیں

دینا لوں میں

میرا کہ دینا تھا

کبھی نہیں

دن کی جنبش میں

راتوں کا ریزہ تھا

رات محض ان جوانی

دن میں اس

اب سورج نکلے

شب میں سب چنر

بانگ میں اب بانگ بھیجے

چینا ہر اک بند

میرے پر

پچھے دیکھا تھا

ہوا کے اند پانی

گل میں اب کی خوشبو

اے راتوں میں میرانی



سید احمد

مراٹھا لہن

نور شہزادی

ایک بچے کے جٹو لے کیلئے منظم

مجاڑ

جنم کے دن دفتر میں محمول

مندی نہیں کم

بال خشک میں دیکھ لے

برہنہ میں دیکھ

خداوند ہے میں پانچیں

مسکو ہے کہ اگر پر غم کر آج ہے دانیس

علیک بریں اُس نے تیری خوش کو دیا

کسی

اُس وقت نہ ہو دوسری دے دانیس

داد دانیس

ایک نیند میری دیا اُس کی

ایک پیار میری دیا تیرا

پیراں سے چلا سیکو دیا

اب وہ گھوڑوں میں پیرتا ہے

اگر تو اُس گھر کے کوئے میں

لوں جو حملہ جلتے پر پیرتا

اُس گدھ میری تیرائی کا میل چاند میں پیرتا

ایک کوئی آجے دیا زسوا

جو اتنی بات بتا سکا

تو کہ تیرا میری دنیا سے پرے

بوز نہ گھن کا میل ہے

اُس میں ہر شخص کیلے ہے

آن آپ بخت پری دانیس

پتوں میں اُس کیس مسکائی

ہرے ہرے پیر میں اُن کی کوسٹ پر کاغذ

دندوں تک اس نگوں ہے کہ اندک بچہ کی پاپ

ساتھ دانیس کی جوت چلی پاپ کی

پتے کا شکار ہے

ہوڑ دانیس نے

کلی پر کاغذ ہو جائی گے

کاغذ کیڑوں میں پچے

ہرے ہرے پیر میں اُن کی کوسٹ پر کاغذ

آن تو اپنے آپ سے کاغذ

اگر وہ نہ لے گا تو کائنات سے بیشتر

اُس کے بچوں سے بندہ ہوا تو کھول دنا

سروں پر کچھ ہو خشک لاش کا دفر کر لیا گیا

تہا سنے کے بغیر میرے سے بیشتر

اکری مر تو را دو گنا

دور اگر گھبرا میرے پیروں کا کھانے

تو تو میری آدھنی آدھنی

دور اگر برف سے آدھنی کوئی مسافر

خال ہی میں آدھنی لگا

آدھنی تیرا خانہ تیرا دوسرا

آٹم تو ستر میں نہیں ہو

صحت ہو



عبدالرحمن
شب رو

شاہنشاہی غازی پوری
کے خبر

عرب ہریل
اوسے پہ کا زہر

دوب جاتی ہے جب عروبہ سیات
شفق و شام کی بہاؤوں میں
کون چٹا ہے بھول ڈالوں کے
تیری سنائی رہ گزاروں میں
کوی تادوں کی نرم چھاؤں میں
زیر ب تیسرا نام ایسا ہے
کون تیرے خباں کا واسی
بہ خیالی میں ختم ایسا ہے
کون کرتا ہے یاد غفلت میں
جولے بسرے ہوتے فنون کو
زیر ب کون چھڑو دیتا ہے
میں کے گم شدہ قزاقوں کو
پاندنی رات میں حسین بھرے
گیت گاتے ہیں گلگتاتے ہیں
دو نواہوں کے دلچسپ پردے
کس کی ہلکوں پہ سرسراتے ہیں
سرنگوں کس کے آستان پہ ہوتی
تیری ہمت کی مفضل سی اس میں
اور دیتا تھا کس کے قدروں پر
عزیزوں کا خسر و محو مہاسی !
میں کہ تو کس نے تادوں سے
مک کی انگ پر تجھ سے
کس کے گیشوں میں تیرے نواہوں کا
جنگ کا بھا سورا ہے ؟



دھل دھل سی ہوائیں خسر ام آہستہ
دو دھڑکی شاہوں سے جھانکا چٹا ب
دش دش چہ سالوں کی پھانسی تھلا
سوک دیا ہے کون کے دناؤ تھلا جب
تھم پھیل گئے قہقہے بہادری کے
قہقہے گھنچ ہمت میں گویا پھولوں
تھوڑے میں کٹا سکوں تھا ہے
غم جیت سے بیگانہ ہو گیا ہوں میں
کچھ اس طرح سے بدیشوں میں بیڑے کے ساتھ
کچھ دھڑک رہا وہ ماہ پاندی کی
تھکرتی ہوئی تھی دھڑک رہی پندری
کچھ گاتی ہو دو بیڑوں کو پاندی کی
کچھ ایسا ہوتا ہے موسیٰ چلنے کے
چھٹا شب پہ ہو جیسے غرور غفلت کا
کچھ دھڑک رہا وہ نجوم میں ہمارے
کس نے بیڑو دیا ہو دباب غفلت کا
کچھ خوب بے ہوشی کا ونگر رہا
کچھ دھڑک رہا ہو شباب غفلت کا
کچھ بھول بھانسنے گئے ہیں ماہ پاندی
کچھ نوجو سفر کا دواں جو تھکت کا
دھل دھل سی ہوائیں خسر ام آہستہ
کچھ مہین چن میں چلے تھک رہیں
تھم پھیلے ہوئے تھلے پھلے کے
کچھ غرور کو زمین پر گھا ہے ہوشیوری

بہم ہے پتا
جم کے ٹاپے سر پہ کھلی کا
سر میں سوہا ہے اور کھلی
آجئے کا پنا سزاؤں میں کریں تو
خود کو ہم پہچان نہ پائیں

دباؤ صحت سے اوسے پہ کا اور ماحول کا زہر
جلنے میں نہ رہا ہے

اوسے پہانے گندہ سر پہ
تھکرتی کے ہر ایک ڈگر پہ
اوسے پہانے ہم سب کو بہت کیا ہے
بھول جیتوں میں اوسے پہانے دھڑکی

بہم چھوڑ دیتے ہیں چٹا پناہیں
کون کون پناہیں جو اس کو پڑے صبر برتا
تھکرتی
کون کون پناہیں جو پڑے تھکرتی
چھوڑ دیتے

پاندی پناہیں پناہیں
اوسے پہ کا زہر ڈگر دے



یو الیسیٹر

اے چکنی تھڑا

ہادی فیزی، شمول کی بزرگوار گاہوں سے جانے انداز
اور جانے دیکھ دیکھ کو چہرہ دشمن کا جلتا زینہ واپس لا
کلکتہ راہوں کو کال رات کا کچھ لپٹنے سے مار

اور بھلائی میں

ہر سال کے لیے چوکنی ہوتی پڑی کے لئے



اے چکنی تھڑا

تیس چار اعطو سے

گوشتانی چشموں کے نزل اور ہیرا پا نہیں جب غلط
جس میں ہم لپٹے گئے ہست کا چہرہ دیکھو کیس
ہم گم نامی سس ہیں اس چاہتوں کی سیرلی با نہیں
زندہ شاخوں کی چلیں ہیں میں پر جلتے ہم کا کھوکھلا
ہوا ہے

وہ بگڑا ہے

سب ہم لپٹے ہم دار ساتھیوں میں میرے گود میں لپٹا گیا
کہا کرتے تھے
اور ہنسا کرتے تھے ان خیمہ جلد پر جو رخ ہو گئے
اس اپنی تمکین دہرائی تھی کہ رگ کا آخری ڈانڈ اپنے
ہاتھ سے اے بیٹے

آج ہم خود ایک کہانی ہیں

زیر ناک ہمیں پھٹنے والے ہر لب سحر کی ہوتی

اے چکنی تھڑا

ہمیں کالی رات کے چاند بیل سے باہر کھینچ
ہمیں چارو زینے اندے سے سر کے مذاب سے
ہم گریو الیسیٹر ہیں عاصی گھوڑی کا چتر سے
گھر جو شکری جہاں نلی بلند یوں پر کیوں ہم سے کھڑ گئے

اے چکنی تھڑا

محبت میں شاعری

تم سے مل کر یہ کتنا سبب شاعری ہے کہ ہے
 تم سے پہلے ملتی پروردگار کی کاغذ کو چھپاتے
 تو ہم اپنے کلمے کو بڑا خوب جانتے
 تم سے پہلے آٹھ کے دوزخ پر پھیل دھند کو
 چھائی کا درہا سکتے
 تم سے مل کر یہ کتنا ہے صرف آخر وہ نہیں
 کاغذ پر تو ہم نے لکھا
 اور چھائی کا درہا وہ نہیں
 آٹھ کے دوزخ پر پھیل دھند میں جو رہا
 صرف آخر وہ نہیں چلتی ہوئی چنگاریوں کا مس ہے
 اور چھائی کا درہا اس راجہ کا اکیلا ہے
 تم سے مل کر یہ کتنا ہے راجہ کی توہان ہے
 تم اگر وہ خوب چہرہ لوجہ کو لکھو نہیں ہے
 ہم اگر وہ صرف کھوری، جی اسی سرچہ دہان ہے

خواب سے آنکھوں کا ورثہ
 حرف سے سوچوں کا ناظر
 سب سے پہلے وہ دنیا میں راجہ کی دودا ہے
 ہم اگر اس راجہ کا اکیلا دیکھیں بھی تو کیا
 جھوٹ پرچ کا فاصلہ کدھند ہے
 ہم تو ہیں اک دوزخ پائیں گی تو کیا
 آٹھ کے دوزخ پر پھیل دھند کی اس مس سے جھوٹ
 جائے گی
 زندگی کو مارچ چنوں کے بن پتے ہوتے کت جائے گی
 تم سے ہم کچھ کہیں یہ سنا بہت دشوار ہے
 تم سے مل کر یہ کتنا ہے سوچا دیکھنا سب سے
 جان دہم تو جانتی ہو شاعری کا ناز ہے۔



ہونا سب سے بڑا اُلجھاوا ہے

شاہدانی اس شہر میں ایک دن آئی تھی
اس دن شہر خاں میں سب سے پہلے آئے ۵۱۵ میں تھا
اور چاند خان محل چہرے کا لوسن کا سوت بنے تھے
چاند کیلا گھر
سوا ایک دن میں چلے ۵۱۵ اس گھر میں جاتا ہے
دائیں پہلے پرچوں کا اس گھر میں چاکر مٹی میں
بہنیں و محول ہاگ اداپ کے مدنی ہیں
اور بیٹے
ساز پہلے میدانوں میں گھوڑا دوڑتے ہیں
فیروز گڑھ ہواست لادو چھلے جاتے ہیں
اور ذہنی ہم کو دانا جاتا ہے
اور مرنے والوں کی قبرست بنائی جاتی ہے
خود اجیش خوب اندیشے خوف
کچھ نہ شکنے والے پیا ہے
ہم ہمدانی ملک
سوا ایک دن مراجعہ ۵۱۵ اس گھر میں جاتا ہے
اس کے بعد چوبہ وہ شہر خاں میں آئے کا پختاوا ہے
ہونا سب سے بڑا اُلجھاوا ہے۔

ہونا سب سے بڑا اُلجھاوا ہے
شاہدانی حضور چاند کی داس میں جا گئی ہے
اور دن چرسوئے والے گھر کی دیوڑیوں پر اگر بیٹھے ہیں
اور خواجہ جیش و خوب کے اندیشوں میں رہت
کھینچے پیرا بھیجی کی لذت ہیں کہ وہی در سے جھانکتے ہیں
بچے مڑکی کی گھر میں ہیں باخبریں ڈالے ہوتے ہیں
خواب ہماری دائیں ہیں
خواب ہماری دائیں ہیں
اوسا کا تارے چھینے لڑکے گھر کو جانے والا سب سے لیا
دست پہنتے ہیں

شاہدانی اس شہر میں ایک دن آئی تھی
شاہدانی ہر شہر میں ایک دن آتی ہے
اور ہر شہر کے ایک گوشے میں منانے کی چادر تارے
ایک ایک لگا کر جوتا ہے
دارنہ ہلکا ایک ایک آتے جالا
ایک نایک دن اس گھر میں آتا ہے



میں پوچھوں گا

کے کہ گشتہ تر نہ شد.....

جو میں مری تارنگ لگا ورنی پہن کے اب
آئے گا
عمر تو اس سے اس کا پیش پھر جا
یہ تو اس سے پختہ نہیں ہے لگے دے چلا
کا نہیں پھر جا
یہ تو اس سے پھر جا

کہ کوئی سے گشتہ تارنگی فصل پکاتے ہیں
اندھیری کھن کے کھن کا سوت خفہ نہیں
لگا ہے
ہم کو میرے خدا کو پناہ نام پٹنے آئے گا
یہ تو اس کو اپنی کمال نکال سکے وہ
ہم اپنے سارے لفظ ہوا میں آئے وہ
ہم اپنی آنکھیں شہر کے اُنچھو میں آئے وہ
نصیب کہوں گا

جو میں میرے نام کے لفظ لگاتے گا
یہ تو اس کا یاد میں لپکتے ہیں مارے ہم
پہن لوں گا

جو میں میرے نام کے لفظ لگاتے گا
یہ تو اس کے دل میں پٹنے لگے دے چلا
تاریکی سے سمجھوں گا
یہ تو اس کے سامنے تپے ہائی کہوں گا

تا ہے عورتوں کی گنگا لگاؤ کو
کثیرہ کا مٹی عمر خوش نہیں آتی
بڑی کے عمر سے لڑاں چلاو ہر جا
آپنے منصب چنی شکار سے آگاہ
ادبہ شب والا کو سچہ کرنے
قیہ شہر مناسب ہوا لے آیا
لڈی فشت میں تارنگ گلاب سے لگے
نہ آئے تھے کہ زہنوں پہ سر پہنچے گے
ہماو جڑ و ستار سے ہنر شہر سے
ان کے گور نظر آتے دور در شہر سے
کلاہ کرتے تھوڑے دوست شہر میں
وہ اسکا ہے کہ سارے کا اعتبار نہیں
وہ تیرگی ہے کہ غیر اجروں میں نہیں
وہاں لگتے ہیں اور میراں میں ہیں

گروہ لوگ کہ میں کا جین زہرہ خا
نہیر احمد پہ میں کا سہارا جتا خا
وہ ایک نام کی نسبت سے ستراب ہی
وہ ایک نام کے تھے سے ستراب ہی
وہ کوکت سے ستراب ہی کی کوکت
نہ مصحف کی دھیری نہ جاہ کی ستراب
نہایتوں کے کاتے لگا اور ہوتے ہیں
وہی شہر وہاں خلیہ شہر نام ہوا
مصر شہر کیسی جاں لگا رہے آئے
زبان کا قریب ہو سے آئے آئے
ہماتے تھے وہ لگے تدر کر ڈالے
کہ دھنی کا نسب صرف نام سے نہ تھا
وہ آئے والی کسی عورت کی خاطر
کئی چراغ کا تھا۔ تو میرے گھر رہتا



فدا کا راز
موت و حیات کے شجر کا پھل ہے ایک اور نظم

موت و حیات کے شجر کا پھل ہے

اے میں چک کر دیکھو

پتہ گناہتہ دیکھ چکے

اب نہ تو ہے دل کر دیکھو

خاک پر اپنی قبر پر ہے

نقش بنائے کیا کیا

یہ ہے پھل اور ستون چمن

اب جو میں چک کر دیکھو

اور مجھ دوست پرانا اور مجھ دور میں

اسی تھی ہے مٹیوں باہر

ان چھ بڑے بڑے گھر میں

میں کے گھر میں ملنے لگتے

پہلے ہی کہ شام و صبح میں

میں کی تکیا نور میں

سب دھوا جائے

قریب قریب چلتے پاندے ڈھونڈتے سودا

کوہ وادی سب گھومے

شاید وہ بھی وہیں ملے پ

آگ لگ کر مل کر دیکھو

موت و حیات کے شجر کا پھل ہے

اے میں چک کر دیکھو

پہلی کو نہیں سب دیکھوں گی گل باغ میں

کوہاں ہی رہا ہے

پہلی کو نہیں دیکھوں گی پہلی کو نہیں

پہلی کو نہیں دیکھوں گی اس نے دانی ہے

پہلی کو نہیں دیکھوں گی پھر دیکھ دانی ہے

پہلی کو نہیں دیکھوں گی

پہلی کو نہیں دیکھوں گی

تار تاروں کے دکھ پر سناں مست نہیں

وگ لکھ جو باغ میں

گھر میں کے لکھ لکھ چپ بھگ

اور وگ لکھوں کے سو کے چمن

انہیں کوئی تار تار میں ہے سناں چپ

بھگ لکھ کے لکھ لکھ

پہلی کو نہیں دیکھوں گی کر دیکھو

پہلی کو نہیں دیکھوں گی

پہلی کو نہیں دیکھوں گی

پہلی کو نہیں دیکھوں گی

موت و حیات کے شجر کا پھل ہے

اے میں چک کر دیکھو

پتہ گناہتہ دیکھ چکے

اب نہ تو ہے دل کر دیکھو

خاک پر اپنی قبر پر ہے

نقش بنائے کیا کیا

یہ ہے پھل اور ستون چمن

اب جو میں چک کر دیکھو

اور مجھ دوست پرانا اور مجھ دور میں

اسی تھی ہے مٹیوں باہر

ان چھ بڑے بڑے گھر میں

میں کے گھر میں ملنے لگتے

پہلے ہی کہ شام و صبح میں

میں کی تکیا نور میں

سب دھوا جائے



”میں!“

یہ تھا میں کو میری ذات ہے مشترکاً کا

کبھی غموں میں تھا ہے غلامی کی کڑی ہے میرا ہونہ
کبھی میں شمشیرِ جہاد ہے زندگی کا مرکزِ ظلم ہوں
کبھی میں زندگی ہوں اور کبھی بھیجے گا نام ہوں
کبھی فوجی ہوں بیرونی پر
کبھی خدا کی تم کو دلی پر!

میرے حالات کیا سودگی میں
و اگر میرے اماں لوگوں کے غلامِ غلام ہوں
تکلیف کو دور ہٹ جاتے ہیں
تعلق کے وہیہ بندھتے۔
کو میرے جذب کی گری انہیں نہ ٹھکانا نہیں سکتی۔
و اگر کوئی فریاد کرتے ہیں۔
میں ہی کا بیچ — شاید —



ہر دردِ جسم انھیں ہے کے ہیں غمیں میری جانب
کوئی غموت۔ کوئی کھنٹ۔ کوئی بیگانی کے ساتھ —
اس کے مشترک ہیں —
کہیں کس دام پر چل دوں
خود کو جان جاؤں
یا خود سے تعلق ہو کس بھی اس طرح ہی ہوں
بھیجی گشتِ انعام — ہی گزرتے ہیں —
— جیتے ہیں —

سہمی ایک دوسرے کو مسجدِ انعامِ شہرِ کار
ہر کسٹیکس کتا ہی
ہر کسٹیکس ہر خاموشی
— کوئی انگریز کر رہتے ہیں —
— بھیجیوں ہی ہر خاموشی —

کبھی خواہی کہ میرے سب ہیں میرے
ہر کسٹیکس کتا ہی کتا ہی کتا ہی کتا ہی
میری منتقل کرتے ہیں اور
جو دنیا کو چاہتا ہے کہ بیگانگی میں —
فصلِ اندھ قتل — لے جا ڈالتے ہیں
یہ میرے لیے ہیں اور ایسے ان سے ہوں
یہ میرے ہر دم ہوں ۱۱

کبھی وہ لوگ میری راج کی گزرتوں تک —
— میرے اپنے ہیں۔
— میرے قہرِ دوست ہیں
— میری خوشیوں پر پہنتے ہیں
— میرے جذبہ است کی گری کے ٹکڑی —

اب وہ یاوروں کی سالا پر ہوتی ہے موت کے ساتھیانوں میں ایک نیند

بہات لگا جاؤں کو جھلا کر

آجے دنوں میں بیٹھتے ہے

اب کس خواب میں ہیں

جب نیند ہمارے سمورے گزرنے کی

تو موت پتھر پر لگا کا سہ کرے گی

نیند میں کیسے چلیں ؟

شہر میں کیسے چلیں ؟

شہر کی ساری راتیں بھٹی ہوئی ہیں

راستہ دیکھنے والی سڑکوں پر پانی میں ڈوبی

ہوئی ہیں

وقت سیاہ پر غصے کی طرح ہمارے سروں سے

گزرتا رہا ہے

اور اب تو اس کی چونچ ہمارے شہر کی ہیں

آئینہ لگی ہے

جو کچھ بھی ہے

اور جو کچھ بھی تھا

وہ کچھ گزریں ہے

ہم سے آگے پہنچے

داہرہ مارا مقدس ہے

حقیت مفید لباس میں ہم سے بہت دور ہے

موت ہمیں دُشمن کی ہے

اب نہہر بھٹکے گا، تو اس دُشمن

ہم سے پہلے جو قبریں بنی تھیں

ان میں اضافہ ہی ہوگا

نگریں دوست اور بیخبر اور یہ میراں نظریں

میں ہیں نظریں سے واقف ہوں۔

میں ہیں چڑاؤں سے واقف ہوں۔

فرحان میں یہی غیب ہے

نقیل۔ اجنبی، مہر و الفت اور عداوت کے

نرمی کی نظریں۔

ان کی عداوت کی حد کب ہے ؟

میں آگ۔ استی ہوں یا میں آبیہ دنیا کا نظریہ ہوں ؟

میں آگ کی لہریں ہوں یا آگ کی لہریں کا نظم ہوں۔

میں آگ ہوں۔

کہ دستاویز ہوں ذات و دو عالم کی ؟



چاندیس سالہ حیات

دسمبر ۱۹۷۰ء

۱۹۷۰ء



نعت میں

ایک نظم کہیں سے بھی شروع ہو سکتی ہے

ایک نظم کہیں سے بھی شروع ہو سکتی ہے
عقول کی ہر سی سے
یا قرعے جویا، خوشی میں نہ گئی
وہ اس بچوں سے تو کرک پانچویں کعبہ
ہر ایک کو کہیں نہ کہیں نہا، لی گئی
ہر تینوں کو ہمارا ناز کے نیچے
اور ان کوں کو میری آواز میں
سودہ بیلا کی کوہ پہنچا، گہری نے گھر کا لایا ہے
نظم کا ایک گھر ہو گا
کسی عداوت کا، دل یا دستہ کرتی ہوئی انگلیں
ایک پیٹریے جیسے دل سے نہ صواب لایا ہے
نصائح ایک سحر کھلی کر سکتی ہے
ایک گونہ ہوا آسمان نظم نے آواز نہیں
لیکن یہ ایک ناشتہ دن میں باسانی ماستر ہے
پہولے انیس اور گینتوں میں وہی جاسکتی ہیں
نصائح جیسے یہ آواز جاسکتا ہے
تجربوں کو نہ وہی میں سکھایا جاسکتا ہے
تم لے دیکھ سکتی ہو
نماز پر تلوں خالی گہرا دل اور خالی قیصوں پر
تم لے لے سکتی ہو

اتحاد کا دیریں دور جہازوں کے ساتھ چلتے ہوئے
تم سے وہم سکتا ہو
ہندو گاہوں کی جھڑپیں
آپ کے گوشہ سکتی ہو
بھڑکے مانع میں
تم لے آگاہ سکتی ہو
یاد دینے کی کیا دیوں میں
ایک نظم
کھوئی ہوئی بات ہے تاکہ خبر کی جا سکتی
کسی حوالہ سے آواز نہیں جا سکتی
کسی دیوار میں قید خبر کی جا سکتی
ایک نظم
کہیں یہ ساتھ ساتھ جھڑ سکتی ہے
ان کی طرح
ہر ایک طرح
دل سے کی طرح
اہل کے ہاتھ کی طرح



فیہم لہدی

ہونا نہ ہونا

(عربی علم لغت کا ترجمہ ہے لغت)

اسے فارسی لغت کے اسی ترجمے میں کہیں نہ ملے گی
 کچھ بھی نہیں
 ہر کے سامنے عربی ہو جانے ہیں
 ساروں کے کہیں میں بہت کمزوری کی ہوتی ہے
 یہ ایک معلوم ٹیڑھا کاغذ ہوا ہوا
 یہی دعا ہے اور یہ ہے خدا کی دعا
 لفظ داری و صوب اب جائے گی
 میرے محبوب کے گانے ہیں نہ انہوں نے تو نہیں پھونکے گی
 کچھ مست دکان کہ میرا ہوں میں اس کے بازوؤں کا گانہ ہے
 اور صوبہ صوبہ کے قزاقوں میں اچھا دوست رہا جان
 کہ ادوار میرے ادا میں کے رشتے سے قائم ہیں
 یہ پختہ خواب کی پختہ نہیں
 رقیق پختہ اسے ہر گز کے گورے سے نہیں
 اور پھر نے ہونے رفتوں کے خواب دھندلے گئے
 تمام چیز چرائے گئے، اسے مقوم میں
 چمن چمن حائیں اور صوبہ کو بھی جنتوں سے
 آئے پرست گئے۔ کچھ کہ نہیں پڑتا



تو ایسی ہے یہ ہمارا آئینہ پرستے ہیں تو ایسی ہے
 پہنے جیسی تجھے دیکھ کے ایلانوں والے چمٹے جیسی
 منی کے صف میں موتی کی قید کا کلمہ پڑھتے ہیں تو اپنی شہرہ کر شہرہ کی
 نم اپنی دیکھیں آنکھوں میں تری زلفیں ناگ نہیں دلی تو رہتی ٹٹار کر سکتی ہے
 آنسو جیسی تری آنکھیں ناگ نہیں دلی برا تو جیسے اہل دلی
 تو تازہ دودھ کی نوشہرہ سی تری قامت خاں شہزاد نہیں تو ہم ہم جتنی ندی ہے
 وہ جتن جتنی گوارہ تو روپ دیکھیں آگ نہیں میں تیرے کلمے پر تنہا
 تو عاشق ہے پڑھتے پانی کی پتھاری ہے اک پیاس بھرا گلشن ہے
 تجھے گندہیں توڑتے دیکھا ہے تو عام سی لڑکی ہے مڑا ہر خوشی میں سگتا رہتا ہوں
 سروں کے سہرے کھیتوں میں تو ذکر نہیں ہے صحن میں میں کہتا ہوں
 یہ کوئی بنا کر بھوٹ گیا تو توڑ نہیں میں دے دلی
 پاؤں سے گودہ رچی میں اک عام سی لڑکی تنہا سی جن مسکرت
 تو ایسی ہے تو دین، سستی، پیر نہیں جلی اور اہل دو ساحل ہیں
 اپنے جیسی تیری تن تصویر بہت سادہ دو سانس سہرے دو پی ہیں
 صفائی کے مکاں میں پانی سی یہ مرد مصروف کی دھن اک تو مڑا، اک میں لگا
 تو ایک ہی عریاں دکھوں میں کوئی کوکب کی تصویر نہیں ہم اک دوپے کی عزت ہیں
 مسکوتہ جیسی اک عام سی لڑکی، سادہ سی لا باہر دانت پیچکے سے
 تو بچوں کا اک ہمارو سی جوں کا اشارہ رنگ بھرا مرے ہاتھوں کی مٹائی میں
 تو دور، تو برستے مٹی ہے کرموں والا، بھاگوں والا تو مصری گلوں مرے غم میں
 تو پاس تو برستے سستی ہے قسمت کا ستارہ روشن سا میں درد سروں مٹائی میں
 ترے آنے جانے میں مڑا

۱۔ معبودہ !
 ۲۔ مسبودہ !



تاجپوشی

اندرونی مُشک مجایا.....

داکر پہلے چٹا، مے ساوت رُت ہے
باول تو برسا کہتے ہیں برس گئے ذ

لاکھ پچھا

لیکن ان آنکھوں میں دیکھ تو میں قندار سی عجب تھا ہے

تو میں جاؤ گی نہیں۔۔۔ جاؤ گی نہیں

دک کیوں ہے، دنگ لے رہی تو ہے و

تیرے دل میں گئے سوہنے سوہنے چروں کے کراؤ گئے ہیں

جی میں تو نے خوشبوؤں کے دیکے جلا دیے ہیں، میرے لئے

میں میرے لئے

اب تو لہو کو گہرے مسند کی تہ میں سے بیکرا دھونسنے لگی ہے

تو میں وہ بھی لا دوں گی

اس سے تجھے کیا شہرِ نادر کے ڈولوں پاؤں ڈوب ڈوب

کے ابھروں

تو لہو کو محو کی ترقی ریت کے فتنے لگے لو کہ ہے

تو میں وہ سارے فتنے لگن دوں گی

وچلے میری آنکھیں سوسا ہند کی شاخیں سو جاؤں

یا تو لہو کو میری سے گھس کے جرم میں، ایک تہا بونٹ پر نہ لگاتے

تو میری آنکھ سے تیرے دنگ کے موتی نہیں لگنے کے

مغربِ مہلوں میں ہے

میں تیری مہلوں کرتا ہوں

میری آنکھیں نثار ہیں تیری

میرے ب تجھے سجدہ کہتے ہیں

یا مسعود

ہاں نیلوں پر جب سنت آئے

جب ملو تم

پیغام ہوا کہ دے دینا

میں آؤں گا

پر جا کا اگر سنگاؤں کا

میں چندی دیپ جلاؤں گا

تم ہنس دینا جیس ہیں کھلنا

ہاتھوں میں سرست گر جب ملنا

ہنوشیں مسند ہے حوا

کوئی ڈوب گیا کوئی پار اُترا

کب دھک اماؤس کی آئی

کب چاند بچھا کب ڈوب گیا

تو چنا ہے میں غینہ تیری

میں کون تھا تو کون مری

یا مسعود

یا مسعود



جہانگیر شاہ

اکتوبر ۱۹۹۹ء



یاد کے ہائے میں شندے بگ دبار

پھر شام مراد وصل رہی ہے

پھر شام مراد وصل رہی ہے
دن بھر کا دکھا ہوا اُنہاں
شعروں کے قسب و آواز ہے

دہائی کے شعور میں جھلکتے
ہے زار پرند گونجتے ہیں
نوشہ ہونے پر، جلی زائیں
وہ کس کو دکھائیں اکون گھے؟
ہے سود سحر کی داستانیں

تاریک ہوئے رات رنگ منکر
جم سے گئے مازوں میں ہر سے
چلتے بھٹے نیسنگوں یوں پر
اچھڑے ہیں کسی سوال کے طعن
آنکھوں کے اُنہاں ہیں میں لڑائی
ہے اُنکے جواب کے چوسے
پھر شام مراد وصل رہا ہے

میر کا جی ۱۰۰

کونیاں ہونے سے شندے کیوں
چاند
کڑوا کا تپاں پر غلہ پورا کی دھوئیں
میں چاند

کون سے شام کی ہر شرمیلہ پھولتے

ہونٹ سے نکلے وہام

میں کا اندوتہ میں تیرے

زیر کا جام

بجھتی ہوئی کاسے آگے میں

ای کے پچھلے پام

میں چلتے ہوئے

ہائی کے گام

ستوار کے دونوں سمتوں میں گھومتے اشک

بچہ بچہ کے ڈھیر و دم پر ہر روز کے
گدا

منا میں گڑا بگڑا

یاد کے ہائے میں شندے بگ دبار

پاش پاش کی لڑکھوئیں میرے چہ نہ تھے

دھتکے؟ سولہ سے پوچھیں

سبز دانا

سر میں تین بارون کے خور میں

اُڑا کا فیلہ

آغوشِ موت سے چٹختے اور سوچتے اشکوں

کے تیر

آنکھوں میں میری شندے سے جتا



مشق آفرین

شاپرہ

دردِ دل

صدا کے غزلِ شبِ شاخِ شب

ہر دو سال کے تیرا ہی کہ تو ہم جھکے

مجھے نہ ہوا شکم سرا خلیں

مجھے بھری ہوا جھری خلیں

مجھے چہ پر کاغذِ حال

مجھے چاک پہاڑِ عبادت

مجھے کسی پیار سے پرچہ ہوا کی رات

مجھے کچھ نہیں تھکے

کرب کی لذت

مجھے جو میں سرور کی گتوں کی مٹوا دی

مجھے خبر کو نہ میں کی پیاسی کو کھریں

توئی تو پہل

مجھے کوئی قوم نہ کتنی ہر دور کی جھلیں اکھریا

میں کے بچے تو سب کی جیت

یکہ نہ گئے دردِ مجھ کے کہ تو میری

گی داتیں

موت کے جذبے

مجھے گوری کے جنوں میں

پہلی دیکھ کا یہ سنا خوف

اور چلی رشتہ اور ہم و مکر

بھلائی کے ہم سے بے گناہ

بھنے والے بچے کی سو دگ

مجھے جگہ سے جگہ سے ہوتے گاویں

تھا بویا

پہل کی جوری

نہر کا سر سے نہ پاؤ

روزی نہیں

سرگندوں کے بچے کا پہل کی دگی

گہرا آسپس سا

مجھے کسی نہیں کی دھم پر

پہل کی کاسادہ درد

مجھے بھری ہو جان کی چپ کے بچ

پہلی کار کے لیے سانس کا لوترا

ہر دو سال کے بچے کی ہر ایک کو سمجھتا ہے۔

مست تو میں چھوٹے غزلِ شبِ شاخِ شب

کبھی کبھی سہلے خواب کاویں

جنگل سے پہلے وہ چمکا لگی

غبارِ شکار میں ہو کوئی تیر کی چپ

رہی بنا دو سالہ

پہل کی نہیں، پہل کاویں

چپ کی شکل میں تر

ہوائے لم تر

کبھی کا انتخاب کی کوک؟

پہل سے پہلے

یوں کواد کے خواب کو شک سے پہلے

گناہ کا اعتبار کیوں

توئی ہی چہ نہ تھکا پہل سے سبب



مٹی کی کان

مٹی کی کان کا مزدور ہیں

کام ختم ہو جانے کے بعد ہماری تھکنی لی جاتی ہے
ہمارے ٹکڑے ہمارے ہندوہ لگ کر دیتے ہیں
پھر ہمیں جوڑ دیا جاتا ہے

پتلا دی پر سے کسی شخص کی جگہ
کسی دکان کا حصہ جھوٹا دیا گیا تھا
ہوتے ہوتے

ایک ایک دکان کسی نہ کسی رو کا ہو جاتا ہے
غریبوں پر سے مختلف حصوں سے ٹپکنے ہوتے مزدوروں
میں سے کتنے

کان بچنے سے مرگے ہوں گے
مٹی بچنے کے عوض

نقد و بدلہ دینے لگے ہوں گے
مٹی کی کان میں ان کی چیزوں پر پابندی ہے
پانی مٹی کی ملکیت کو ختم کر کے اپنے ساتھ لے جاتا ہے
اگر انہوں کو معلوم ہو جائے

ہم نے مٹی کی کان میں آنے سے پہلے پانی لی لیا تھا
تو ہمیں ٹنگھنے میں مل گیا کہ
مادہ پانی پھوڑ لیا جاتا ہے
اور پانی کے بجائے قطرہ برآمد ہوتے ہیں

اتنے دنوں کی مزدوری کاٹ لی جاتی ہے
مٹی کی کان میں آگ پر پابندی نہیں ہے
کوئی بھی ٹکڑے لگ کر پابندی نہیں لگاتا
آگ کان کے مختلف حصوں کے درمیان دہرا کر کام
کرتی ہے

مٹی میں آگ کی چادر لادلوں کے درمیان کام کر سہوں
کوئی بھی مزدوری آگ کی چادر لادلوں کے بغیر نہیں ہو سکتی

مٹی کی کان میں آگ کا ایک اور کام بھی ہے
کبھی کبھی ٹکڑے اپنا تک ساری کان کو خالی کر دیتا ہے
اس وقت کان میں آگ پھیل دی جاتی ہے
اس دہی اگر کوئی سلامت نکل جائے تو اس کی تھکنی
نہیں مل جاتی
مٹی اسی دن چرائی جا سکتی ہے۔

میں نے ایک ایسے ہی دن مٹی چرائی تھی

وہ مٹی میں سے ایک جگہ دیکھ دی ہے
اور ایک ایسے ہی آگ جھرنے کے دہے میں سے نکلا اعضاء
کے اعضاء
اپنے اعضاء اور اپنے دل کی کچھ چرائی تھی



چراغ کے لئے آگ چروڑا گا
 آگ چروڑ کر کے کہ چیز نہیں ہے
 گر ایک نیک شخصیت کے لئے ہر چیز نیکی کی جاسکتی ہے
 پھر اس آدمی کو سرے ساتھ دہنا گوارا ہو جائے گا
 آدمی کے لئے اگر مکان ہو پینے کے پانی کا انبار ہو چرلٹا
 میں آگ ہو
 تو اسے کسی کے ساتھ ہی دہنا گوارا ہو سکتا ہے
 میں اے دہندہ میں شریک کروں گا
 اور اگر وہ دنیا کم پڑ گیا

تو دنیا چاہوں گا
 دیکھو گی نگاہیں ان حوروں کو جو کان میں شور نہیں مچاتے
 بلکہ گپ دوٹیاں دیتے رہتے ہیں۔

میں سنے سنائی کان میں بھی کوئی سنتا نہیں ہوا
 اور اس سے باہر بھی نہیں
 میں پلٹے پلٹے ہونے آدمی کو اپنی دنیا ہی سمجھاؤں گا
 اور سمجھ باتیں کروں گا
 میں اس سے محاکاتی کان کی باتیں نہیں کروں گا
 بلکہ وہ لوگ سنتے نہیں چاہئے کام کا جن کی باتیں گھر جاکر ہی
 کہتے ہیں

میں اس سے باتیں کروں گا
 گھر سے پائوں کے سوا
 اور اگر میں اس کے پیچھے میں کوئی اکھڑے دلاؤں چراگ
 لگا سکا

اور انہیں بھی ایک جگہ رکھ دیا ہے
 مجھے کسی نمکس مرچ آگ لگنے کی خبر ہو جاتی ہے
 میں چروڑ کے لئے تیار ہو جاتا ہوں
 مجھے کوٹنے کے ڈھیر پر ایک پاؤں دیکھ سکتا ہے
 جو میرا نہیں ہے
 مگر بہت خوبصورت ہے
 اگلی آگ لگنے کے وقت اسے اٹھا لے جاؤں گا
 اور اس کے بعد کھراؤں کہے اور۔

ایک دن میں اپنی مرضی کا
 یک پہلا آدمی بناؤں گا
 مجھے اس پہلے آدمی کی ٹکڑی ہے
 جو ایک دن ہی جلتے گا
 اور محاکاتی کات میں مزوری نہیں کہے گا

میں اس کے لئے مٹی چروڑا گا
 اور تحقیق کروں گا
 کان میں آگ کس طرح گنتی ہے
 اور کان میں آگ لگاؤں گا
 اور مٹی چروڑا گا

نئی محاکاتی اس آدمی کے لئے ایک مکان نیک پالی انبار
 کہنے کا گوند اور ایک چرخی بنا دوں



کئی کئی کا دوسرا دار معلوم ہو جائے تو اس کی دہشت
نکل جاتی ہے



پاکستان اسلام آباد

حبیب میری دہشت نکل جائے گی
شہ آگ کی دھواں سے گزرا کر
مٹی کی کان کو دوسرا دار جانکر دیکھوں گا
اور ایک دہریہ گوشتے رہا
اوپر کی طرف ایک سرنگ جافوں گا
سرنگ دہریہ جانکاں گا
میں کے اوپر
ایک دیباہ سدا ہو
جلے ایک دریا چاہیے
میں وہ آدمی ہوں جس نے پناہ دیا پناہ پر
ایک بے خبری خیرا تھا
اور چاہا تھا کہ اپنی گندہ حقائق
پہلے کے معمول پر کرے
گھومے دیا سکون سے کوئی گندہ نہیں آیا

بھر رہی تھی پناہ دیا
اور ایک ناؤ خیراتی
غرب وریا کی ناؤ کو کوئی سوری نہیں ملی
بھر رہی تھی ناؤ پناہ دیا
وہ مضر طوفانوں والا جاں خیر دیا

اس سے محبت کی باتیں کروں گا
اس ان کی کہجے جس نے چاہا ہے
اور اس ان کی کہجے وہ چاہے گا

میں اس ناؤ کو ہمیشہ اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا
کسی کی آدمی کو کوئی ہمیشہ اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا

میں اس میں ستر سو حصہ دیا کہلاں گا
جہاں دہشت مٹی رہا پانی ڈالے بغیر نکل آتے ہیں
اور وہ ان دھواں کو میرے لئے لے آئے گا۔

میں نے لگنے لگے تھے
پانی کی خشونت نہیں ہوتی
میں وہاں ایک سیڑھی سونک
مٹی کی کان میں پناہ جافوں گا
وہاں جافوں گا

ایک دن کسی بڑے ناؤ کے چھتے کا موسم تھا تھپہ
کئی کئی تھپہ
مٹی کی کان میں میرا ناؤ پناہ دیا پناہ پر

اور وہ کٹا خروشا ہو گا
میرے نکل دہشت پریشانی ہوں گے
انہوں نے کبھی کوئی دہشت نہیں دیکھی ہے
دہشت دہشت رہ رہوں گے وہ جہاں گے

میں کبھی کبھی ان کو کھانے دے چکا ہوں
اس کے سامنے کان کے دوسرے دہشت کا پتہ لگا ہوں گا

صید الیچ

تنہائی کا مشغلہ

پختہ دوست کو خدا ملتا

اس کے ہاتھیں اور کیا رہیں کاموں کی یافت کرتا

اس کی چینی اور آداس کے پدے میں پھرتا

اس نے کئے خواب دیکھے

کئے سفر کئے!

اپنے دوست کو خدا ملتا

اس کے دوست اور بیٹوں کو دوستی کے کھٹ بھیجا

اس سے خط میں کیا خبر کا لکھ کر تا

اور اپنی ڈائری میں لکھی ہوتی

اس کی ایک پرانی بات یاد آئے پر

اپنی حیرانی اور مصوٰت کا اظہار کرتا

اب میرا صحت پاب ہو گیا ہوں

اب مجھے غصے نے ساتھ چلیں گے

اور ایک جیسی خوش خبری ہو گئی

تہا دار اور ہمارے بیٹے باقاعدہ ہیں

اور جو بیڑ لگی تم نے دو سال پہلے مجھ پر مل گیا تھا

اپنے دوست کو خدا ملتا

اور تم کی بات چھپا دیتا

انہوں نے دوستوں اور رشتہ جیوں پر بھیجے ہوئے خط

کہیں نہیں پہنچیں گے

اور گھر سے نکالے جانے لگے

تھیر کا شان نہیں گئے۔

مگر وہ دریا کے جہاں میں کوئی چلی نہیں رہا جیسی

پھر میں نے جا لڑنے دیا

اور ایک چتر کا خرید لیا

اوسے دریا کی زمین پر مسافروں کو ساری فراہم کئے گئے

بہر کرتا

مگر میرے دیر سے مسافر کئے بند ہوئے گئے

اور ایک دن تہہ

سودن کا سایہ میری چتر سے چھوٹا ہو گیا

میں نے چتر کی رچا دی

اور ایک روٹی خرید لی

کسی بھی تہا دار میں یہ آخری سودا ہو گیا ہے

وکت دست یا کئی راتوں کے بعد

جب وہ روٹی ختم ہو گئی

میں نے مزدوری کر لی

مزدوری میں کی کان میں لی



رنگے ہوئے مکان

رنگے ہوئے مکانوں کے لوگ کہاں بیٹھے ہیں
 رات کو کئی ماہیں رنگی ہوئی ہیں!
 کھانسی اُس دیکھنے والی چنی ہوئی ہے بعض جگہ کسی رنگ رنگا
 کھانسی اُس دیکھنے والی چنی ہوئی ہے بعض جگہ کسی رنگ رنگا
 آؤ میں نہیں پہچانوں
 بناؤ تمہارا کونسا رنگ ہے؟
 بلکہ کہاں دیکھنے والی جاگوں سے رنگا ہے۔
 اب ذرا کائنات اُٹھا کر دیکھ
 میں کیا ہیں
 میرا تو نہیں رہا کئی رنگوں میں دھنک رہا ہوں
 میری آنکھیں نے کون سے مکانوں کا چرچا کر رہا ہے۔
 وہ اصل میں چرچا کر رہا ہے میرا کام لکھنے کا ہے
 تم مجھے خوب لے آئے رنگ ہیں
 اور لوگوں کو کچھ بھی دیا کرتا ہوں۔
 ان لوگوں کی ساری خوشی ان لوگوں کے رنگ چھوڑ کر رہی ہوں
 تم تانہ پورنگا۔۔۔ میرے ہاتھوں کے رنگ چھوڑ کر رہی ہوں
 تم سے کچھ بھی ہو تو سب سے بڑا رنگ چھوڑ رہی ہے
 رنگ ہوئے مکانوں کے پہنچنے پہنچنے میں کیا رنگ کس پہنچتا
 تم نے کتنے رنگ چھوڑ دیے ہیں؟
 ۱۵
 تم کہہ رہی ہے کہ اس نے بہانہ ہی ہے چھوڑ کر گئے شہر
 تم رنگ چھوڑ رہی ہو۔
 کہتے ہیں
 تم پہنچنے پر۔
 میری چٹائی پر نہیں ہیں! ان کا کونسا رنگ چھوڑ کر گئے
 آج میں سند میں خود کا رنگ یا تو سند سے
 میرے کپڑوں کا کونسا رنگ نہ چارہ لکیر ہے
 تمہارے سے خاص اس نے بھی لکیر کئے تھے
 معلوم ہو آج وہ لکیر چھوڑے
 تم نے کبھی کوئی خود لکیر لکھا ہے؟
 نہ جانتی تھی۔
 مٹی پر لکیر کرنا مشکل کام ہے۔
 مٹی میں لکیریں نے خود لکھا ہے!
 اس نے میرے سارے سامنے چھوڑ کر گئے ہیں
 میرے ہاتھ پر چھوڑ کر نہیں لکھا۔
 یاد رکھا! تم کبھی کسی طرح چھوڑ کر گئے ہو؟
 میں ہر وقت دو پہر لکیریں دیتا ہوں
 تو میں معلوم ہے کہ وہ چھوڑ کر لکیریں کس طرح نہیں لکھتا
 اس کی چھوڑ کر گئے وہ سب سے پہلے تو میں خود لکیر لکھتا ہوں
 اور وہ چھوڑ کر گئے ہیں سے جہاں کے نظر آتے ہیں
 تم رنگ چھوڑ رہی ہو۔



دلگ چور! ہیں دلگ —

تو کھنڈا ہتھوڑا دلگ دیکھو —

دیکھنا آئینے میں بدی، انگلیں ایک سی تو نہیں لگ رہیں
تھکاد میرا فرق کسی ہوا کو کی شیشہ کچھتے ہیں:

بھری کہ چپے اس ہتھوڑا دلگ ہی

اس کو جتنا توڑتا ہوں

دیکھو!:

ہوا تیرے کپڑے کی بکڑی ہے اور میرے کی؟

ایک ہی دلگ کی اکڑ دیتا ہے، ہتھوڑا —

کہیں ہے گلے تو چڑھیں؟

ہر دلگ چور چور ہو جاتا ہے

دلگ ہی کہتے تھکے ہر دلگ ہونے —

بلکہ ہر دلگ، چور ہونے کی جتنی

چھوٹا ہوں کی طرف جلتے ہیں —

جب صند چھوڑ کر سٹیج آئے تھے صغیر ہونا ہے

پاؤں میں تھوڑی تیرا صند چلا تا ہوں

اور ہر صوبہ پہنچا ہے تیرا تھپتھپ ہے ہری ہو جاتی ہے

پانی چھوڑ کر اپنا دلگ نہیں لگاؤ —

دور کوئی صوبہ دیکھتا ہے تیرا حضوروں میں، صوبہ ہوتا ہے —

کہیں ہی گلے دوتا ہوا کوئی تو نہیں ہو —

اس وقت

تم آؤ گی کا کوئی دلگ چری نہیں کر سکتے —

چلے ہوں دلگ کا اس جلتے ہیں — ہاں یہ دلگ کہہ رہا ہوں —

پہلوں کے دلگ چری کہتے کوئی گڑبٹاؤ؟

پہلوں تو سننے تو لے لے شام پہنچاتی ہے —

دیکھا:

سب بند کی باتیں چلی رہی تھیں اور میری صغیر ہوں

جو چھوٹا ہوں وہ میری قوت تھا وہ نہ بڑھ گیا ہے:

ناخن چھوڑ کر لکھتے تھیں

تو نے چھوڑ کر لکھتے تھیں چھوڑ گئی ہے۔

تم چھوڑ کر دلگ چری کر گئے ہو

لکھتے چھوڑ کر ہم نے خام میری تو سننے تھے

انہیں بات کے اندر چھوڑ کر کا کا کر رہا ہے

اس کا دلگ سندر میں لکھتے آتا —

چلو اب سرگرمی کے دلگ چری کر گئے ہیں

یہ دلگ چور ہوں تم دلگ چری:

دو دنوں خاوری میں چھوڑ دیتے ہیں —

آگہا لکھتے ان کی تھیں یہاں تو تھوڑی ہو جاتی ہیں —

آجست آجست چور ہوا دی است ہاں کہہ دلگ چپ نہ جاتے

اس وقت ہم ایک ہی چہرے پہنچتے ہیں —

یہ دلگ چو تھاتے ساتھ ہیں



ہاں میں پھر کہتے ہیں اگلے گاہق ہے
یہ کیا تھا —
میں نے گاہق جو کھڑا ہوں

یہ اگلے نہیں ملتی —
اگلے کوئی قوم میں نہیں ہو گئے
خدا کے اندر سے وہ شینا لہری کہتے ہیں
وہ لہری کہتے ہیں —

میں نے چھٹی دن کو پھر گویا اگلے سے ملنے کا
نویں دن کا اگلے میں نہیں ملے گا —
اور میری ہلکے ہلکے گویا کہتے ہیں —
کے فونے لہروں کے کہتے ہلکے —
اور یہ کہتے ہیں کہ میری ہوں —

تم کہیں سے چھوٹے؟
پتہ لکھتے

تہاں کہاں کا اگلے کیسا ہے۔

میں نے سند کا رنگ چری کیا تھا تو فرشتہ بتایا تھا —

آٹھون کے لکھنے سے تو پوری سنائی دیتی ہے!

مورن کا رنگ پڑا تھا تو دشتان بنا یا تھا —
جس کو کا رنگ پڑا یا تھا تو چم لہا بنا یا تھا —
چم لہا کا رنگ پڑا تھا تو کچھنے سے ملتا ہے
بہت اگلے کا رنگ چم لہا
تو میری دشتان کی رہ گئی
تو میری دشتان کی کہتے لکھنے سے ملتا ہے —
تو میری تم کے لے گئے

یہ تو اپنی کھینچ

میں تم چاہتا تھا کہ رنگ چری کہتے تھے اس وقت میری تھی!
یہ لہری کھینچ اور پتہ لکھتے
میں آٹھون کی کھینچ چری ہو جاتی ہے
تو اندھا پتہ ہے کہ رنگ چری کہتے لکھنے سے ملتا ہے

آج سے دن کا رنگ چری کرنا

اور

نہیں کھینچ چری کرنا
نہیں تو پھر نہایت ہی جانتی رہے اور مسندوں کی کھینچ
لہروں غارت سے لکھ جاتے ہیں
اور چھوٹا ٹوٹ ہو جاتے ہیں
دینے کی کو پھر خدا کو خدا تا شریعہ کر دیتی ہے —



دشمنوں کے نام

سفر جان سے گزرنے کا

وعدہ ہو، رسوئی کی گود میں لگاؤ کی گود
 انکی باتوں اور پیچھے لگانے کی گوت
 اور ہر چار کی جوت
 اپنے قدمے کوئی آئینہ گا
 دل چڑھ کر ملنے آگئی میں ہو کے ساتھ
 آنکھ کھلی کھیلے ملے

دوسری ڈوبے ہوئی میں پر چپ کی تلکیاں
 سرگرمیوں میں باتیں ملتے جلتے
 ڈوبی ڈوبی گویا کسی کو کہنے کی ہر دہار
 کے ساتھ گئی ہو
 کہاں یاں ہی غریبوں کی اور چاہنے والی
 کہنے کا اور چکر گئی ہو سفر نکل جانے کی
 میری پوشاک پر چڑھائی آئی لکھتی ہیں۔
 پھر غصے کا وقت قریب ہے۔

سوز کے ساتھ ہی کیا کیا چیزیں کہوں گی
 پھر ہواؤں
 کہ ہر سفر میں ایک خاص صفت ہوتی
 ہے جانے کی اجازت ہے
 پھر کھمبے کے لیے جانا چاہتے گا
 صرف آنکھیں چھوڑنا ہوں گی
 کہ اس سفر میں صلیب پر لگی آنکھوں کا
 بوجھ اب اٹھائے تو خود اٹھائے۔

میں جانتا ہوں کہ میری دشمنی

میں نہیں

میرا ہی ہاگنوں کی طرح ہے جو تار تار میر

دیکھیں



میں جانتا ہوں کہ میری دشمنی
 کہیں گا ہوں سے سب نکل کر
 عمارت بنائے گزرنے جو تھیں
 گز

میں جانتا ہوں کہ میری دشمنی
 کہیں گا ہوں سے سب نکل کر
 عمارت بنائے گزرنے جو تھیں
 گز

یہ نہیں کہ میرے سوز کے لیے جاننا اندوہ ہے
 کہ آگ لے جائیں تو گھر کیا ہے
 بے گھر کام کہ وہاں رہ کر گھڑیں بہتر
 ہزار ہا ہوں

میری جڑیں تو زمیں میں ہیں

جہاں پہ پتے کھڑے ہو اٹھا

وہی چاہے اب بھی کھڑے ہو ہوں

وہ مشکور ہیں

میں جانتا ہوں کہ میری دشمنی
 نہانے کب سے

آٹا کے ہاتھوں میں جہاڑی پھڑکھڑے
 جوتے ہیں

وہ مشتعل ہیں

کہ میرے پاؤں جو مڑکھڑیں تو ہیں

بہتر ہیں وہ

جہاں کے ہاتھوں پہ تھوڑے ہوں

و، آج دھرتی کا دل میرا نہیں



یہ محبت کی نظم ہے

”ہجرت کر جاؤ“

نیا جہنم

دن کو شب تک دے دے

تو کی عادت ہے کاکہ ٹھیرے لڑ ہے

ادبش گارا

بھڑو

دو دھڑلے

چست کی کڑیاں

ساروں کی ساری

بڑ بڑ

پیندے کہ دو

جلد آنے

غراب صبر کا

تھوڑے

دو پٹانے بچے

تھیلوں کے

اُس کو

جس نے

کل کی نذر دینا ہے

بھڑو جو جاسے کاکہ کہنا ہے ۔

سودا روں کی بڑ بڑ

ہر چہ پر حق جانتے

میرے پانچے والے

سب دیکھ تیری جان کے دشمن ٹھہرے

پیری دانو

پیری کی مٹی سے تم گرت کر جاؤ

خدا کرے کفنا من محبت

ساق قہار سے کیسے جو لوں

ہوسے آئے کا دھماکی کر نہیں سکتی

بھڑے پاس آتیں ہیں جو

کس کو سوچوں

کوئی ہی ذمہ لے نہیں سکتا

کامیاب اپنا بھڑو

نہ کو خودی سوتا جاوے ۔

یہ محبت کی نظم ہے

دے والی پر لکسا پانچے

دست کی کپڑے کے پوسے

بدھ کے ڈاؤن پانچے

داسے کی بڑ بڑ کو

یہ کاکہ دینا پانچے

یا پھر کس پناہ پانچوں

پیدا دینا پانچے ۔

یہ محبت کی نظم ہے

اسکے دانگی میں نہیں پڑھنا پانچے

وہ گھٹا آسمان کے بچے یاد نہیں کر پانچے

لیکھا دین میں نہیں سمجھنا پانچے

اور تانگوں سے نہ یاد اور قریب

نہیں دیکھنا پانچے ۔



تم ناک صلاؤں میں بہنے والی شہر کے اندر ایک نظم مری زندگی کا بہاؤ، روشن ہے

وہ اچھلتی گھومتی مسکراتی ہے
اس کی ہر ہر سانس میں
تھے نغمے پھر کہ آغوش کی ہیں
وہ کہتے ہوتی ہے

ہو لقا، وہ کہتے ہیں

وہ کہتے ہیں جانتے ہیں ۹۹

اس کی شکستہ آنکھوں میں

اتن دیکھ کر یہ کہتے ہیں

سرو کے نام میں

اُن کے خوابوں کی چادر، صبح انگڑی ہے

اس کے ہاتھوں میں

وہ کہتے ہوئے ہیں

ہر صبح اس کی انگلیوں میں

فری اور گونجی تھکتی ہیں

چلتی رہتی ہیں

دھڑھول میں

کہ چپاس کی لڑائی

کہیں تو رہی کا پتلا

ہیں۔

یہ اپنے خوابوں میں اس کی بہت

سنا کر جتا ہوں

کیسی گدگد

میری آنکھوں میں، شہر کی چوڑائی کی

ہم نہیں جانتے کہ ہم

اس شہر کی طرح، شہر کا ہوں اور

دش دہلاؤں پر

یکسو سوئے کے خواب پر لپکتی ہیں

ہم جانتے ہیں

کہ ہم

ہمیں اپنی گونج، شہر کا ہوں میں

پتے دکھائے ہیں

ہم سے کہ

ہر صبح، سوتی شہر کا ظہر، ظہر کیستے ہیں

اور کہ

شہر کی گونجوں کی چادر، شہر کی بہت کوفی

کہہ دیتے ہیں

شہر کی گونجوں کی چادر، شہر کی بہت کوفی

شہر کی گونجوں کی چادر، شہر کی بہت کوفی

شہر کی گونجوں کی چادر، شہر کی بہت کوفی

شہر کی گونجوں کی چادر، شہر کی بہت کوفی

شہر کی گونجوں کی چادر، شہر کی بہت کوفی



نظم

ہم چڑیاں ہیں

چڑیاں کبھی ہیں ہوتیں۔

ماضی کو ترک بناتی ہیں

اور محافا کی گھنٹی میں گڑگڑ

اور ٹوٹ جاتی تو

لوہ کے سفر میں

زنی کرتی ہیں

اور دل کے کسی کونے میں جا کر

ٹپٹے میں سناپ بند ہوتے ہیں

پیشہ پاتی ہیں

کڑیاں اپنی تو گریں ہیں

چڑیاں لپکا نہیں ہوتیں

جانے کی چٹائی کھڑا

ٹوٹ جائیں توڑ لاتی ہیں

ٹپٹے جھٹو ہیں

میرا دل اسی میں ہی گشت چرخ و گد

ٹوٹے ہوئے نورانی کی گریں

لوہ رنگ قبر ہے

دکانوں کی انگوٹوں میں ہنستا ہے

ہی فاکہم ہے

اور ٹوٹی اس کو چہرہ پر دھتی ہے

دل میں بچے کا پٹکے کے ٹکڑوں کو

اور آفسو

کاٹنے پر لاکھتی ہیں

کسی دل پر انگارے کی طرح گرتی ہیں

میری چڑیاں ٹوٹ جاتی تو

پڑ پڑیں بستر پر ٹوٹ جاتی ہیں

بیرہ دل پر پڑیں

کوئی نہیں کے حوالہ کی گرتی

بیرہ دل پر پڑیں

سولے کی دسی یہ پتی مویے کی ہیں

کالج کا نوکیلا دہرے دل میں ڈاگر ہیں

گھٹنے کی ترخو دھتے سے پہلے

دھتی نہیں ہیں

نور رنگ ہو جاتی ہے

وہ دوستی میں ہمیشہ ہیں

پڑ پڑ ٹوٹ جاتی ہیں۔

اور نظیں گھٹتی ہیں۔

ہم چڑیاں ہیں

ہر قریہ تو ہم کو مگر بچہ بچہ وصول کرتے ہیں

ہم طرح پر پڑیں کوئی لکڑی کاٹش میں دھرتی

تکلیف دے آئے۔

اور دہرے پلچھر آئے

دل میں دھرتی نے ہمارے دل کے گد

خیر کچھ ہے

اور پڑ پڑیں کس دھرتی کے چلتے ہیں

ہم گشت گشت ہیں

کجا کر کھاتے ہیں

ہم دھرتی پر کھاتے ہیں

ہم اور جانتے ہیں کہ آس ہو جاتے ہیں

وہ گھٹیں نہیں کھتے

اور پڑ پڑیں دھرتی کے دل آگے دھرتی کے دل

ہم چڑیاں ہیں

ہم کے آسوں کا ہر پتہ ہر کھاتا ہے



سیر
نظم

کچھ بولو

آپ آئے ہو تو کچھ لے جائیے ساتھ بیٹھو

اس پھر دلائیں چلے جاتا

دل کا کرتا سمجھا آجہول جہاں ہے دلا ہو گا

خیزدوں سٹپے ہیں۔ اس جہاں میں جہاں کچھ بولو

کوئی تفرقہ کسی گندی صبری کا

کوئی جگڑا سب سے

کوئی شکوہ کسی کے بھول جانے کا اور بھولے ہو۔

کسی لڑکی کے بارے میں جو کھالی ہو نہ چنی چوند سوچی ہو

جہاں پہنچی ہو وہ اس آؤدہ کسل کوڑکی کے بارے میں

کسی سادوں کی بارش میں کسی عاشق کسی معشوق کی

بیچلی ملانا تو دل کے بارے میں

میرے محبوب کچھ بولو

کسی بھی جنگ کے ناطہ و عمار کو نہ کہ نہشت ہو

کسی دشمن کے ترغیب میں کسی بے میں حسین کی

جویریہ کچھ نہ گنتی جو بہتاری کچھ نہ گنتی

کسی فتنے ہوئے اجڑے ہوئے گھر کی

خیزدوں سٹپے ہیں اس جہاں میں جان کچھ بولو!

ملاقات کا ایک ایک کر کے سب باتیں

میرے محبوب کچھ بولو!

تہاں سے اگلے صبح بہت لوگوں سے ملا چاہتا ہوں۔



لوگ آں جہاں میں سامنے بیٹھے ہیں

اس لئے کہتا ہوں ہر سب کے لئے ہے

لوگ یہاں سے صفت نشو و نما ہوتے ہیں

اس لئے کہ موسم سب کے لئے ہے

لوگ آسمان و زمین کو سمجھتے ہیں

اس لئے کہ آسمان سب کے لئے ہے

لوگ زمین پر آباد ہیں

اس لئے کہ زمین سب کے لئے ہے

لوگ گروں سے خیال بگڑتے ہیں

اس لئے کہ روشنی سب کے لئے ہے

لوگ نغمہ بننا چاہتے ہیں

لیکن رنگ سب کے لئے گویا نہیں ہے۔



ہم جہاں وطن کیوں ہیں؟

پتہ گویا پرچھتے ہیں

ہم ٹپ ٹپ چاپ

کیوں مرجاتے ہیں ؟

میرے پاس ایک گھر تھا

اور میرے پاس.....

اب یہاں میں ہوں کہ

نہ دل ہے ، نہ ہی شہزادان

لیکن نام کا سلسلہ جاری ہے

ہم جہاں وطن کیوں ہیں ؟

ہم ٹپ ٹپ چاپ کیوں مرجاتے ہیں ؟

ہم سب رہ گئے لہو ہیں ؟

ہم آگ کے دیوار پر

کاغذوں کی زمین پر

پہلے پہلے

ہم سب کے گھراں ہم سب

کھلے کے بغیر اہانت کے بغیر کیوں ہیں ؟

ہم مرجھتے ہیں

دہشت سے مرجھتے ہیں

ہم کیوں جہاں وطن ہیں ؟

لے ہم سب کے خدا :

پارسل

میں دواڑے کھڑکھے پیدا ہوا

میں دواڑے کھڑکھے پا بیٹھا

اور دواڑے کے کھڑکھے ہی

بہت میرے ہم جی سوات کرتی رہی

بہت دلو ، مرے بھڑا

تم نہیں بد بھگرتے

ہم دہریوں سے جو دہریہ

نہا ہی قاتل تھا

اور میں ہی شہزاد تھا ، میں رفیق بھی تھا

اور کھٹکی بھی

بہت مرتبہ میں نے

اپنے کھٹکے حوالہ بند کر دیا

اور میرا دیکھی کوئی خواب نہیں دیکھا

کوئی سوال نہیں پوچھا

کوئی خواب نہیں ڈھونڈا

کیوں کہ میں ہوں.....

پریشانی صفت تھ

بیشیزنے داپس آ کر نہیں گئے

بیشیزنے داپس آ کر نہیں گئے

اور دوسری مرتبہ

اور تیسری مرتبہ

اور چوتھی مرتبہ

دو بار کھڑکھے افسانہ پیدا ہو کر ہے گا

اور ہم.....

پریشان نہ ہو.....

ہم ایک بھڑکی قلمی تقریب میں اپنے

صاحب وجود میں نصیر رہ گئے



ان کی کیا قدر حق کی زبانیں ہند ہیں

خبر نہ لایا ہوں میرے دوست

کہ یہاں کی زبانیں مر گئی ہیں

اور پرائی کی ہیں یہی

اتہ ہادی آئیں

کشتہ بہ اشتعال سے آگے جانے والے ہوتوں

کی طرح

بلکہ جگ سے پھٹ چکی ہیں۔

وہ اضافہ کر سکتے ہیں

جو تقریر، محبت اور قوی کا درجہ ابھار

ہے۔

خبر نہ لایا ہوں

کہ جاری صبح کا وہ انداز بھی مر گیا ہے

ختم ہو گیا ہے۔

جو ہادی شکست کا سبب بنا۔

شاعری کا وہ نفا جاننا میں آتا ہے

جاری آنکھوں میں ابھکتی ہیں

منورہ جوتی دھنیں

بھٹکتے نقاب، آئیں روشن

تمام نفاذ و محبت چھپتی ہیں۔

میرے دنگی دھن!

قرنہ دست ہی دست نہ لکھ

جو قسمت اور جہاں کے گیت گاتا تھا۔

پڑ میں قسم ڈرو کہ وہ شاعر بنا

بندبات ای مسکرات سے بہت آگے نکل

گھٹا ہیں۔

ہم اپنے شاعری پر نام لکے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اگر ہم جگ بھر گئے ہیں تو یہ کوئی حیرت کی

بات نہیں۔

یوں کہ ہم اس جگہ ہیں

اپنی انداز و مشرقی نصابت

اور اس نوع بازی کے ساتھ حرکت کر رہے ہیں۔

جو ایک کٹی ہوئی نہیں بلکہ مکتبی۔

ہم اس جگہ کے ساتھ ہیں جیسا کہ وہ اب

کی مشق کے ساتھ آگے آئے۔

بھلائی اچے کاروبار ہے کہ

ہمارا شعور جاری و زوالی سے لڑا ہے

اور جاری شعور ہی جگہ ہے جس میں

اس نتیجے کا خلاصہ

ایک جگہ میں دیا ہے کہ

ہم نے جذبہ تقاضا میں رکھے ہیں

اور جاری کی کہ ہمیں ادنیٰ تو ہے ہیں

نظریہ اور ہر جگہ سے

کوئی جگہ جیت نہیں جاسکتا۔

ہمارے ہی ہر جگہ کے لیے ہوں کی برکتی کا نتیجہ

ہے کہ جگہ ساتھ جگہ میں ہر جگہ سے

جیت گئے ہیں۔

حاصلت کو اہم نہ ہو۔

آسمانوں کی جگہ بہت جگہ دار کہ وہ نہیں جھوٹ

بچتے ہیں۔

کہہ کر بھلا جگہ جگہ سے جگہ سے جگہ سے

کوئی جگہ نہیں کہ جگہ سے جگہ سے جگہ سے

جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

ہیں۔

جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

وہ تو جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

دوستو!

جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے جگہ سے

سہی کر۔

دوستو!

کوئی جگہ نہیں جگہ سے

کوئی جگہ نہیں جگہ سے

اگر وہ انکار اور انکار کا کشت کرے۔
 ہمارے دشمن کو نیست و نابود کر دے۔
 اگر جانک امان پائے
 ہمارے نصیب آبادی پڑوں، انکو شہی اور
 ہر طرف اور حد کے مزاروں کے لئے آبادیوں
 اگر وہ انکار
 ہمہ قاتل ہے اور کہ دنیا
 قیوم نہیں جانتی۔
 تھیں بھلائی کا لعل کی بیزی گھنٹے ہے۔
 اگر وہ انکار
 ہمارے جہیز ہے جس پر ہر جگہ
 ذہنوں کا دیا ہے پلٹ پلٹا ہے
 ہمارے زندگی کے شعلے، اور اجات اور خوراک
 ہے ہمارے ہے۔
 کیا ہم دنیا کی بھری قوم ہیں؟
 تیل، گندے، گندے، گندے، گندے
 آتش، ایک ایک بنا ہوا سکتا ہے
 مگر شعلے قریش، اسی غریب غریب
 اور معزوں کی اور کشم آئی جائیے۔
 کہ اسے لڑائی کے قہوں میں پہنچائی۔
 ہم ہلکے ہیں، گندے، گندے
 گندے ہیں، دہانتے پھرتے ہیں
 ہر سچے گئے پھرتے ہیں۔
 کوہاں اور دہانتے آتے ہیں۔
 پینہ کی کہ قریش کی سچے گندے کی طرح
 قوت پھرتے ہیں۔
 آدم کے لئے ہمدردی، پختہ رہتے ہیں
 حشر گشتے ہیں، اور دہانتے گشتے ہیں۔
 اور اشد ہمدردی سے دہانتے گشتے ہیں۔
 ہمارے دشمن کو نیست و نابود کر دے۔
 اگر جانک امان پائے
 ہمارے نصیب آبادی پڑوں، انکو شہی اور
 ہر طرف اور حد کے مزاروں کے لئے آبادیوں
 اگر وہ انکار
 ہمہ قاتل ہے اور کہ دنیا
 قیوم نہیں جانتی۔
 تھیں بھلائی کا لعل کی بیزی گھنٹے ہے۔
 اگر وہ انکار
 ہمارے جہیز ہے جس پر ہر جگہ
 ذہنوں کا دیا ہے پلٹ پلٹا ہے
 ہمارے زندگی کے شعلے، اور اجات اور خوراک
 ہے ہمارے ہے۔
 کیا ہم دنیا کی بھری قوم ہیں؟
 تیل، گندے، گندے، گندے، گندے
 آتش، ایک ایک بنا ہوا سکتا ہے
 مگر شعلے قریش، اسی غریب غریب
 اور معزوں کی اور کشم آئی جائیے۔
 کہ اسے لڑائی کے قہوں میں پہنچائی۔
 ہم ہلکے ہیں، گندے، گندے
 گندے ہیں، دہانتے پھرتے ہیں
 ہر سچے گئے پھرتے ہیں۔
 کوہاں اور دہانتے آتے ہیں۔
 پینہ کی کہ قریش کی سچے گندے کی طرح
 قوت پھرتے ہیں۔
 آدم کے لئے ہمدردی، پختہ رہتے ہیں
 حشر گشتے ہیں، اور دہانتے گشتے ہیں۔
 اور اشد ہمدردی سے دہانتے گشتے ہیں۔



بازگشت

میں نے

اور ان کی۔

پھر:

میں نے ان سے کچھ سیکھ لیا۔

پھر:

نیا سال

تم انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

نئے سال، ہمارے گھروں میں،

تم انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

تم تو عالم انسان کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

میں نے ان سے کچھ سیکھ لیا۔

لوگوں نے انہیں گھروں میں

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

رات اور رات ہی ہوتے، انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

پھر:

میں نے

تم انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

تم انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

میں نے ان سے کچھ سیکھ لیا۔

لوگوں نے انہیں گھروں میں

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

رات اور رات ہی ہوتے، انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

پھر:

تم انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

میں نے ان سے کچھ سیکھ لیا۔

لوگوں نے انہیں گھروں میں

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

رات اور رات ہی ہوتے، انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

پھر:

تم انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

میں نے ان سے کچھ سیکھ لیا۔

لوگوں نے انہیں گھروں میں

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

رات اور رات ہی ہوتے، انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

پھر:

تم انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

میں نے ان سے کچھ سیکھ لیا۔

لوگوں نے انہیں گھروں میں

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

رات اور رات ہی ہوتے، انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

پھر:

تم انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

میں نے ان سے کچھ سیکھ لیا۔

لوگوں نے انہیں گھروں میں

ہمارے گھروں کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

رات اور رات ہی ہوتے، انہی کی باتوں کی طرح ہونا چاہو۔

ہم یہاں باقی ہیں اور باقی رہیں گے

لحق آسمان ہے کہ فیلی مست کہ سوائے
ناگے سے گزارد۔

کشتہ ساری دستبردیں تم شکار باغی
بریلوں کا گرو۔

پایہ زلیٰ مسعود تھا
مگر چل کر کد کاٹا شعور سختی۔

یہ سبھی کچھ میں غلے بھی ہے اور آسمان
بھی ہے۔

ہاں مگر یہ بات غلے ہو سبھی غلے کی کرتی
سورج کی چنگاریوں کو

پیشہ جو دشمن اور استبداد سے پہلے گروں
خوشی کو دیکھو اس کو دیکھو کہ تم نے

کہ ہے اختیار
یہ سبھی کچھ غلے کی ہے کہ تم نے غلے کی

چھوٹی آسمان ہوں جو جڑی
آئینہ، آئینہ، آئینہ میں

ہم یہاں باقی ہیں اور باقی رہیں گے
آج یہاں باقی رہیں گے تھی زور کا

اور کون سے حق میں بیخوش لاکھڑے ہیں گے
آگھر میں تہاں آگھر میں تہاں

اور تہاں سے بیخوش ہیں گے پھر کی طرف
ہم یہاں باقی ہیں

ہم باقی رہیں گے

ہم یہاں باقی ہیں اور باقی رہیں گے
ہو گلوں نہ کام کر کے

اپنی شرکت کے لئے جام غلے، زنجیریں
فرسوں دھوکہ

ہم جیتیں گے
اور تہاں سے مست تھے ہیں گے

پیشہ بھلا کر کھڑے تھے کہ کھڑے رہیں گے
لغزہ میں باقی رہیں گے

اور تہاں سے بیخوش تھے کہ ہر دم ملک و ملک
ہم یہاں باقی ہیں اور باقی رہیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے تو گنتی میں ہے

ہم جیتیں گے تو گنتی میں ہے
اپنی ملکوں میں مسرت ہیں گے

پیشہ غلے میں جوس میں ہیں گے سرخورد
غلوں کی بدلتے رہیں گے

گشت میں لاکھڑے ہیں گے
اور کون سے کو چھوڑ دیا رہیں گے

غلوں کو خرب کہ تم بھولے تھے ہیں گے
تہاں سے ہیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے کہ کون سے غلوں کے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے

پیشہ میں کو کھڑے ہیں گے
ہم جیتیں گے

ہم جیتیں گے
اور کون سے کو چھوڑ دیا رہیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے

ہم جیتیں گے
ہم جیتیں گے



مکرمہ

یاد دہاں جون کی قربانی دے کر
 یہاں باقی ہیں اور باقی رہ گئے
 پہنا باغی بھی یہی تھا ،
 حالہ بھی یہاں ہی ہے
 اور مستقبل — بھی یہاں ہی ہے
 ہم یہاں باقی ہیں اور باقی رہ گئے
 اتر کر ، ابھی ، اتر رہیں
 سوچ کر ، باقی ہیں اور باقی رہ گئے

آنسوؤں کے ہاں سے میں

اے خدائی زندگی کی جڑوں ، زندہ رہو ،
 زندہ رہو !



اس دنیا کے پتھر میں تم لوگ کاغذ دیو
 کرو کہ ان گہرائیوں کو کھوکھلا کر دو !

لے سے دست کہ
 اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

گیت گان

اے جانا کثیر ، اتر کر !

لے سے دست کہ

تھمتے خزانے چرچے کو تم

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

لے سے دست کہ
 کہ اے کاشمیری ، اتر کر ایک ماہی
 اور اٹھ چوں کے ساتھ خاکِ نباتات کے

یہاں باقی ہیں اور باقی رہ گئے
 اتر کر ، ابھی ، اتر رہیں
 سوچ کر ، باقی ہیں اور باقی رہ گئے



پہلا فصحہ

ہیں روؤں تو فرشتوں کی بھری صفوں کی کوئی ہے
مجھے گا جو مرادوتا اور میں سے اگر کوئی
پاک پاک ہو کر بیٹے سے نکال بھی لے تو کیا ہو گا
فنا ہو جائوں گا بڑی جھٹی سے جسم ہو کر
مری آہستی پہ چھا جائے گا اُس کا قلب بیہوش
کہ کہتے ہیں جسے عشق خدا ہے ایک بیہوش کی
ابھی جو سرحدِ رحمت سے گزری نہیں اور ہم
پرستی عشق کی کرتے ہیں کہ اس امر کے باعث
کہ اس کی قربانی مستطافِ خدا رکھتی نہیں ہم کو
ہمارا کہ نہ کرنا۔ فرشتوں کی بھارت کا
ہے جو بھی خدا راہِ حقیقت کا ایک زندہ مسافر ہے
اسی باعث تو میں حقیقتِ خدا سے کام لیتا ہوں
اور اپنے بیٹے کی گمراہیوں میں اپنے زائل کو
سہکتا بھٹکتا رہتا ہوں۔ کہیں ایسا بھی ہے کوئی
بچے جو غمگین رہتا ہے نہیں کرتی نہیں رہا۔
فرشتے ہو کر اُٹھائے ہو۔ نیچے حیران، سواری کوئی
قویہ معلوم ہے ہم اپنی اسی معروف دنیا کو
کہ جس کی قربانی ہم نے اپنی عقل سے کی ہے
دراغِ فخر سا نشانہ افسوس کرتے ہیں
بھلتے اور اُن کے دایاں پہ چپک رہا ہے
جسے دے کر بھلتے دیکھتے یہ عالم مشی
ہیں انہی کے کہے شاید کسی ٹپکے کے دامن میں
اور غصہ اک جا پہنچا ہے ہم آئے دھندلیں



قبیلہ منظر تھے وہ کہ آواز انہیں دیکھو
 قہیں اُٹھ اٹھ کے دیکھا کرتی تھیں ہسری سحر کی
 اسی صورت کبھی تم اک نکل کھڑا کے چٹھے سے
 گھومتے تھے تو سارنگی کی آتی تھی صد ایسی
 کہ نہانا آپ وہ جیسے کسی کو سوچے دیتی ہو
 یہ سب کچھ کیا تھا یہ غزلت کی طرف سے اک بات تھا ؟

نہ کہ کیا تم مجھے پوری طرح عہدہ برآسم سے ؟
 برساتی تم کو کتنی حق نہ کہ اچھو باطل کیا
 کسی بیوی کی جیسے یہ سب کچھ آد آد ہو ؟
 راگر وہ پہنچ آجاتی تو تم اس کو کہاں دیکھتے ؟
 تہا جسے دل پہ تو تھنہ تھا ان آؤٹھے عیاوں کا
 اور اندر باہر آتے جاتے تھے یہ انہیں صاف ؟
 یہی کیا بلکہ شب کو کچھ نہیں ان کا میرا تھا



تہا جسے دل پہ جب غراہل مشتط پانے والی ہو
 تو تم کو چاہیے میں عاشقوں کے زعمے گاؤ
 کہ جس کے عشق کی عظمت رہی مدفون گناہی
 وہ نامم تھا عاشقی دار میں پرتم

کیا کہتے تھے راتک اداسی کو تم قریح دیتے تھے
 تمام میں عاشقوں پہ بھی کر حسرت نے کیا
 ذرا سوچو یہ سہاراہ عمل کا عروج انساں
 نمایاں کام جس کے ہاتھ سے انعام ہاتے ہیں
 وہ اپنے کارناموں کی مددیت زعمہ دیتے ہیں
 میسر آئی کو آتی ہے غفلت کے سارا کا راسی

مگر ہوتا ہے جو اس کی لٹائے ہم کے حق میں
 مگر حقی کو کرتی ہے غزلت عریضائی میں
 وہ جتنی جہد بھی ملے یہ ملتی ہے سیرت ان کو
 کہ جیسے عشق کی غفلت طاقت کو ہم دے کہ
 وہ جھک کر پڑے ہو جاتی ہو کچھ دلی کہ بھر میں
 اُسے نظر دنا دینے کی قوت میں نہ دیتی ہو۔

کہو تو وہ مشہید کدو گستاخاں استہ
 نہیں کچھ یاد ہے ؟ دیکھتے ہو تم اس کی حقیقت کو ؟
 کھڑے ہے تم پہ نہ مال اب کہ ہر وہ چاہنے والی
 روا دلی جو جس سے اج غنائی اس کے دلبر نے
 یہ کہتے ہو گئی ہی کی میں اس کی داستان سخی کہ
 کہ میں میں جاؤں لاش میں عاشق جاننا کی صورت ؟
 ابھی وہ دن نہیں آیا ہے کیا جب رنگ دیکھ گئے

جنت کے پانے تم ؟ ابھی وہ دن نہیں آیا
 کہ پیدا وہ کہال پختہ ساری جو جنت میں
 کہ ہم بلو اب کی جنتی نے ہی آزاد ہو دیکھیں
 تھپ کہ آزاد کی جنتوں کا جھٹکے میٹھیں
 کہ جیسے تیر جیل کا پ کہ چٹھ کی سخی کو
 اور اپنی جنت کی بڑھتی ہوئی دنا دے ہاتھوں
 گزرو کہ اپنے کپے سے نئی ایک چیز ہو جانے ؟
 سکوں کہتے ہیں جس کو وہ جنت میں نہیں ملے
 کہ غزلت ان کی ہے آگے بڑھے جانا بڑھے جانا
 یہ آزاد ہی کہاں سے آ رہی ہیں ؟ سخی امرہ دل دلی

یہ اصول مشہور روز بکسر ترک کر دیتا
 جسے برصوں کی جود و جہد سے پہنچا کیا ہم نے !
 کئی دہکتن اور آں روحانیت اخلاص مند ہر سے
 کہ میں نے نوریا انسانی کا مستقبل روشن کیا ہے
 یا ایک موثر لہنا سنو ————— وہ سب کچھ جو تھے کئی ملک ہم
 وہ سب کچھ جو کہ رہتا چاہتے تھے ہم بعد کوشش !
 اسے یہاں پہنچانک دینا ہے کیجیے ہر کوئی آئیں !
 پہنچا کیا ، کام بھی رہنا کھٹا کر لیں ملک دینا
 کوئی توانا بھائی بھائی جو کھٹا ہو !

تعب ہے یہاں کی خواہشوں کا دل سے روکنا !
 تعب ہے کہ کس ملک تھا جو شیرازہ دریا کا
 فضل میں آگے ہوں اس کے کنارہ دم دیرم
 اور اس سے گنا گنیں ہے کہ سر جانے پہ بھی دل میں
 رہیں کچھ حسرتیں باقی جو کھینچیں اپنے دامن کو
 اور اپنے منہ پر تصور ملک جا کر بیٹھیں میں
 مزاحم ہوں ! یہ سب کچھ ہے ، مگر جو رنگ زندہ ہیں
 وہ اکثر رنگ ہوتے ہیں تیز زات دیا کے ،

جہاں کچھ بھی نہیں ہے فرق وہ تصور کرتے ہیں۔
 فرشتے دیکھتے ہیں ، یہ فرق کچھ نہیں مطلق
 کہ وہ زندہ نہ کی دنیا میں ہیں یا شردوں کی دنیا میں
 ابد کا سہیل ہے دیا دینے ہر راہ صوفیوں کو
 ظانا جا رہا ہے ، اولی دنیاؤں کی مسرتوں
 اور اس کا آگاہی روزوں کے چنگ سول سے ٹوٹا ہے

جہاں مرگوں کو آگاہی نہیں رہتی ضرورت کچھ

نہاتے غیب ہے دلی ، نہ ٹھنکتے تھے
 کچھ اس انداز سے گویا ابھی آواز کی طاقت
 اُنچلے گی اُنچا کر ان کو اپنے آپ سے اُنچا
 کہیں افلاک کی جانب ، وہ روزا نوٹھنے اُس کو
 نہ تاکتے تھے ، مستغرق و محویت کے عالم میں
 سماعت کا سراپا ہیں کہے — آواز تو ماما

ہے وہ دہرہ گرد آواز جہاں کے ٹھنکتے کی بہت
 نہیں آتے ہیں ، مگر آہوں کی آواز سرسراہٹ سن !
 وہ خاموشی کی آہٹ سنیں کہ ایک آواز پڑی کہ
 جراتاں مرگ رعوں کے چھو پہچام دیتا ہے
 تو پہنچنا اور دہا میں کس کی جا میں جاتا تھا
 تو مٹتا تھا دہان کی جاسے بن ڈیو کی کیا تو
 نہ دیکھ رہا دہان سے ؟ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا
 کس کا دہا ، اندازہ نہیں بہت کڑا درخت
 حیات و موت کے اسرار کچھ ہر کھول دیتا تھا ؟
 ہوا تھا جیسے "ساتھ ملایا فرموسا" میں اُس دن۔۔

دہانے چاہتے ہیں یہ مشہیدانِ تہذیب کیا ؟

دہانے کام انہیں کیا ہے نہیں کے رہنے والوں سے ؟

لکھے ٹھوس ہوتا ہے وہ لکھ سے اس کے کھانپ ہیں

کہ لکھ سے ہی پڑے تو ان کے دل سے دھڑک رہا ہوں

جھٹکے زندگی کی وہ کھٹک جوں کو دانی ہے

کہ اس دنیا کی ہر صحت سے کہ کے چاک پھٹے کو

وہ اپنی محنت ہر دہان کی جانب بڑھ جاتی

ہے کس درجہ تعب نہیں دیتا سے گری جاو !



ہنس رہی تھی زینب و گ
نہر اس وقت تھی



گھن چکر

پہاڑی ۱۰ اور ۱۱ آج جاتے ہیں اس وقت ہے یہ گمان
کہ جیسے رشتہ رفتہ آگے چلتے جاتا ہے یوں کہ
مگر دم بھر بھی وہ چلتے ہیں ہم زندہ نہیں رہیں گے ؟

کہ اس سدا بہ تعلیم انسان کی ہم کو ضرورت ہے

اور اگر کٹر غم پہانے واسطے ہوتا ہے سسر پڑ

سودا رت اور قوتی کا۔ یہ قسمت کیا ہے بے سنی

کہ جیوتی جو انہیں مرگ کا پاری تھا حب نام

تو موسیقی کی صورت ادقین کو یہ چوٹی عزت

کہ خاموشی کا پردہ چھڑ کر رہا رنگ آنے

اور ایک مہریت اور مشعلہ فضا میں، جھمکے اندر سے

ایک انسان و حیات کی کہ جو انھیں ایک رنگ غائب،

جیسے سب سے پہلے ہمارے کی شہسوار وہ نرگس

جو انسانی کے لئے ادب راجت و مشیت کا مانی ہے ؟

بائے آسانی ہے

تھر وٹے سے پیٹ نہیں بھرتا

تو پھر دانی پکا

دانی پکا تو مشکل ہے

تو پھر نانا کی بن جا

تو پھر یہاں گویا ہے پٹا

پہاڑی گویا ہے پٹا، تو مشکل ہے

تو پھر پتھر پتا

یہ کہیں دانی کے اندر دھانک رہا ہے

تو پھر نکال پتا

نکال پتا تو مشکل ہے

تو پھر صومل پتا

تو پھر یہاں گویا ہے پٹا

اور یہاں گویا ہے پٹا

ایک انکار و تخلیق

پہاڑی کے گھر تو نکال نہیں دیا گستا

تھر وٹے



مذہبی کا کس کا قرآن

آنکھیں بانہ حق کی کوشش

ہم برسہہ روزگار ہیں۔
ہیں کوئی شہادت نہیں
جس کا نظم ہے
ہم کہتے ہیں

ہم نے ہاتھوں کی آنکھیں بانہ دی
ہر ایک کے دل کے ساتھ
اور کہا
مجھے ڈھونڈو

گناہی بڑا رہی ہے
قوی سہرا ہے نہیں
بہنکلی کا جانی بھی
داخل کا زمانہ بھی

وہ حق نے کون ڈھونڈ لیا
بیک قہقہہ کا
ہم نے ہاتھوں کی آنکھیں بانہ دی

ناچیں سہرا ہیں
معاذت پانچ گناں کی کچھ ہے
بال خاص ہیں
یہ سہرا بھی مہربان ہے

ہیں کہ بھی تو نہیں پہچانے
ہیں کہ بھی تو نہیں گناہ ہے
ہوئے ہاتھوں کی کچھ نہیں
ہاتھ پانچ سب کہ ہے

موتے والے اپنی دیکھیں کوئی ہیں
بادشاہی دیکھیں ہر گناہ ہے۔
اعجاز ملک بھی نہیں ہوا
اس کی جگہ بھی کیا ہے

گھر کی کو چلا دے دلی گناہ ہے
معاذت سہرا ہوتے ہیں
تھا ہوں دھل ہوئی ہیں
آخر یہ ہیں گناہی ہے
وہ غالی ہے

ہم گناہ کہتے ہیں
ہم قوی سہرا کہتے ہیں
ہم غلی کہتے ہیں
ہم زمانہ داخل کہتے ہیں

ہیں ہاتھوں کی کوشش کی ہے

ہاتھوں کے دھل کے ساتھ
اور کہا
مجھے ڈھونڈو
جست کا

ہم نے گناہ کی آنکھیں بانہ دی
بیک مسکرت کے ساتھ
گناہی کے ڈھونڈ لیا
گناہی دلی جنت میں
ہم نے سہرا کی آنکھیں بانہ دی
اپنی راتوں کے ساتھ

اور کہا
مجھے ڈھونڈو
سہرا نے کہا ہم تو وہ سب وقت کی
اور ہیں
نہا ہوا چھتے کی کوشش ہے
اور گناہ وہ سب چیز ہیں
وہ سب جہد ہے تو

ہم نے تم نے
آنکھیں بانہ حق کی کوشش کی ہے



نصب العین کی تفسیر

میرے دل میں آئنا گر تھے ہیں

(شہرہ) میرے دھیرے دھیرے ہاتھ ہوتے ہیں

(دانا)

میرے دل میں آئنا گر تھے ہیں

جیسے شہرہ بے باغی ہوتے ہیں

یہ کیسی سستی ہے

جو میرے دل میں در آتی ہے

ہر جہت پر ہوا میں ہے

بارش کا دھواں شہرہ

وہ دل کا بیڑا ہے

ابھار دھڑکنے لگتا ہے

یہ دلی آواز ہے آئنا گر تھے ہیں

تھکا ہوا ہے

کیا ساتھ کسی نے چھوڑ دیا ہے

یہ غم کیوں لے کر آئے ہیں

اور تیرے چہرے پر

کھلے دل کا رنگ

کسی غم پر ہے اور جنت کو

میرے دل میں در آئے ہیں

نورانی

میری ایک سیخڑ سے ملاقات ہوئی، مجھ کے وجود کی جدت
ڈنڈو کی رنگ ایک نصب العین تھا تاہم حق، اس کی آنکھیں
چاندنی طوفانِ شہرہ و شکر، جس نے اس کی جلد میں شہرہ کی آواز
کی دولت بکھر رہی تھی۔

میرے خوں کا درد شہرہ آتی تھی کہ زیادہ عرصہ کی دھڑکی اور
میرے ساتھ ملاقات کے چند روز بعد ہی مرگے، شہرہ نے کہا کہ
دنیا کی، چند دوستوں کے خوشی و راز اور غم کی لڑائی کے
تاکت میں نہ کہ کر دھڑکی۔

جب کہ میری نظر پر اس کی ہر کوئی نہیں چلائی تھی کہ میں
دل نہ تھا، شہرہ نے ایک سیخڑ کی صورت دیکھی جو میری
ہوئی وہ شہرہ سے حق جتنی تھی، وہ جو نہ کہ قریب اور چھوٹی ہوئی
تھی کہ ملاقات ہوئی، ایک روز تھی کہ میں، ایک شہرہ کی سے
کہہ رہی تھی۔

"یہ نہیں ہوئی کہ شہرہ، یہ نہیں ہوئی شہرہ کی آواز، وہ نہیں
ہوئی اور نہ ہی یہ کہ اب میرے ساتھ جنت کو لے کر
یہ نہیں ہوئی، شہرہ نے غم سے کہہ دیا، "نہیں نہیں"
اور اس کی آواز پر شہرہ نے کہہ دیا کہ "نہیں نہیں"
نہیں، وہ کہہ رہی تھی کہ "نہیں نہیں"، اس کی آواز پر شہرہ
اور ایک سیخڑ کی آواز پر شہرہ کی آواز پر شہرہ کی آواز پر
کی آواز پر شہرہ کی آواز پر شہرہ کی آواز پر۔



آخری اعجاز

اور اگر کچھ دیکھیں تو
قربان کیا کہہ سکتے ہیں ؟

ان کے کہنا کو کون سے کام
اور انکار کا

اگر وہ کہہ رہے ہیں

اور کچھ دیکھیں تو قربان کا

قربان سے لے کر ہر بات کو ایک ہی

ظاہر و باطن ہیں

اگر وہ کہہ رہے ہیں تو قربان کا

قربان کیا کہہ سکتے ہیں

اس وقت ان ہی سے قربان کا

پتہ ہے

اگر وہ کہہ رہے ہیں

کہ ان کے کہنا سے

قربان کا کیا ہے اور ان کا

اور ان کے کہنا سے

اور ان کے کہنا سے

اور ان کے کہنا سے

اور ان کے کہنا سے

اور ان کے کہنا سے

زندگی کے باقوں مرے

یہی مر رہا ہوں

جو کچھ میری شکل ہے اس کا

لیکن کیا ہم میں سے کسی کی

اس کے باوجود ہم سب

کہہ چکے ہیں کہ

لیکن ہم میں سے زیادہ تر

لیکن ہم میں سے

ہم میں سے کہہ چکے ہیں

اور کہہ کر

لیکن ہم میں سے

مر رہے ہیں۔

اور جو کہہ رہے ہیں

اور جو کہہ رہے ہیں

اور جو کہہ رہے ہیں

اور جو کہہ رہے ہیں

اور جو کہہ رہے ہیں

اور جو کہہ رہے ہیں

اور جو کہہ رہے ہیں



نہاؤ بچہ
۱۰۰ م. س. س. س.

رشتہ رشتہ
۱۰۰ م. س. س. س.

گھس

بیادوں میں چادریں طرف گھس گھس چھا رہا ہے
گادوں کے دینے اور چھل ہو گئے ہیں
ایک گرم گرم لہریں یادوں کے پوڑ میں گھر گئی ہے
بیادوں — تھکا ہوا ، خاموش ، ڈانپتا ہوا
گھر کے گرم خیابان میں اُس کے جواز سے پہنچ رہا ہے

بے شک ہے رات

بے شک ہے رات — ایک گھنٹی ہوئی رات
اور صبح کے چہرے کا رنگ اُٹا ہوا
ہوا گھنٹاؤں کی تو جھلکیں ابھڑے اُڑک
بچہ پر دوڑی گئی آ کر ہے

— بیادوں میں چادریں طرف گھر چھا گئی ہے

(دراہر دینے لگے ہے کہتا ہے)

گادوں کے کتے پٹپٹ ہیں
میں گھر کا دو طرفہ اڈے گھر چھو گیا
گلی کو نہیں جانتی
— اچھا ، ایک دھڑیر پر دیکھا اجڑے گا

اس کی آنکھوں میں

آنسو کے قطرے اور ہر خوشی پر ہنس رہی گی ۔

بچہ گی ۔

— بیادوں میں چادریں طرف گھر چھا گئی ہے — میں دل

میں سوچ رہی تھی کہ گھر گرم رہی تھی چھائی رہی ، تو کیا

بہادوں کا اپنی پریشانی کہیں گا جو بے لگ کر پتے

بیادوں سے نکلے لڑنے لگے ؟

بیادوں میں چادریں طرف گھر چھا رہی ہے

گادوں کے دینے اور چھل ہو گئے ہیں ۔

ایک گرم گرم لہریں یادوں کے پوڑ میں دوڑ رہی ہے

بیادوں — تھکا ہوا — خاموش — ڈانپتا ہوا

گھر کے گرم خیابان میں اُس کے جواز سے پہنچ رہا ہے



بے شک رات کسی سمیٹے بچے کی ماں ہے

اور جو گرم رنگ ہوئی

اس کے کوئی بھون بھون اس سفر پر دستہ نہیں داسکتا

یہ طوفان بیا ہوا جس کی دہلی چٹنگ : : : ہے

جتنی تلک خیریں ہنستے ہوئے شہر کی ماں ہے

یا جیسے میری دل چٹکا ہوا دل

میرے ہی قلم سے ہونے لگے ہیں

جو ہمارے شہر سے ہیں ماں ہے

بے شک رات ہے بے شک :



پانی کی گڑیا

پانی اسی سے بنی گیا۔

اسی سے بنی گیا وہ آسمان، زمین، سمندر۔

استریں ایک شہزادی، ایک چاچا، ایک نانا

کے ساتھ بہت کے آدمی اکٹھے کیا جا سکتے

ہے۔

پانی کے تھوڑے تھوڑے پانی

پر شہزادی تھی

تھا پہلی کو بچھا جا سکتا ہے

تو وہی بہت سی چاہ بہت لڑائی ہو جا سکتا

ہے۔

پانی مقدس گناہوں کے درختوں کی طرح

جسے نظروں اور عیب میں منور کی طرح

ایک سا دھواں ہی ہے سب کا چاہ سکتا ہے

پانی کے حق کے شے ہے

تیری آنکھ کا تصور کیا جا سکتا ہے

گراہے کے پانی کی طرح خود کو غصے کی جا

سکتا ہے۔

ایک شہزادی کی طرح

گھسٹوں کا جا سکتا ہے

سکڑیٹ کے درختوں کی

پانی کے ایک پوند کو

تھوڑے پر ایک شہزادی کی

دیوار پر ایک سو سو لکھ کی

غصے کا آسمان ہے

پر شہزادی کا خدا کا ایک چاہ سکتا ہے

کہ ہر چیز پانی سے ہو جا سکتا ہے

ایک بچہ رنگین بنادینے

ایک غصے کے پانی کی طرح

ایک پانی کا ڈھلوانی غصے کی

جڑی سے گوند ہی ہے

پانی کے پاس تم نم ہوا جا سکتا ہے

دنہا جو کہ ابھر کر ہو

ہے کہا جا سکتا ہے

مستحق اور غصے کی

"نہی تم سے پیدائشی ہو"

ایک مرد کے قتل کی آواز میں

ایک لڑکی میں اور غصے کی ہے سکتا ہے

جس کا نام غم و غنا کی

اور غم کی آواز ہو۔

ایک لڑکی کے غم و غنا کی

ایک لڑکی کے غم و غنا کی

مستحق کی تہہ کی چاہ سکتا ہے

وہ کی غصے کی

ایک غم و غنا کی

وہ کی غصے کی

گھسٹوں کے غم و غنا کی

سکتا ہے۔

بہت سی چاہ بہت لڑائی ہو جا سکتا ہے

تو وہی بہت سی چاہ بہت لڑائی ہو جا سکتا ہے

سرخ زور ہو جا سکتا ہے

ایک غصے کی قریں لڑائی ہو جا سکتا ہے

ایک غصے کی قریں لڑائی ہو جا سکتا ہے

ہے۔

سرخ زور ہو جا سکتا ہے

ایک غصے کی قریں لڑائی ہو جا سکتا ہے

ہو جا سکتا ہے۔

پانی کی گڑیا ہو جا سکتا ہے۔

جو اپنی دنیا کو چھوڑ کر دو آنکھوں سے

دیکھتی ہے۔

پانی کے پانی کی

ہو جا سکتا ہے

سرخ زور ہو جا سکتا ہے

سرخ زور ہو جا سکتا ہے

ایک غم و غنا کی

بہت سی چاہ بہت لڑائی ہو جا سکتا ہے

وہ کی غصے کی

جو اپنی دنیا سے



جنوب کے بچے کی آواز

عام سے عاشقِ کاشت

میرے پیٹھے گلاب

مجھ سے ایسی جنت دار کرو

جیسی اپنے سٹے کرتا ہو

کو سائے تمام کو لٹا ہو جلتے ہیں

اور میں انہیں بھی صادق تک لے جاؤں

چاہتا ہوں

اور وہی کالی مرغی جی جی جی جی

جو پہلے میں آگ لگاتی تھی

اسی طرح میں ابھی کالو

قرعوں ساتھ نہیں لے جا سکتا

تکے بھی جنت لگی نہیں

جس میں ہم گھنٹوں ایک ساتھ رات کو سو

تو کچھ ہیں ایسے جگ کو ایک دوسرے سے

نے کا حاجت کم ہو جاتی ہے۔

پہاؤں کا طرح بھی نہیں

نہیں ایک دلوں کے سے ہی اب

جاتا ہے۔

گل رات میری ماں کو بکا رہ گیا

اور میرے دل کے تمام بھول کر چھو گئے

میرے اپنے ساتھ اپنے بھول کر چھو گیا

تاکہ دعا کی طرف سے سکے

میری بھولی بھی گھوٹ لے

اپنے بھول کو یاد کرتے ہوئے گھٹا

"آپ نے پانی دیا

گل رات آپ نے دعا کی نہیں دی

دار کا گھر جنت کو جنت ہے"

میرا دل چاہتا ہے

کہ میں اپنی خوشی

پر ہم خوشی اور اپنی بھلائی پر نہیں

لیکن میرے اپنے ساتھ چھوٹا ہے

کچھ دوسری اسکول سے دیکھیں آتے تھے

میرے ہم کو جنت لے گئے ہیں

کیا سبق ابھی طرح یاد ہے؟

نہیں ابھی یاد ہے

سنتِ استخوان

میں اپنے بھول کو ابھی طرح یاد کرتا ہے۔



ہم تختہ پتھر کی طرح بھی نہ ہو

کوہِ چتر کی جیسی نہیں گھٹیل ہو جاتی ہیں

شہد کا طرح بھی نہیں

کہ جتنے دوسری تو ہے انکو جنت دار

مجھے کاش جنتِ خواب کا طرح چاہو

تو نہی زندگی رات ہیں

میرے اپنے دلوں میں

بکھرے میرے ساتھ نہیں رہتے

چھ فریب کے اس غزل سے

ہو جیتم سو گئے

ایک دلوں کا طرح

کاش میں ایک دلوں

میں لگتے وقت لگتے ہیں میرے

میرے لگنے کے لگتے ہیں میرے



جو وہ پہچانی
رہل کالی

خیر الیہ نمود
نادر ڈار

مبصر

مجھے خیر نہ نہیں آتی

لوگ بے حلقہ ہیں، حلقہ بھونک رہے ہیں
دنیا کا صحر ہے ہمارا، احسنہ جات ہے
پتھری دیواروں میں گھری ہوئی آواز
معترا تر

آوازوں کی ندیوں ہے

قریب ہی آگ اور دھوکہ بھی موجود ہیں

خیرا لہت چاہتا ہوں

بھونک آواز کا غائب ہو جاتا ہے

بہری طاقت ختم ہو جاتی ہے

ٹھیک ہے: یہی ارتقا پیش ہے

دنیا پسند نہیں کرتی کہ اس کے ساتھ بات

کہا جائے، خیرا لہت پر داغ نہیں کرتا

وہ اپنا پانی برف پر جاتا ہے

زندگی میں اب زندگی باقی نہیں رہی

خیرا ایک بادلوں میں جو چھوٹی گلی کر رہا ہے

خیرا پتہ ہے نہ کر رہا ہوں

میں اپنی آنکھیں بند کر رہا ہوں

اور انتظار کرتے ہوئے لیکن کچھ آئے ہے۔

نورانی ۱۹۹۰ء

درد ہزارہ گھٹتا ہے، ادھر تو پانی دریا کے
تپے ہو گئے

وہ شام کا صبر لڑتے واقف ہے

ہنگو چرنا لیتے

انجیل میں اسے پاک چاروں طرف سے شمار
کرا گیا ہے۔

وہ مٹا کر گشت ہے، اسے اپنی جگہ لگا کر ہے۔

اس کا دل بھی ہینگ کی طرح دو ٹوٹا اور

پتہ صحر چلا ہوا ہے

باہر اس کے پہنچے ہوئے آگ لگے ہیں

ٹھنک اور طیارے ہوائ

کھٹا ہوئی دھوکے دھاروں بھی

نورانی ۱۹۹۰ء

بیل گھر لوٹتا ہے

بیل رنگ میں پہنے وہ بھر کے نام کے بند
گھر لوٹتا ہے۔

پیشہ کا ٹکڑا کے ساتھ کافی پاک

اور درست پتے کے ساتھ آگ لگنے ایک

رنگ بھونکا

اور شہر کا مال رکھنے کا بل کرے گا

دو گونہ اس کی اکائی ہوئی گزشتہ میں گواہی

ہوئی ہے، اسے گزشتہ میں لگتی ہے

اب وہ اپنے گھر لوٹتا ہے

اور اپنی ہی دلی بھولی آنکھیں سے پہنچ

بہتر پہنچتا ہے۔

اسے معلوم ہے

گشت میں لڑتے ہوئے گوارا کی انجنت

ہو جاتی ہے۔

انکے جنم میں وہ ایک شہر ہو گا

انجنت باقی رہے گی۔



بادِ شمال

کہہ خیم کہ جب اونچائی پہ تم چڑھتے ہو
تو ٹھٹھک دوس بندوں سے وہ چھتری ساٹا
چرچا ————— جھیل پہ دھرا ہو جیسے

جہاں پہلے دھڑایا ہو کبھی دست دھما
انھیں بڑھوں کی جس وقت کریں
اپنی کیا کستری دیشوں میں نکالی
جہاں پہ چڑھتے تھے کو چھپکتے یا نہیں
ہاں کی یا نہیں ہنسی تکیں کا گہرا کوہ
نظر آئیں تو کیجیو میں کلک اٹھتی ہے
آتش دفعہ! ایام چلک اٹھتی ہے

آسمان اور زمیں جب نہیں دیتے ہی صدا
کھڑکی ہستی کی گڑا
معا اس ساعت گھٹا دیشوں پہ دگن
اتنے کہ حرف دھاکے گوا
رنگہ سا پاتا ہے گوا
لاٹ شکریہ ہر سونے بدلا ہو لڑائی

پا پہ کتا ہی عبادت سے آیا ہو تم کو
چاہے مغرب دھما بھی نہ نہیں آتا ہو

یا کسی نالے کا جب صدیوں پرانا آہنگ
سر پہنچتے ہوئے کہہ دے انا لوں میں پڑے
گھر گھر میں گھنٹے پر پر دھڑ دھاب
نظر دیکھو پڑا ہوں میں سیدھی جھیلیں
تم نے ہر چہ نہ کبھی پہلے نہ مانگی ہو نکلا
اس گھڑی یا دیگر سا دھڑکتی جس گڑا
دل پہ ہے ساختے طاری ہوتے جاتے کا رنگ

جب سمندر میں جہت ڈگر افق کی تریں
آتشیں زخمی فلک زرد ہو دھڑ دھڑ
نکل کوئی کڑیے گرا ڈھل دیتے کا چھہ
دو ٹکڑا دن کی جیسا ہر سے
نیلے پانی میں اترا جاتی ہے
جیسے تیراک سمندر میں نکلے غوطہ
آدھ سونا کو چھپکے ٹھپکا نہیں ہری
ٹھٹھکے تم میں ہی سا پوٹھو لکے کتے ہری



فہرست

یہی کہانی ہوں میں واسطے کرے اور مج رہے
اور میری آہنی شکل ہے
یہی رات خوشیوں میں اور نہ ہی انگشت
یہی شاعر ہوں

گرمی جینوں کی پوشش وہ
یہی رات و صبح گلشن کوئی ہوں اور نہ رات
اور میں رات وہ

ہوا میں بسر کرتی ہوں
خود میں مسراؤں میں اپنا ناں
خود میں قائم رکھوں یا گھٹن ہاؤں

— میں نہیں جانتی، میں نہیں جانتی،

یہی رات تک نہیں جانتی
کہ آج میں قیام میں ہوں یا صحنہ
بہشت میں ہوں
یہی رات جانتی ہوں کہ میں گاتی ہوں وہ
گیت کا اہم ہے

میرا اس کا زلیخہ اور وہاں چمکے ہیں
اور میں جانتی ہوں کہ کہیں ہم ایک ہی صورت
کون جانتے ہو

نور علی ۱۹۷۱ء

معاہ

ایک آواز

وہاں ہوں میں اپنا ایک ٹھکانے
اور ایک دھبی کی سکوٹ کے ساتھ
تھوڑی دیر تک
پہلے جئے اندھیرے میں چلی آ رہی

وہ رات میں چلی چلی کی لڑائی تھی
جو آئی لڑائی کے آگے تھا جس کے اداں وہ
کام کرتی تھی
استی میں نہ ہوں میں سوچتا رہا
ایرا کہ میں چلتی ہوئی رہے نہ تھی۔

میری ماں ایک لکھی سی صورت تھی
وہ کم از کم دیکھی تھی مجھے اور میں سوچتی تھی
ان کی باتیں کہنے لگتی تھی
جو کہ اُنہی نے اُنہی سے سوچ کر کہتے تھے
انہی کے سوا کچھ نہ تھی

ان کے ہاتھ پہنچ کر ہوں کہ نہ جوتی
ان کے ہاتھ پہنچ کر ہوں

اور اگر وہ کہتے ہوں کہ تیرے چاہیے
تو ہاں کے کہیں چاہیے
کہتے پر ہاں کہتے ہیں

یہی اسے ستری کرتے کرتے شکم کم لینے
دیکھتے ہوں
اس کے روز بروز آتے جوتے ہوئے اور فریم کر
سر نہ لے کر توڑ ڈال دیا
پر نہ لیا اسے اسے بھی سوچ

کہنے دھوتے دھوتے
اس کی کرکٹ ہو گئی تھی
نیکے گلشن میں ہوتا تھا کہ وہ
انہی کے ہیں
صرف پہلے خواہاں میں

وہ تھا جس نے پہنچے ہوئے
اور پہنچا کہ میں سے پہنچے ہوئے

نور علی ۱۹۷۱ء



الوسیفہ

وقت آنے پر وہ شاہد بیخود کو قلاب معلوم ہونے لگے
اس کے قیچے اور اسکاٹے آگ لے کر آنے والے کی

کہانی میں پائل جانے والی
دعشت پاد بھڑائی

شاید پھر اسے کسی خدا کا رب و اچھا دلائے
فی الحال بھی ہیں

پچھلے پاؤں میں اسے اترتے دیکھتے ہوئے
کوئی دگت پیش نہیں آئی

یہاں سے ہیں جاتے ہوئے پچھلے آستے میں

اس کی صورت گڑی خیر داک خلعت سے دھندلائی ہوئی
جیسے زندہ مجرّم جس کا کٹاف سونچ کی طرف بھرا دیا گیا ہو

باغی سے کہیں زیادہ افسانوی شہرت کا مالک کوئی صانع
صانع سے کہیں زیادہ کوئی پاگل ہو و خیر۔

کہہ کر جس طور کا حکم اسے حاصل ہے وہ بھی
نرا وہ قدر نہیں پہنچا سکتا

وہ کوئی عہد کا لڑی میں کھپ جاتی ہیں

اور کسی دل جاتی کی آواز ہی کو پرستہ ہوتی ہیں

یہ کہ وہ کٹھنی جوتے کی جھسی سے ہیں کہ

پرندہ کیسے پر لیکل جاتے ہے

حاکم تنہائی کے پاس سے اور کھل کر ہیں

یہ کہ انسانی کے اچانک پروردگار آئیں
ان سے درحقیقت کچھ بھی نہیں بدلتا

وہ آب و ہوا احمد یا لقون کو پالتی پڑھتا ہے
جس نے قسم کھائی ہے

کو ہلنے بیٹھنے ہی سرور سے پر نفع پاکر ہے گی
جورل کی دھڑکیں تیز کرتی ہے

اس کا کاکے تو مسرہان سونگ کھاتا ہے

نام ہاں نے دستگیر ۲ روز روزی رہتا ہے
شرعیہ پریشاں ہوتا ہے

جسم کرکٹ ہے مگر شفا دناوری کو گما آ ہے
ثابہ اسے کہ وہ جزیری سے جہر رہتا ہے

صرف ٹکوں ہی کا جسم ۲ احساس ہوتا ہے

راست باز تو امر غزل انک کے ہے

ہلانے ایجاد کر لیتے ہیں

لیکن صرف ہی رہی جنت ہے جو گھوٹ پر چلتا ہے

اور کھوتے کہ اس کی طاقت بڑھ گئی ہے

جو کچھ وہ ہے اسی ہی کوئی ہے

اسی ہی کوئی ہے کہ پڑ پڑی ہے

اور کوئی اس سے پڑ نہیں کرتا



الوداع

مٹا دے جس کے دل کو دنیا میں
تیرے لیے بھی اپنا حصہ ڈال دے
خدا دے یہ جیسے کھل کے ہیں میرے سے
نریمان کہ نہیں
تیرے جانت ہوں۔

اُداس کھلونے

آج تیرے کچھ مٹا دیں ہوں
جس طرح ہم گم شدہ ہاتھ دھو کر مٹا دیں
ہوتے ہیں۔

دلے سات کر دو۔
تیرے خاتمے کے قریب ہیں
میرے اشداد کی پانچویں پہچان
کے نشان بھی نہ تھے۔

یہ سال تو کچھ دیکھ کر گزرا۔
تیرا کی طرح آسمانِ خدا ہے اور ہر ایک
نہیں جانتی۔
جس طرح جتنی قسمیں است کہتے تھے وہ
بالی ہیں

اگر یہاں دانا میں بھی نہ تھوڑی
کوئی ہے

اس طرح رات آئے والے ہے۔

تو یہ کسی دانی دنیا کے پرکشی
اسی دانی سے میرا کائنات ہے
اشعار جو خاموشیوں کو نظر قورائیں
جو دے ڈھلے شریخ رو گیتوں سے

یہ آخری دن گھبراہٹ ہے

صبح سرد کوئی دکانی اچھا تو برقی
توئی آن کو کہتے ہوئے سوجاؤں
اکھانچے کے چرے سے لبت کرتا ہوں
ہوئی کھانا میرا گناہ ہے۔
اور تیرے کچھ لٹنے پر حیران ہو کر کاشی بن جاتا ہے۔
بھنس دیکھو دانی تو سب کی گزشتہ گیتوں ہے
کبھی ہاتھ سرد ہوتا ہے۔

اور کسی دن سخت

گھبراہٹیں اور وقت ہوا اٹھانے سوجاؤں میرا
کوئی کچھ غفلت نہیں۔

کبھی کبھی میرے اشداد

سترہ صدی کی حد تک دیکھتے تھے

جیسے میرے پاس

کوئی خدا نہیں

میرا بھی ہے کہ

نور اور رات انکوں کی کھانسی

سرنے مارنے سے پہنچتا ہے۔

گزرتے حقائق کو
دے دے پرکاشیں

یہ شانِ اعلیٰ الہ سے جانے سا تھا ہے

جست کی طرح

ہر ایک کی طرح۔

وہائی اور چنگوں کی طرح



ایکلی ڈکنس کی نظمیں

(۱)

میں آہستہ اور غماز قدموں سے

ایک تختہ سے دوسرے تختہ تک پہنچ رہی

میں کہ

میر مسرتاؤں کہ بچنے کا

اور کھود میرے قدموں تلے آگ

میں صرف ہی جانتی تھی کہ

الکاحم آؤں ہی ہوں گا

اسی اسی سے میری زندگی

پیر مسرتاؤں کہ بچنے کا

اور کہ کھود میرے قدموں تلے آگ

(۲)

شا مسر دینے جاتے ہیں

اور خود کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں کہ چرنا

اگر تارانی سے دامن بند

تو خود کٹے جاتے ہیں کہ چرنا

ہر روز کہ ایک خوب دوسرے ہیں

جو ان کی سہا را ہیں

کھینچنا پنا جاتا ہے

(اور تارانی پنا رہتی ہے)

ایک

ان کا دل میرے کو ہی دھڑا دھڑاتا ہے

وہ ایک تنہا تنہا ہے

جہاں رات بکریں ہوتی ہیں

جو ایک ایک کدو کے دھڑکے ہوتے ہیں

میں کہ شادی ہو گئی ہے

میں کہ شادی ہو گئی ہے

میں کہ آئے ہیں

(۳)

دیکھ ہر کس خاص جاننے کے نہیں

نہر کا سنگ ہاتھ

میں کہ کٹے جاتے ہیں کہ چرنا

اور کہ کٹے جاتے ہیں

تو خود کٹے جاتے ہیں

اور کٹے جاتے ہیں

خوشی کہ کٹے جاتے ہیں

ایک اور دن کے مسافت

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں

میں کہ کٹے جاتے ہیں



لوڑھی بھگداران

ایک ضیفہ فریب اور تنہا جیٹھی رہتی ہے رات میں ہر لمحہ
دوسے کا چارہ و خانا پر یاد صوف ہر گھبراہٹ جاتے چتاہ

نسبتی ہے چاہ ایسے تھوڑے ہیں کی تیری میں کوئی ہے ٹنگ
زنگ کہ کجرات جاتا ہے دوسرے میں خوشی ہے ہم آہنگ
ہے توجہ دہ کی تم سے ہیں کلک وہ راتوں رات ہے نکام
مذہب پرانی نہیں چکڑوں کا ہوا ہارنے کے کچھ ہے کاٹام

تلف ہے سونے تمام دلی رنگ دلیاں دیاں ملنے کو
سیرک کے جیسے کافی کی اس کے کام بھول جانے کو
دلیاں صبر میری باتوں میں اب پہنچنے کی
دوسرے کو ہے آنکھ پانی ہے وہ ہے اور دنگ ٹھنسی ہوا

لاپتہ ہاتھوں میں ضیفہ کے ڈٹا پلا ہے ایک جین کا
کھانکے اس ہے تیری کھانکے ڈالنے کوئی بیک کا کھانا
مستقل دلیے خوب فحش کی ڈٹا پلا ہے ایک جین کا
ہفتوں کا جہاں دھوم نہیں خاصا اور تھوڑا کھانا

وہ ہے محتاج اور بھی ہمت کو صبر نہ آئے گی ہے محروم
راڈ راجھی ٹھنسی آڈا ہے پھر ہی جوتی نہیں کبھی غم
اٹھنے نے کیا کیا تسلیاں دی ہیں اپنے شوہر کو اور دلی میں
مختوں کیسے کیسے جھیل ہیں اپنے بچے کی پاس دلی میں

دلی تویں استاد ہے ہمت تھر تھر ہے گوشت آواز
تھر تھر اس کے سپرد ہے ہمت ہنس کی پیرو ہمت ہے پرواز
وہ جو روٹھی جوتی کوئی نہیں اس کے کام کی ہر فکر ہے
ہم آخر جو دم دلا دے اٹھتے ہر آنکھ ٹھنسی ہاتھ پکڑ

میراں! اختلاف ہر دنیا جس میں ہر صحت شادمانی
اس کی ڈھاریں کہ ہے پکی کالی تاکہ جیسے کہ ہے ناگانی ہے
دکھاتی ظہور دلی کے ہے دکھ کوئی مدد پر آمادہ
پتے تسکین قلب تھوڑے ہے بہت ہے عینہ ہمارے

نکھرہ والا اللہ!

یا مستند نبی رسول اللہ

نکھرہ والا اللہ!

یا مستند نبی رسول اللہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہ نے ماکہ معظمہ (پہنات) ۳۱ (۲۸ محرم)

کو سورہ کاغور نازل کیا تو جو عداوت جاری کیں ان میں سے ایک یہ تھی :

ظلم اور نادار آزاد کو وقتاً فوقتاً خدا کو

حاضر ناظر جان کر ملتا اور اپنے دل کو دل

کو بات چیت کرنا۔ اس وقت اپنے سچے

مخالفت دہستوں اسول افسروں پر ایس یا غیہ

کا رشتہوں کو اپنے قریب نہ رہنے دیا تاکہ

فرما اور ناداروں کے مخالف سے ہم سے آزادی

اور بیباکی سے اپنی شکایات کو سکھیں۔

کیونکہ میں نے پیغمبر خدا علی المد علیہ وسلم سے

شکس رکھا ہے کہ کوئی نوم یا ساسترہ اعلیٰ تمام

حاصل نہیں کر سکتا جس کے طاقتور لوگ کزادوں

کے فرائض ادا نہیں کرتے

محمد باقر



افغانی



گزے دنوں کی یاد

احمد علی

اب یہ بتانے سے کہ فائدہ کو میں کوئی ہوں اور کیا ہوں۔ میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میری زندگی میں خوشی کی راستہ ہی ہے۔
لیکن بدلتے تو وہ دور تھے۔ اب تو رنج بچتے بچتے دل میں رہ چکا ہے۔ اور وہ کی دلی گدالی کرتے کہتے دماغ کو ہر چیز وحشی و وحشی
سوم ہوتی ہے۔ دلی کے غبار کی نہیں بچتے بچتے ایک پھر کا کسی ہم گئی ہے اور اسکی سچ کا نام دشمنی میں دلی نہیں۔
نہایتی کہ ہر چیز صحت دکھائی دیتی تھی اور جو کہ میں کان نہیں تھے اس میں مجھے کے نگوں کی طرف ایک کالی گونج اور سبزی۔ لیکن
لیکن اب تو ہر چیز میں صحت کے کہوں پر بدلتی نظر دیتی ہے۔ مگر اس کے بعد وہیں کوئی کالی گونا گونی کے میں کو پار کرتی ہوئی تھ
تک اتر جاتی ہے اور جاتا میں ہر شے ساز و سامان یہاں کو جاتی ہے اور وقت کے ساتھ یہاں کو پھرتی ہوئی دلی سے نکل کر حال کی ملک
ادگ میں ہر ایک نئی شے اور جہاز یہاں کو جاتی ہے۔ مجھے ایک پھر پانی میں پھرتی ہوئی میری یہاں کے اس کے ملک کو برادر کو دینا
ہے حال ملک خوشی ہی دور میں ہر شے پھر پانی میں پھرتی ہوئی اور ملک یہاں ہے۔
آج میں کوئی خوشی پر کسی کی فلم اور جہاز سے میری کو آتی میں نے یہاں کوں ہے۔ تو یہاں ہے۔
”تم بتاؤ۔“

میں تو کسی کے چلی نکل کا اشتہار کر رہا تھا اور نہ مجھے یہ سمجھتی تھی کہ کوئی پانی پھرتا ہو نہ وہاں کو انھیں یاد ہے کہ چنانچہ ہر نام
مجھے میرے میں کیا نہیں لے لے جاتا۔

”مشین۔“

”اور بتاؤ۔“

میں نے جواب دیا: ”مشین۔“ لیکن انھیں کہہ بھی نہ سکتا تھا۔ میں نے قرآن ہی کہا۔

”خدا۔“

”میر کی بات نہیں۔ خدا۔“ لیکن ”خدا۔“ کہتے وقت کو تو وہ سے کوئی اور طوفانی دھن میں کوئی۔

میں دلی سوس کے وہ گزشتہ میرے ہم میں کوئی سکون تھی اور میرے کان میں کی جڑ گرام میں کی گئی تھی سے بھنے گئے اور گرام میں گئے
ہر اس طوفانی جہن سے میرے گولی میں نہ گیا۔ میں نے یہی کیا فعل کی جو اور خودوں کے نام کیے جو دیکھتے سنا لے۔ میں اپنی طوفانی
پر اپنے آپ کو نہ بھٹکتے تھ۔ یہ حالت کہ وہ وہ فلم رہی۔ آواز بہت بدی اور جھٹ کے یہاں یہاں کہ نہ دے جہاز سے میری
ہر اس طوفانی گولی وہ میری طوفانی گزشتہ سے میرے کا خود پر کہ گزشتہ وہاں دیا تھا کہ وہ طوفانی کی ملکیت کو پہنچنے سے



جوں کا تھا۔ اس بات کا یقین داکو ملتا تھا کہ کوئی ایسا ہی ہے جس کو الگی نسبت بدو ہے۔ اس کے پیچھے دل ہے اور دل میں سوز و ساز۔ میرزا دل تو سر پہ ہے۔ اس میں دُورِ تفتیش کی گستاخی ہے۔ دُشمن کا دُشمن۔ الگی پہاڑ کی کھڑاں ہیں۔ کھسکی۔ کھسکی وہیں سے جس کے جھڑوئے کو شل ملائے۔ دُشمن نے میرے سب غروں کو شل دیا تھا۔ میرے خواب اور میری ناخوشی تو فحاشِ غیر عقلی نسبت پر مبنی تھیں۔ جب تک مجھے یہ پتا نہ چلا کہ میری طرفوں کو سیز سے چٹکنے والا نہیں بندر کے سر سے ہوتے پتھر کی حرکت دیا تھا۔ ایک ایک کر کے مجھے جوتے لگتے۔ چونکہ میری تو فحاش بہت گہری تھیں۔ میری خواہشات اس دنیا کے لیے ناخوشی، اس لیے وہ بھی جوتے نہ پہنیں۔ مجھے موسم نہ تھا کہ غراب چمے نہ چمکتے تھے۔ امیدیوں پر کھائی، یہی لیکن عرب اکی وقت جب کہ انھیں اس چیز پر قابض ہے جو میرے ہاتھ سے نکلنا ہے۔ جوں تو غریبوں پر نہ ہوتی جاتی ہیں۔ انھیں اور مسائل اور ناخوشی فراہمیں کرنے لگتا ہے۔ تجویز ہوتا ہے کہ نہ اس کی چیز اٹھاتی ہے اور نہ فحاش ہی جوتے جوتی رہے۔ دنگ کی ایک خار ہے۔ جب ہوا میں دُعا گونجے۔ جب بڑھ گیا تو رستہ ہی گیا۔ میں نے کس کی فحاشیں آنکھیں بھی کھریں اور دیکھ حاصل کیا اور دیا۔ اب تو آدمی کم کے رہ گئے ہیں۔ دُعا گونجے ہی رہتی ہے اور مصیبت ہوا ہے۔ ایک مستحق ریت کی بھڑکی ہے کہ وہ رات بڑھی ہے۔ دُکھتے ہیں اور دُشمن پناہ گئی ہے۔ جب تک ہر کام میں دُعا ہے۔ دُعا اور پھر جاتے اس چیز پر فحاش کرنے کے جوئل لگتی تھی ٹھنڈا کے پٹھو را۔ اب جب کہ حاصل قریب تھا جب کہ میں کم اور کم اپنے خیال میں اس بات کے پتے چلے۔ تھا کہ اس ایک پہنچ کے آدم کوں تو منزل ایک سراب تھی۔ ابھی وہ قریب تھی پر کچھ دُعا چلے۔ دُعا چلے۔ رہی اور ہی اس ایک پہنچ سے۔

”تھا کہ اپنے اب تو کام بنا دو؟ میں نے دُعا جوتی سے کہا۔

”اب اس سے کیا حاصل؟“ وہ دُعا فحاشی کو لایا۔ مریدانے بھٹے بھول بھرنہ ہو جاتی وہ تو فحاش کے موسم سے الگی تھی۔ میری ہوتی تھی۔ لیکن میں دنگ کی یاد سے بے جاں ہو گیا تھا۔ وہ شاید اس خیال میں تھی کہ میں الگی تھ۔ وہی دُعا ہی ہوں۔ لیکن میرزا دل لکے کے دُعا ہو گیا تھا۔ فحاشی ہے کہ اس کی لڑکی سے میرے دل میں ہی وہ بدادہ لڑکی نکلتی۔

”صوت آتا بنا دو کہ تم کیسے ہو؟“

”بہن زندہ ہیں۔“ وہ سچا ہوں دُعا ہیں۔ دُعا کی اگ بھڑکی کے ٹوکے گئی۔ مضمین نے دنگ کی ٹھنڈ چھینی۔ دُعا تو غریب رہی۔ دُعا جوتی۔ اب تو فحاش دُعا ہی دُعا ہے اور اس میں ہی سوز دُعا نہیں۔ تبار کی بھڑکی کے جیسے جاں میں جاں کئی اور وقت کے پیدا ہوا سے چٹکنے آئے ہیں۔۔۔۔۔

میری ٹھنڈ کے دُعا پہنچ میں وہ آج نہ کہ۔ ”ہوں ہوں“ کہتی رہی پر اسٹے چلے سے جیسے وہ اپنے دل کو اس مضمین سے مل رہی ہو کہ نہ کہ۔ آواز لہو کہ دُعا سنائی دے لگا۔ وہ کھڑی ہو کر ثابت ہوئی اور اس کی کوشش کے بدو میں اس کے دل کی آواز۔ ایک ایک پہنچ رہی تھی۔

”لیکن قریب میرا دم تو موسم نہیں؟“

میرے دل پر چٹ گئی۔ کائی کہیں اس کا نام نہ لگتا۔ فحاشی کہ تیرا کہ رہی تھی۔ میں اس کے سانس تک کی بھڑکی۔ دُعا لیکن کیا میری کا دم تھا کہ دُعا جاں کی حرکت قریب ہوتے ہوتے ہی اس کو نہ چھو ملتا تھا۔ دنگ ہوا میں ایک کاندہ کی حرکت لگتی تھی موسم ہونے کی۔ فحاشی کوں کھڑی میں دُعا ہی تھی اور وہ لہو سے ریت دُعا فحاشی لگتی رہی تھی۔۔۔۔۔



نقا

کیا وہ واقعی زندہ و باقی نہیں۔ کیا وہ واقعی مسیت کا پردہ سے رہی نہیں؟ لیکن وہ کی موت کو کب سے قیامت میں دبی میں نے
کسی سے منہ کی۔ یہ سب میرے عقیدے کی تصویر کی نہیں جو پست و مجزول کی طرح ہلکی اور ناقص ہو گئیں۔ نہ میں تھا۔ نہ وہ نہیں نہ قیامت
میرے پہلے نہ ان کو کب سے چھین لیا۔ انکی پست کھلی، درد انگیز اور مستکشف ہے.....

جنوری ۱۹۵۵ء

میرا درد بھاری آیا ہے؟

"ناجی کہ میری حادیں سے"

"اور میری تو آواز ہی ہے"

"میرے لہجہ میں شہسوار آیا ہے۔ رشتہ جو غافل چلنے دیا ہے"

بھری سہیلی کہاں ہے؟

"خود۔۔۔ خود تو پہنچی آئیں۔۔۔ ایک روز میں وہی ہے"

میں سمجھا آئیں کہ بے گریہ و شہسوار یہ شہسوار کی شہسوار

خود چپ چاپ وارنٹ کا شکار ہیں دختر کا زخم

زخمی عار کیا؟ یا احتجاج کیا؟

میرزا حبیب

مکمل تقریر۔ میرزا حبیب



خزاں نے لوٹ لیا

عجاوب استیلا علی

”یہ تم کے سردار جلی سرد سے ٹوٹے ہوئے رشتے میں مجھے خزاں کی تیرہفتہ تاریخ نے کیا خیال کیا آج رات کی شادی کی باخیزی مانگ رہے ہیں۔ جب تک آدمی جسے اسے مہر کیلہ ہی دے گا۔“
 اپنی نام منشیہ شادی کے بعد اس نے اپنی تمام سہیلیوں سے قطع تعلقی کر دی تھی۔ البتہ اس سے کہیں کہیں سر پرانے غصہ و نفرت جو دیا گیا تھا۔

آج کئی دن کے بعد اپنی سہیلی کی خواست نگاہ پر پہنچ کر میں نے حد نہ ٹھکھٹایا۔ رات نے حد نہ کھل دیا مجھے دیکھتے ہی ہاتھیں پھاڑ کر بولی ”تم رسک! —“ وہ زبیر لکھ کر گاتی ہوئی
 اس کے حذر پر غصہ سے کٹھن کوئی کر رہی تھی جبکہ گویا ”بھروں“۔ ”وہ اصل مجھے کسی کی نصرت میں نکل رہا ہے۔ تو مجھے اس کی شادی کی مانگ رہا ہے۔“

”کدے کی خوشیاں کھان پڑی اور نہ تھالی ہیں دے رہی، اندازاً —“ وہ مجھے اندازہ جا کر کہنے کی پیر کے پاس ایک
 موی شمع کے مقابل بٹھانے پر بٹھائی ہوئی ”خزاں کی بات ہے؟“

”ہاں بہت کب کی گزری، مگر سب کا خیال تھا کہ آج کے سرد سے اس کی رچی ہوا شادی ہوگا۔ شادی کی مانگ کا دن ہے۔“
 ”تم سب کا خیال تھا؟ —“ وہ ایکسٹریکٹ مٹی جیسی بڑی۔ پھر اس سے لڑکتے کے بعد بات ٹاٹنے کے انداز میں پوچھنے لگی۔ ”کہاں سے ہے یہی جو؟“

”یہ تم کے چچے سرد سے۔“ میں نے اپنی سرسبز مثال ٹھانے پر سے گرا دی اور اصرار کے سکون کے لیے ادنیٰ کون اٹھتے

”یہ تم کے سردار جلی سرد سے؟“ اس نے بے قابو پیچھے میں کہا، پھر وہ انگریز طریق پر مسکرا کر بولی ”جہانے ان کے یہ سب جلی کشن کی زندگی کی منشیہ پر ہم گئی گئے، وہاں وہ لوگ گئی وہ گریں پھر۔“
 ”یہ جگہ تو یہی تھی؟“

”میری نے غصہ نہ ہی کیا؟“

”اچھا پڑاں پر کپ کپاتی ماری؟“

”نہاں خزاں کو کہیں دیکھنا ہے رسک؟“



”صورت امانی کو دارا نہ تھی؟“

اس کے بعد صورتی دوسرے چلے خوشگوار کی ہو گئی۔ وہ ایسی خوش کی حالت تھی جسے صدیوں ہی اور بہت ہی کالی کہیں کا خوشگوار تصور حاصل پر دلورہ کرنا تھا۔ وہ اعلیٰ سطح پر پہنچ کر مدہم ہی تھیں۔ پتے زندگی کی فنا کی بات نہ کر رہے تھے۔ فنا کی اس پرانگی نے مایوسہ کی اس کیفیت جاری کر دی۔ میں نے اپنے دوستی جڑے میں سے نکال کر ہونا ڈنک ایک گولی نقل اللہ علیہ سکود میں پوچھا۔ ”فرزند کیسے ہیں؟“

دلورہ نے چپ بولی۔ پھر بولی، ”وہ ایسے ہی، ایک لڑکھوئے ابھرتے نکلے کی طرح اشراف نے اس کے دل دو مانج ونگر کر دنگ کی طرح پاٹ کر کھوکھا کر دیا ہے۔ حق کا وہ پرسہ اب زندگی کا شکر ہو رہا ہے بعض وقت تو دوستی، مرا سنا صبر و برد ہو جاتا ہے مگر اس کا یہ مصیب نہیں کہ میں فرزند سے جڑا ہو گئی ہوں۔“

”اور کیا مطلب ہے؟ جب تم جڑا نہیں ہو تو نہیں یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا کہہ رہی ہے کہ تم اس سے جڑا نہیں ہو؟“ میں نے ٹکڑی سے کہا، پھر بولی،

”پانچ سال پہلے گیارہویں یاد کرو دینی! وہ چٹکے، وہ چٹکے، بے ٹکڑی، وہ ٹکڑی اور وہ لڑکی — میں جبر و جبری کی سر کر کے کہتے افسوسہ میں ہو گئی۔“

اس نے تڑپ کر آنکھیں بند کر لیں گویا کہ یہی حق تھا۔

”خواس کو دیکھ، بچے میں بہت دیکھ چکے۔“

بچہ اس نے دہان سے کہہ دیا۔ بڑی رو بہ اپنے آپ کو سنبھال کر لڑکھا تو آٹا کہا، ”خواس میں دنیا میں کا لڑکھو دینی! میں نہیں بھول جانا پاتا ہوں؟“

میں داس انگیز پیر میں بولی، ”ابھی ٹھوکانا اور مجھنا تو جتنا دے اختیار میں ہے ذمہ سے قابو میں، اسی قسمی حقیقت سے گریز کا غنہ بھی کیا دیکھ؟ یہ واقعہ ہے کہ اس سے پانچ سال پہلے کی خراسان نے تمہاری پہلی ٹوٹ لیں۔ بدلے، وہ بالکل ایک ایسی ہی خواس کی پڑ خورہات تھی؟“

”دکانہ کرہائی“ وہ سچ تم کے ان معنی سرور مستعد تھی! اسی معنی نے مری زندگی کی مغز میٹھ کے بے درجہم پریم کر دی۔ وہاں میں نے آپ جیسے کے دھوکے میں خیر چلا لیا اور تیرہ دہائی میں کھوکھا کر دی ہوں! تم سب کے غنہ، فکر سے میں نے کھوکھا کر دی غم فکری کی ہو، مجھے اس کا مصداق اٹھو نہیں دینی! کیا کہ مجھے فرزند سے محبت ہے؟“

میں نے ایک قدم آگے بڑھا اور پر دہائی، ”تم بہرہ دینی محبت کا اقرار کر کے اپنی ناطت آپ کر رہی ہو۔ میں نے تو اپنی قربانی پر نہیں کیا تھا؟“

”وہ بڑا کرہائی۔“ کہن کہن ملتا ہے کہ مجھے فرزند سے محبت نہیں، ہانا کہ خراسانی ہے، مگر مجھے کچھ میں اس سے اتنی ہی محبت ہے جتنی پیسہ میں تھی، یہ کہنے کہنے میں نے غصہ کی بے دہائی میں شیشے کے صر پر سٹپے لگا کر ہانا کہنے کا پتہ تو اس کی شکل بالکل ٹوڑ دی تھی۔ افسوس! اٹھا یا اور ٹھکانا شروع کر دیا۔

میری غم اس سکود سے ٹکرائی۔ ”ہوں! میں امانی کو اس کی تہاں سے نہیں! اس کی بے اختیار حرکات اور اس کے کردار



سے پیہننے کی عادی ہیں۔ واقعی انہیں ہوا سے کپڑے لڑائی ہو رہی ہے۔ ان کی ساری ساری دنیا لکھنؤ ہے۔

رات گہری پہاڑی تھی، اور مہمند کے غلام کا شوگر کی دھنسی دھنسنے کی آواز کی طرح ٹھٹھا دیںے لگا۔

میرا وہی منہ ہے پانچ سال قبل کے باقی کی ایک سات کی تصویر کشی میں کو بریلا، غصہ کی پرخشاںات غصہ گہرے گرم کے
 ورجہ پر غصہ میں سارا جھٹی رقص، سرخرو مستعد تھا۔ موسیقی کی درد انگیز تانیں کا ایک رقص کے تھے ہوسے وغصہ میں جذبات میں
 ایک ارتعاش میا پر لے کر قلب کی حبیب کیفیت کو رقص تھیں۔ غصہ باقی اور ذنبہ دل ہواں لغتہ خود ایوان کے کچرہ پچ، انا
 میں آپ غصہ رنگ کے چمکتے ہوئے جام خاندان کھڑے تھے اور اپنے رفیقوں اور محبوبوں سے سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ کچ
 اپنی تہوں ایسے بھی تھے جو ان سے الگ تھک اکٹا دل پر پردہ یوں کے سہارے بچھے لکھڑے ہوئے موسیقی کی دلدادہ ذی پرستے اور
 ہو کر رہ گئی۔ ہتھے اپنی چرخہ جڑ سے انسان کے اسی جیسے جاننے مسند کی ریتاب اسرار کائنات خود کچے جڑے تھے۔ انہی کی صنعت میں
 ایک ہی تھی، جو ایک ہر ایک درد انگیز غزل کو کھنکھاتا کر تھی غصہ اور ایک تہہ کام خانوی کے پاس تصویر بنی کھڑکی تھی کہ وہ غصہ بنی غزل
 کے مکالمے تھے انے اپنے اس وقت کو رہا۔

”یہ بڑا ہی سنگ کی ہونٹاں کی طرح ہے جس سے وہ اس ہونٹاں سے نہیں کہہ سکتا، وہ تو شعلہ کی جھلکی میں جھونک رہا ہے۔“
نہ ابھی آگست کے چھینکے کی بات ہے؟

”و شبرجہ“ دوسری نے جواب دیا: ”اگست کے پھینے کے دوران کو شبرجہ تک دغا کھنا دقتناظر کی ہے۔“

[illegible]

”جس کو خدا نے اس کی مرضی سے پہلے خدایا دیا۔“ اگرچہ ہمیں کئی طرحی تفویض کی گئی ہے۔ بڑھاپا نہیں۔ بڑے جواب دہ کی حق شناسی نہ ہونے کی وجہ سے یہی گمان ہے کہ خدا کی —

”وہ عبارت تھی — بالکل سادہ — ہم میں اور باہر کے ممبروں میں بڑی فرق ہے۔ داخلہ ایک مفاد پر ہے ہر سے گناہ کی برہان تھی، مگر سب کو ایک کو میں ہے، اعتقاد ہو کہ گناہ کی برہان ہے۔“ یہ فرق تاکہ انہوں نے فرقہ اپنے منہ سے دھکیلا تھا۔

میں نے سرفراز کو دیکھا کہ اس کے مشتاق پر میگھ ٹپاؤں چوری چوری برس رہے تھے۔ آتش فشاں کی آگ کے جھرم میں بیویوں، بہنوں، بیٹوں، شادی پر گھجے، اڑتے، اہانگات سر پر لگا کر، ایک جھیلے ڈائی میں سے مصروف کام تھیں۔ دونوں بچے جدا جدا پر تفریح میں رہ رہے تھے۔ جیسے جنس میں چڑا ہاتھ کی پہلوں پر آئینہ رہا ہو! ان کی انگلیوں کو حالت اللہ کی کوئی نوجوانوں کو پریشان نہ کر سکتا تھا۔ اور چڑھوں کو ہنسنے کی تندرستی رہے گی۔

پند غمناک کے بحرِ غم میرے قریب ہے گدھی " یہاں شخص ہے غمناک " میں نے پوچھا۔

”اے مشیر مقتدر! کوئی باتیں؟ خود نصیر علی معلوم ہو رہا ہے نا؟“ بنگم کلمے جواب دیا۔



”میں اس بات پر یقین ہوں کہ قبرستان کی بجائے مجھے موت کہا ہے؟“

”کیا نہیں اپنے اٹھ کر برائے ہو؟ مری بیماری: کھلی ہے تم، بالکل اسی کے برعکس چاہتی ہو۔ کیونکہ تم جو کہہ چاہتے ہیں صاف دل سے اسی کا بغیر شادی کر کے ہیں، البتہ جو نہیں چاہتے اسے شہتہ ادا کر کے، جتنے ہیں، اس کا کچھ اس فعل سے ہم باخبر نہیں ہوتے؟“

میرا دل غم ہی ہوا تھا کہ مسند کی گرج اور جی کی گرجا نے دفعتاً فضا میں ایک دھواں سا بپا کر دیا جسے میں نے تو نہیں مگر دلتی نے فرما کر ہی کر لیا اور خدا کو بولی: ”مشتی ہو رہی! مسند کا تمام اور مولانا کا نہ؟“

میں نے اسے بخیر دیکھ کر کہا: ”ہاں مشتی اور صوفی کئی ہیں، دلت! مگر کس حوض کا؟“

”کس حوض کا؟“ کیا مطلب؟ وہ داسی ہو کر بولی: ”خزائن کی پریشان رات ہے، دلتی! اپنی فطرتوں کی ہی پیہ پیہ انگشت کو دھو، دم اٹھاتے ہیں، میں نے بڑا کیا یا بچا کیا، فعل کی بات نہیں کی، جو کہہ لی کیا اب تو میری بات چیت ہو رہی ہے؟“

”میں میری صوفی کی اس نے نکتہ ہوں کہ اس سے انسان کی وقت بہت کم کر دیتا ہے، صبر سہی اور عقاید کھلی ہوئے ہیں جو شخص دلت کر کئی نصیحت باخبر کا متبادر ہے، اسے کس میں فکر، غور، مشق نہیں ہوتی، مگر تم نے اب تک چاہا عقیدہ اور ایمان پر اسے غائب کی تفسیر پر غور کر رکھا ہے کہ دنیا بدست کی اپنی انسانیت کا جوہر اور اس کی مراث ہے۔ میری شکستہ ہرود پر گردن تم کو نہ پائی گیا، زندگی کا مقصد ہے، میری کجی نہیں آتا، ہونہوں، انسان اس ہرود کی زندگی میں خوشدستی بنا ہے؟“

”شک کی کوئی ہو۔ اس بات کا جیسے ہی احساس ہے کہ آج سے پانچ سال پہلے، عظیم کم کی فعلی سرود میں جس شخص نے مجھے ایک پہنچتے ہوئے موزار سے نکال کر ایک نئی دوقی گھڑائی بے سہارا چھوڑ دیا وہ ہرگز قابل معافی نہیں، بلکہ سزا کا مستحق ہے، بہت دیر سے لیکن سزا کا؟“

خود کا نہ دھکا دھکی کا خورہ پھٹا ہی گیا، اور وہ شہتہ مذہب سے اچھے گی۔

”بہت بڑی اور سنگین سزا کا؟“ میں نے قہر سے نہیں غصہ، دل کے کسی خیرے گوشے میں اس کے خلاف تم و غفلت کی آگ بھڑک رہی ہے، البتہ بتاؤ میں نے غصہ کیا کہا تھا — اسی لئے تو مجھے قہری بات کا یقین کرنے میں تاخیر تھا، جب تم اس کی بات سے اپنی صورت کی دعائی مانگ رہی تھیں، اسی لئے تو میں نے تم کو کڑا تھا۔ اب تم فیروزہ کو سنگین سزا کا مستحق سمجھ رہی ہو، اس قسم کا اجتماع تینوں قہری جذباتی تاہی کا ثبوت ہے۔ فیروزہ پر قہر، غصہ، خیر غری نہیں ہے، یوں آگ کو بھند میں پھپھوٹا تو دو ایک دن بھڑک کر قہری کی کٹی اور قہری کا ثبات ہی کو کھنکھرتا کرے گی؟

”جیسے میں بر کر بولی، نہیں، نہیں، میں، اب میں دوسرے سے کہہ سکتی ہوں کہ کھڑ

”وہی سمجھو دل کی میں گویوں، وہی دھو دل کی میں شہتہ؟“

پانچ سال پہلے قہر کا جو خیر چھوڑ دیا تھا، وہ اب تک نہیں رہا ہے؟

میں جڑ بر کر بولی: ”تم پہلے سچا بر تر رہی، جس میں تھا کہ دیکھنے کی درست کھی قبول نہیں کی؟“ اسی لئے اپنے ہونے بہت پرندوں پر مگر دلت! اپنی قہر سے مجھے سلی اور خیر عملی چیزوں کے پرکھنے کا جتن ہے۔ میرے ہی ہونے نے مجھے سزا بخشی کی کہ ہے



کو قہر کے اس میں اور بغیر ان لوگوں مستحق کی تو تو اور چھپا دیں اس پر مجبور ہو گئے تھے۔ یہ شعراء بائیں نہیں، خاص تحقیق میں۔
خیر اس باتوں کو اٹھا دو۔ یہ زیادہ صاف کیا کہتا ہے؟
”مجھے اس سے نفرت ہے۔“

”صاف ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں جیروں ہو کر رہنے لگا۔“
”آج میرے اس سوال پر ہر ملک کی پڑی اور دیکھ کے ہر اندھیرے کی جگہ عرصے کا پانی۔“

”جو کیا ہوئی؟ میں سے نفرت؟ وہ بے تعلق سے کہنے لگا۔“
”نفرت ہے تو صاف بدل کیوں نہیں دیتیں؟“
”جو سرحد وہ ہوں۔“ صاف کا بدلہ کچھ آسان تھا، اس سے کہنی بھروسہ ہوئی تھی۔

”بہت ماہر صاف ہے؟“
”جی ہاں۔“

”نفرت صاف کی ہے؟“
”جی نہیں۔“

”تو میرا تو کس بات کا؟“
”اس سوچتی ہوں اسے بدل ہی دوں؟“

اس کے تذبذب کو جیروں ہو کر دیکھنے لگا۔ دیکھ لے کہ جے میں سے تو کوئی پھر سرگوشی ہی کہنے لگی۔ ”مجھے صوم ہے اس
نے ایک دن کہ سے کیا کہا تھا؟“

”کیا؟ میں نے بھی سرگوشی میں ہی کہا تھا۔“ علی فریاد آپ کو کہ آپ کے بیان کا کیا ہوگا؟ آپ صوم، وہ ہر وقت لٹے
تھا پھر؟“

”تو تم نے کیا کہا؟“

”مجھے کیا؟ جواب میں ایک تپش پیدا کر دیا۔ وہ نہایت ناخوش انداز میں سرری عورت دیکھ کر بولی۔

”ارستو تھیسٹر؟ جے اختیار دیر سے منہ سے نکلا۔ شاید اس کا خیال تھا کہ میں اس کی کوئی شاکی اور تھیسٹر میں کی کرین کے
ہاں ہاتھ دوں گی۔ مگر مجھے اس کی ہی ہے سائنس حرکت کا ہلکا سا اثر پڑا۔ مجھ پر نہیں نے کہا۔“ جب نہ ہاں میں صحت تھا تو
پہلیں اپنی اپنی توانائی اسٹائل کرنے کی کہ منہ سے ہر گئی تھی؟ کس جذبے کے خلاف تھیں اپنی سلامت جو وجہ کرنا پڑی؟“

اور اسی وقت دیر کے ماہر ڈاکٹر کے ٹھکانے پر رخصت ہو کر چلا گیا۔ اس نے جسے اندھے اپنے دونوں ہاتھ پھر پھرتے۔ ”آؤں اے
کیا پھر تھی؟“

”مرا اندھیر۔“ میں نے حیرت لگایا۔

”اب تک ضمیر ضمیر؟ میں نے صداقت سے کہا۔“

”دعا نہایت کا کہی ضمیر کا آواز پر آواز ہو کر ہر سچے مجھے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ مگر آج کے منہ کو پتہ آپ اور



اپنے ضمیر پر کھلا کر لایا تھا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا ناموس آج بھلا انسانانہ انفرادیت کی قربانی ہے۔ اسی لئے تو تباہی سے ضمیر نے تم سے مشورہ لئے مگر تم غصہ نہ کرنا۔

”تو وہ کہتی ہو گی؟“ تباہی دانے میں نہیں لگا پا رہے تھے غصہ؟

”تم نے کبھی سمجھا، بزم اس وقت اپنے دو دو پاؤں اپنے کمرے میں مقید کو استعمال کرتا ہے جب اسے کچلے جانے کا اندیشہ پتا ہے۔ تم کو تو پکارتے جانتے کا نہیں تھا۔ تباہی باقی صاف تھا، نہ کہ کس مسئلے میں تم نے اسے غصہ نہ کیا؟“ حیرت اس غصہ کے بعد؟

”اس اہم گفتگو کے وہی ایک نکتہ تھا کہ تم نے تباہی کو تیار کر دیا۔“

”ہنسی نکتہ؟“ غصہ نہیں پا رہے۔ سمجھنے کے لئے مراد چاہئے۔ تو پھر اس غصہ کے بعد؟

”اس کی وجہ تو تم دیکھ رہی تھی؟“ غصہ کے جواب میں اس نے لمحے ایک دودھ غصہ پر دھونک دیا۔

”اس کے جواب میں کہہ دیا ہے وہی؟“ کتنے ہی آدمی اس طرح ہوتے ہیں کہ انہوں میں جیسا ملتا جیسا ہے — پھر؟

”مجھے اس سے اور بھی نفرت ہو گئی؟“

”اور بھی نفرت؟“ کتنی؟ — ”میں بے میں ہو کر رہ چکے گی۔“

”وہ سے صبر ہو کر رہی۔“ وہ غصہ نے ہے؟“ میرے اس نفرت یا محبت اپنے کا کوئی پیمانہ لکھتا ہے؟

”اس کے لئے وہ شعلہ نہیں ہوتی رشتہ؟“ وہ دوسری چیزیں سمجھنے سے پہلے ہی جانے میں لگے۔ تم جانتی ہو۔ اس فرسٹ جنس کو قتل کا کوئی پیمانہ ہوتا ہے وہ قاتل ۲۰۰ ایک اکل ان کے لئے نفرت وقت کے میرا دین قانون نام لکھا کہ یہاں سے نہیں رہا۔ — ”بہت کچھ نہیں کہ تم کوئی۔“

”کمرے پر حکومت جاری ہو گی۔ میں اس قانون کے آگے غیب چاہ رہی تھی کہ اسے نہیں کرتی رہی اور شدہ ہو کر رہی۔ زلفی نہایت جلدی اور دھڑلے کے ساتھ اپنی نفرت کا اظہار کرتی رہی۔“ یہی چاہتا ہے کہ گھر کے ٹکڑوں اس پر دھڑلے ڈاکٹر کا مسکن ہے اور جیتا ہے اس کے برعکس تم کی تاب نہ لاسکتی گی؟

”بہت زیادہ بد شکل ہے؟“ میں سنا بہت سے پرچہ۔ اور اصرار کو تنگی میں پھانسنے کے لئے اڑی میں کو لگنے لگی۔

”وہ دے لے غیب؟“ میری پھر رہی۔ ”مجھے کیا معلوم؟“ میں نے کہیں اسے اپنی قوج سے دیکھا ہی نہیں۔ گزشتہ دنوں ایک دوسرے کی تھی۔ وہ کہتی تھی پیدائش میں اپنی شکل و صورت کی وجہ سے بہت مقبول ہو رہا ہے۔ ہوں۔ میری بات ہے؟“

”وہ بڑے ایک شے شے سے تم دیکھو؟“ اچھا کرتی رہی اور میں خاموشی سے سنتی رہی۔ غصہ کی آواز میں کاشہ جلتی رہی جاتا تھا۔ یہی ملک کہ اس نے کیا؟“ فیروز شرابی اور کینٹنر ہے مگر میں پتا ہی نہیں کہ وہ دھند ہے؟

”وہ دھند کہ انام اس کے غصوں پر غصہ لگا رہا تھا۔“

”میں اس سے پیچھے میں ہوں۔“ تم بد بد پرورد کے مشق یہ کہوں کہتی رہتی ہو کہ اسے دھند رہا چاہئے؟“ کیا مجھے تباہی اس کا دکھتا ہے؟

”کچھ نہیں پتہ؟“ کتنی؟“ تم خود اپنے آپ کو غصہ نہ پانا پتہ ہو کہ تم اس کی نہ کی؟“ غصہ ہو؟

”کو ہر کے لئے کہہ دیتی تھی۔ پھر پچھنے سے یہی زیادہ دھند دھند کے ساتھ چلتی رہی۔“

”انہی نے تیرے غصوں سے سری حرکت دیکھا۔“ تم بعض وقت خارج ماضی باتیں کرنے لگ جاتی ہو دیتی؟“ یہ تباہی اس حال



یہ بڑی ہدایت اور نیرازی سے گریبان کھٹے گی۔ مگر قبض کے گئے کے ساتھ اس کی دو انگلیں کھٹے کھٹے رہ گئیں۔ اگرچہ بڑی
جوت زنجی ہو گئیں؟
خزاں کی آندھی اب ہم گئی تھی!۱۵
استغفار نمبر ۱۹۵۵ء



ہم اکثر خواب کے کینوس پہ اک منظر بناتے ہیں
پھر اُس منظر کے اک کونے میں اپنا گھر بناتے ہیں

بنالیتے ہیں گھر کے گرد ہم سیٹے کی دیوار سے
پھر اپنی خاک، خوں میں مگوندہ کر پتھر بناتے ہیں

مس۔ بیگلر رضا

دشمن کنیٹی

۱۶۷



کاتے کاتے اہل طرف چماتے تھے۔ لیکن پھر ہر چہرہ پر قہر، مادی دنیا کی برکتیں۔ بیوں تک پانچویں ہوا تھا۔ چہرہ پر مڑا تھا پانچویں کاتے کاتے ساتھ کشتی پر بیٹھا اس سے پار کھڑا تھا۔ یہ فرقہ دار انسانیت کی باتیں ہوتی تھیں۔ دو طرف کشتی چاہے تھے ایک حشر اور دوسرا اس کا بیٹا۔ حشر وہی چہرہ تھا کہ۔ ڈانٹا۔

”جب وہ بیٹا کا تھا شب سے یہ کام کر، ابوں اب بڑھا ہو گیا ہوں تمام عرصہ اسے انھیں میں گزرتا۔ لیکن کس نے کچا کھاتے کہ خدا جب دیتے پر اس کے تو بھی میرا کر دیتا ہے۔“

”اب تو قدر قدر ہو گئے؟“ ایک مسافر نے کہا

”اے سب! قدر قدر ہو گئے۔“ سوتاجی سمجھتے ہوئے بولا۔

”جیسا کہ وہ بیٹوں میں لگایا ہے۔ مادی عرصہ اس کا مزہ خیر کچا نہیں۔“

”دو پہلے کی جگہ میں رہتے ہوئے؟“

”ایک سو پہلے سے کیا جاتا ہے۔“ سوتاجی نے پچھلے کوسے کوسے کشتی کچھتے ہوئے کہا،

”کس کو کس روز تو میں نے ایک ایک پیڑے میں لٹا لگایا ہے جو کچھ ساری ساری کچھ نہیں دیتا تھا۔“

”پھر قہر کیا کرتے؟“ ایک اور نے مسکراتے کہا۔

”پہنیں؟“ وہ نے قہر سے کہہ دیا۔ ”مادی عرصہ میں پر پڑے ہوئے مادی کے قہر سے پڑتے کہا۔ میں نے کس کو نہیں دیا۔ جب موت

ماتے نظر آتی تو ہر ایک کی بھی کوشش ہوتی کہ وہی سب سے پہلے مادی سے پڑے کہتا ہے اور۔۔۔۔۔“

”اور؟“ پچھنے نے بات کاٹ کر کہا۔ ”تم جو کہہ سنا دے اور اچھے۔“

”کوئی ذمہ داری نہیں، مگر خوش سے دیتے تھے، سوتاجی نے جواب دیا۔

”سودو یہ دیکھ نہیں تو کیا ہے؟“ عبد اللہ نے کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے نہیں سوتاجی کا کہہ رہی؟“

”چھوڑو! بڑے سے سوتاجی نے جواب دیا۔ ”مگر سب کو ہے لیکن جب لگے ہر سوتاجی کوئی پتا نہ چلا آئے تو نہ پتا نہ چلا لہذا

کہہ دیا ہے وقف اساتذہ میں جو کچھ ہر روز ہوتی ہے کچھ نہ ہوگا۔“

”کچھوں نے دیکھا کہ تو بہت کچھ؟“ ایک اور نے کہا

”دیکھا کہ موت پر چڑھتے؟“ سوتاجی نے۔ ”میں نے تمام میں سوتاجی اور انھیں سے کچھ کچھٹ چماتے اور جمع ہوتے



ہدیت۔ پادھانے جان سیکڑاں اور چارے جانے کو عرف ایک شتہ۔ ایسے میں اگر کھنڈی کوئی بھڑا جائے تو سب کو موت نہ ۔۔
 لگنے۔ ایک بچہ دوسرے کا قتل کے واسطے اگتا ہوا ایسا ہوا کہ کڑا لگوانے دیا میں چھانگ لگا دی سر دھول سے زیادہ خون میں
 طرح جان دیتی تھیں۔ کچھ پرانے عقائد پر جو کثرت جانتے اور دوسروں کو پراثر جانے کا سو قائل تھے۔ ہم بھی وہی پر کھین کر
 پادھانے کو دیکھ کر کہتے تھے۔ کھنڈی کے سخت تو ہیں لیکن نہیں مٹتے۔

”تو اس دوست سمیت کر گیا ہمارا بیٹ نہیں بھول“ پچھلے کہا۔

”سب لڑتے ہو گئے ہو اہم کرو۔“

ایک اور لکھا

”اہم تو اسے نصب ہو رہے ہیں کہ کھنڈی کا جو جو غریب مقابلے اس کا آہ تو فریاد بھی بھی نہیں بھولتی؟“

کشتی متحرک رہنے لگی تو دونوں متحاج ہوئے،

”یو رہا یو۔۔۔ اللہ ہی اللہ۔“

سب نے لی کہ اللہ ہی اللہ کا تھو لگایا اور متحاج پر سے زور لگا کر کشتی متحرک رہنے سے نکال لے گئے۔

پچھلے پر یہ لکھا۔

”حقرا کھنڈی کے بچے میں کتنے کتنے آلا ہوتے تھے۔“

”دودھ دودھ چار سو ایندو میں بھی پڑتی، اڑھتیں بھی جوتی، بھار کر چن یا قلم سے تو کوئی ڈھائی ہی ڈھیر۔۔۔ مستو نے
 جواب دیا اور مسئلوں کے پاس لے کر ایک ڈھکائی نام لکھ کر کے پاس قلم یا جھل ہوا جو ایسی ہی۔۔۔ حام طو پر سب بچے بہت
 لکھا ایک بات ہے جس پر ان کی زبان بھی سبز تھی کہ متاد پر کثرت جانتے اور لیکن ڈھکائی کے نعرے سے تو کھنڈی میں
 جا کر پڑ جائے اور ایک ہی جگہ میں سب سے زیادہ کثرت کے پاس سے کچھ متحاج بھی جیتے، خدا کا شرم اس وقت سے بھگوان
 نہایت دیکھ کر کشتی نکلتی۔ ہم سے عرض اٹھا اٹھ رہے تھے اٹھ جائے ہیں اور کیا بھائی ایک بار بھی پٹ کر دیکھیں؟“

”پچھلے پڑنا تھے کیا؟“

”پہلے پڑتے تھے۔ پھر پڑنا تھے ہی رہتے تھے۔“

”اور اپنی مسئلوں سے جانتے تھے؟“

”مے سے جانتے تھے اور مے بھی تھے۔“ مستو نے جواب دیا۔ ”جب فروغ فروغ میں دھار دھار فروغ ہوتا تھا کہ کھنڈی

کا ایک خاطر یہ تھا، رات میں خدمت کا سبب آپ جانتے۔ آپ سے چھان پانی پڑتا۔۔۔ جب جب کشتی چھوڑتے تو مے سے کہ مے
 پر گھٹاتے کہ میں دوسری جگہ سے لکھتا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ کھنڈی کا ایک جتنا آگیا۔ کچھ سنگ جھڑ جھڑ کھنڈی کو آتے دیکھ
 کر بہت سے غریب لگتے تھے وہیں کھنڈی ہوا کہ کشتی بہت سے غریب سے۔۔۔ ہاتھ لگا جھڑیوں اور سرکشیوں کا طرف جھڑتے۔

اس واقعہ میں ایک اور صورت، اس کے پاس نہ تھی کہ کھنڈی اور اس کا بیڑی کھنڈی میں چھب گئے۔ سرکشیوں میں بھی
 پانی پڑا تھا۔ کھنڈی کے پاس کھنڈی لگا ہوا کہ کھنڈی لگے۔ کھنڈی کے کھنڈی نے خوش دھو اور سرکشیوں سے باہر نکال آیا
 جو کھنڈی نے آگاہے دھنڈا۔ اس طرح اس نے بہت سے کھنڈی۔۔۔ ہاتھ ایک لگا لگا مارا کہ گرتے ہیں اگر گھبراہٹ میں دوسرے



ہو گیا۔ شوہر کے گرتے ہیں اس کی بیوی جو چٹائی پر لیٹی تھی باہر نکلائی اور شوہر کی بندوبست کر لی اور شوہر کے گرنے کی اطلاع پر چکر
میں آکر بیٹھ گئی۔ دوست کا یہاں سے کہہ کر اس کو اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
سب نے اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
دیکھ رہے تھے۔ یہاں سے دیکھتے دیکھتے اس کو گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
کی کمری کی اور اس کی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔

”دوست کو گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔“

”جب لوگوں نے اسے گشتی میں صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی“ دوست نے جواب دیا۔

گشتی کے لئے چلا گیا اور سب ساتھ ساتھ گئے۔



گشتی پر چلے گئے اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
گشتی پر چلے گئے اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
گشتی پر چلے گئے اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
گشتی پر چلے گئے اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
گشتی پر چلے گئے اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔

”گوں چلا ۲۰۰ ہے“

”گوں چلا ۲۰۰ ہے“ اس نے پھر جواب دیا اور آواز سے کہا۔

”اسے کوں ہے یہاں؟“

”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔

”اسے کوں ہے یہاں؟“

”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔
”یہی پھر میری کہہ رہا ہے۔“ اس نے ایک بار کہا اور صدمہ کرایا تو اس وقت تو زندہ ہی تھی۔ اس کے گرنے کی اطلاع دی گئی۔

اس شخص کی حق پر جس کے اندر سیکڑوں نے گاہ مسلانہ بنا، اندھا دک ہوئے تھے۔ جس کے بچنے نے مسلمانوں کے کھانڈوں کوٹ
مگر جو صاف تھے اور ہر طرف ایک یکساںیت نہ پا کر کھینچے تھے۔

لیکن ان قرارداد سے پہلے اسے بکرم سنگھ نے دو ایک بار عداوت کے سلسلے میں چھوٹی عداوتوں کی کہ مدد کی تھی اور انی کوئی
بیٹے اندر کی گناہی پر جس سے مدد کیا تھا۔ عداوتوں خود تو کسوں ویرے خدائی میں خدائی زبور کا لکھ، اس نے سورے کا ایک ہی خدائی
زبور دیکھ کر خود کو خدائی طور پر سمجھا تھا، گوانا بکرم سنگھ مسلمانوں کو صرف دشمن ہی نہیں بلکہ ان کے خون کا پیاسا ہر دشت۔ لیکن چھوٹی
عداوتوں میں اس کا اسلحہ مسلمانوں کے خدائی سے اس کے دشمنوں کے سامنے سے سیکڑوں میں لے کر اس کو قتل و ہلاکت۔

دوسرے روز عداوتوں نے لکھنؤ سے آہل ملکوں میں اسلحہ کو سرور کرنا سکھانے پانچ مدت آدمیوں کے ساتھ کوٹ پر گیا
اور ان کی کشتی میں سکھ کر اپنے آدھیں سمیت پل آ کر گیا۔ دیر سے کہنے دو میل کے پل پر چندوستان اور پاکستان کی سرحد
شروع ہو جاتی تھی۔ سرحد کے مسلمانوں کی آبادی تو بے گناہ تھی، صرف کیت تھے اور بکرم سنگھ کا گناہی بارہ ہندو میل سے کم
نہ تھا۔ اب سواری ہے، فکر نہ کرنا کہ اس کے گھر کیسے پہنچا جائے، کیا ریلوے کے علاقے میں جانے سے ڈرتے تھے، ہر کیف
عداوتوں نے ڈول اٹھوائے اور اپنے آدمیوں کے ساتھ اس جگہ آ گیا۔ جیسے دو فوجیوں کے سرحد میں تھے، اس کے گھر کیل
میں کہ سکھ اپنے گھر میں چلا ہے، یہ ایک عداوتوں کر جانتے تھے ان سے معلوم ہوا کہ بکرم سنگھ بھی ان کی آدمیوں کے ساتھ
کشتی پر آیا ہوا تھا۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ چھوٹی عداوتوں سرحد بکرم سنگھ کی بیٹی کو لے کر اپنے گناہی میں سے ایک گناہی
پر سوار ہوا کہ بکرم سنگھ کو قتل کرنے چاہیے، کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ایک طرف سے کچھ سوار نظر آئے، یہ دھڑکی کر کہتے
تھے بکرم سنگھ ملکی ٹھوٹے پر سوار آگے آگے تھا اور چوری طرح بچتا تھا، جب وہ گناہی کیا تو اندر کوڑے سے لگی۔
بکرم سنگھ بھی کوڑے کر گھوڑے سے اترتا اور بیٹی کی طرف آیا۔ اندر کوڑے بھاگ کر باپ کے سینے سے جا لگی اور مدت سے اسے
سب نصرت ہو گیا، عداوتوں کو قتل کے پاس کھڑا تھا اور کہا کہ غرض تو لگے ہیں اسے اس دشمنی اسلام کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بکرم سنگھ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا عداوتوں کے پاس آیا اور لاٹھ مارنے کو ہاتھ بڑھایا، لیکن عداوتوں کا
طرح واضح رہا۔ نہایت سے بکرم سنگھ کا سر خود بخود جھک گیا، اندر کوڑے دھڑکنے کے پاس آ کر کھڑکی ہو گئی۔
عداوتوں نے کہا:

”بیٹا! تمہیں ڈر نہ جاتا ہے، آؤ ڈول میں سوار ہو جاؤ؟“

اندر کوڑے بھاگ کر اس کے پاؤں چھٹے لگی تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور محبت سے ڈول میں سوار کر لیا اور بکرم سنگھ کی
طرف دیکھ کر کہا:

”میرے بکرم سنگھ! اندھا دک شکر ہے کہ میں تمہارے احسان سے سیکڑوں میں جا، اب اللہ غریب کیا ڈول میں دم کرتا؟“

بکرم سنگھ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، شرعاً شرعاً آنکھیں میں آنسو چمک رہے تھے، اس نے ہاتھ جوڑ کر عداوتوں
کو سلام کیا، عداوتوں نے بھی دایاں ہاتھ دے کر سلام کیا، وہاں کہا روئے ڈول لے کر اٹھا، اور دو فوجی اپنی اپنی راہ پر
گئے، جب کہا روایں آگے تو ان سے معلوم ہوا کہ بکرم سنگھ نے انہیں پیسے کیسے دیے وہ آپ اور ایک ایک گیند کا انعام دیا تھا۔



چالیس سالہ عداوت



مریاں

عبدالغنی چشتی

مریاں کی یہ آندھ دھواں کی حد تک جا پہنچی تھی کہ وہ شہر رہائے اور شہر کی دھڑکیاں اڑا دیکھ آئے۔ جہاں کہہ سکتا نہیں تھے وہ اب ایک رحمان ساحلی کرنے لگی تھی شہر اسے ہیئت کا سا لہجہ لہا، لائن اور کھیتوں سے کہیں درخت نظر آ رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا، خدا جیسا ہی اسے شہر رہائے گا وہ شہر غریب پڑا پیسے کی جواسے بھلائی کی شاہی پر ملا تھا۔ ترواں نے جب رہنا کر وہ گاؤں دھوئیں کے براہ کی شہر رہائے والی ہے۔ تو اس نے ایک ایک کے چنبد، کاجا نہرہ یا اور نیم دھانا نکھڑا سے گاؤں کے چوٹی پر ہی نکھڑا لہجہ چوٹی پر کئی جگہ لگا کر اچھا رہا۔ شہر اتنا بڑا تھا کہ وہ بدلائی ذکر کر لے اور اس نے اپنی گلی میں نکھڑے ٹیٹا پسر یا قد بلند ایک پیسے ہونے سے بہت رکھتے۔ یہی کی دوستی کو کاشٹے والی بگڑیٹاں کو دھندلے سے آتی ہوئی تھیں اور مرچیں ہی سرکے تھے اسے گھونٹ کو ٹوٹا، جب تھے۔ زمین اور سماں کی اس حیران ایک دوسرے سے ہونے نظر آ رہے تھے، جیسے وہ دنیا اس کا ستر کہ یہ دنیا کوئی نئی شئی کہتی ہے اور اس کے دھوئیں کا خاصہ پڑا سوار ہونے کے باوجود ان کی پناہ نہیں کر رہا جو۔

مرچ سب کے دیکھ، یہی تھی گاؤں کی سادہ دل ڈانکی کہ جب کی راست ذلی نورہ غیر سوچے گئے مکان کے اندر چلی گئی۔ جہاں وہ بے سوچے گئے پیر پر رہی تھی اور سوچا رہی تھی کہ شہر دیکھنے کی جیسے وہ آج تک دیکھ چکی تھی۔ اس نے بڑے ہڈا سے وہ سوچا ہوا بھی اپنی ماں سے، انکا جو اس نے اپنے اس منور کے لئے منتخب کر رکھا تھا۔ اس نے سوچا تک کہ اندر ایک گودا نئی جو قریبی ہونے کے باوجود اسے گھنڈا رہا تھی۔ اس کے لگنے اور موسم ہونے اسے خشک خشک محسوس ہونے لگے اور اس پر ذراں پیر کی جودل میں آگے سے دھرتی — — شہر رہائے گی۔ — — شہر دیکھ گی۔

مرچ کی سب کے بے چینی محسوس کی کہ وہ چھتے سے چھوٹی اور اس کے سدا سے پہر ان کھڑکیوں پر آئی۔ وہ بگڑیٹاں لگنے لگی۔ یہی بہت محنت تھی تھا اور اس نے ان پر سے اگر کہ شہر کو جانے والی کھڑکیوں میں پٹ کر چننا تھا۔ وہ بہت خشک کھڑکیوں میں سرچ رہی۔ ان بگڑیٹوں سے اگر کہ ان کے خاطر پر ایک حد ہے اور اس حد کے پر شہر ہے۔

گاؤں کے سدا کے چوٹی دھوئیں لگی تھا، جب ترچوں نے ٹکڑوں چھتہ شروع کیا۔ اس کی ہم قد ہوئی تھی اور وہی حالتوں میں کا خفا تھا تو پڑا کر گئے۔ جسے اس کا انداز ہی تھا شہر میں جاتی تھی اور اس کا کوئی پناہ یا گیا اور ہم فکر کہ ہم کی گئی تھی۔ دانی تار کو ترچوں سے کہ لگاؤ ماہیہا ہو گیا تھا۔ جب کہیں وہ اپنے شہر رہائے کا شوق ظہر کر گئی تو وہ اسے گود میں لے کر کہہ دیتی تو شہر کیا ہائے گی۔ میں تجھے اپنے ساتھ لے گا کہے ہائوں کی کہی خدا کا گھر ہے، انکو رسول کی شئی ہے اور شہر اور شہر میری گئی، اس کے ساتھ لے گیا کہ میری جی گاؤں کا کوئی قریب نہ ہوگا جس نے مانا تھا جسے کلام پاک کو دیکھ نہ لیا جو۔ اور یہی ایک سبب تھا کہ دانی کا پیر پیر



وہ جگہ جہاں سے پختہ شہر کی شہر کو مڑ جاتی تھیں، درختوں کے سایوں سے آگے ہوتی تھی۔ مریاں کو مری درختوں کے چھٹے ان کے گہرے
ساتھ، اسی اند کو مڑ گئی، یہی جہاں سے گزرا کہ اسے شہر کو چھٹا تھا، گاؤں، دلوں کو ان درختوں اور ان کے گھنے گھنے سایوں پر چڑھا
تھا، وہ غرور کہتے تھے، ایسے بلند دست اور گھنی گھنی چھٹی واسے دھنست کی دوسرے گھنی گھنی چھٹی ہیں ہیں۔ مریاں کو بھی اسی کی یاد تھی
اور مریاں کی یاد دست اسی تھا۔ وہ پہنچتی تھی۔ کی جب وہ شہر مڑے گی تو ان درختوں کی نگاہیں اسی کو پھر بھاگ کر گئی، کیونکہ انہیں
بھی اپنی مریاں کی یادوں کا پتہ ہے۔

مریاں کا کردار کئی ہی کیفیت کیوں نہ ہو۔ پھر بھی ہر گاؤں میں ایک مریاں ہوتی ہی ہے۔ مریاں کے گاؤں سے دور ایک دوسرے
گاؤں میں کچھ توڑ شاہ کا مزار تھا جس کا مگر کسی پیر سال ٹیڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا۔ انہی منشیوں اور مریاں میں مانی جاتی تھیں کہ مریاں
نے ہی اپنی منت کو کچھ توڑ شاہ کے سر ڈال دیا تھا اور وہ بھگتی تھی جب بھی گاؤں کا پانا بھرتا ہے۔ کچھ توڑ شاہ کے مزار سے اسی کا کائنات
جو کم کو ابھرنا ہے۔ وہ آج دست مزار کے شش بہت سوچتی رہی یہیں تک اپنے نیا ہونی نہ سوتی کہ اس سے نہ جانتا اور سوچتی بھی
دلکا دے گا اور ایک دھنست کے ذریعہ شہر سے ابھرنا ہے، شہر والوں کو سرب کرب ہے۔ وہ صبح کھلی تو نیم کے پڑ پڑ فاختہ اپنی منت
است کہ وہ اپنی لڑا کر مریاں تھی اور وہ بھگتی تھی کہ لڑے ہے۔ وہ فاختہ میں شہر سے آئے ہیں اور وہ اپنی کہ ہیں کو کچھ بھگتی تھی
اگر شہر کو چھٹے دیکھ یا ہوتا۔ ایک وہ وہ اپنی ہم عمر ڈاکوؤں کے ساتھ ہوش پکڑتی تھی۔ حوٹوں کا ایک ٹیڈ توڑ شاہ سے ہوا ہوش پر سے گزرا۔
فواں کے سات سے پال کی سیخ مڑی اور دوسری سیخ گھسی اور پانک ایک حوٹا دست کے تھے سے ٹکرا کر اپنی ۱۲ ہوش پر میں گزرا
کر گیا تھا۔ اسے یاد تھا اسی واقعے نے اس کا دل تکی کر دیا تھا۔ پچھلے سال کچھ توڑ شاہ کے مزار پر جب میلہ لگا تو وہ اپنی منت ملنے
گئی تھی اور وہ وہاں کچھ اس کے ہاتھوں سے لگا تھا اور وہ وہاں تک نہ پہنچ سکا تھا۔ جسے کئی واقعات قسمت ٹھکوں میں اس کے
ساتھ آئے تھے اور مل جاتے تھے۔ گندہ جیسے نہ ہوتی اور اپنی مستعدی کا اظہار کرتی رہی۔ گھر کے چھٹی مریاں کو بھی گزرتے ہوتے داشت
کو مڑتی رہی کہ اس کی گھر میں اس کے پاس اچھی اور سے ہاتھوں میں بھیج کر بھیج داتی رہی کہ وہ اس کی سب مل کر شہر جاتا۔ یہی ہی غم
کے گھنے دست سے فاختہ کی کاؤ نہ ہو آئی۔ یہی اس کا دل بیرون نہیں رہا تھا۔ سبھی مسخوم تھیں اور ایک دوسرے کا دست تک
یہی تھیں۔

صبح سویرے مریاں اٹھی اور اسی نے جیسے جانتے وہ سر ہٹا ہوا دیکھا جو اس نے آج کے لئے منجھال کر رکھا تھا۔ اس کی منجھال
سری پڑتی یہ آٹھیں سارے سے سر ہٹا ہوا ہے۔ رنگیں یہ اگر مریاں تھیں۔ نامی اس کی سب کہ وہ شہر جانے والی ڈاکوؤں اور
حوٹوں کے ہتھوں کی گھڑی کو مڑتی تھی اور ہر سویرے کا ہاتھ لے رہی تھی کیا یہ حقیقت تھی کہ وہ آج شہر جاتا رہی ہے۔
گاؤں کی سارے رات فلک کے سم پر فاختہ رنگ کا ہوا رہا ہی بھلا مسخوم دے رہا تھا۔ جو گھٹ تھا اسے مہلک فانی خیال کی
اور کو شش کی کہ اس کی ہر آواز پھری رہی۔

شہر کی جوت ختم آٹھ کے وقت اس نے اپنی کھ کے مطابق وہ سب کچھ کیا جو کرنا چاہیے تھا۔ مریاں اور شہر جانے والا خاندان
کاٹلی پھرتی کر کھیتوں کی حدود سے باہر نکل آیا تھا۔ غیر شعوری طور پر مریاں نے پٹ کر گاؤں کو دھکا دیا۔ مگر وہ غصوں سے اچھل پھلکا
تھا۔ جس کی چھٹی چھٹی میں دل جوتا اسے بہت جلد مسخوم دے رہا تھا۔ ہر کوئی بہت سے کہتا اپنی مریاں کو دھکے دیا نہ
دلانی دے رہی ہے۔ مگر اسے اپنی کوئی اہمیت تھی۔ یہاں تھی۔ سوائے اسی آواز کے جس کی وہ اپنی پھرتی کی نسبت غور رہی



ہوں وہ کہ میں نہ تھا کہ وہ کہہ سکتی، شہر نے اسے اپنے فرائض میں سے بڑا حصہ اس کے ضلعی وہ برسوں سے سرحدوں کی آہری غمی اور کجی کئی
کڑاؤں میں کٹ گیا تھا۔

ایک گنا سے غریب شہر کہہ کر چکا اور اس کا شہر تو بڑے دوری سے کھینچا اور بھاگ نکلا، مگر اپنی اپنی جگہ کے انھوں نے۔
ماری دیکھا کہ وہ ایک زبان ہو کر ہوئی۔ یہ نہ تو وہ اس طرف سے ہم پر بھڑکا کہتے ہیں، اس کے صوفیوں نے دیکھا کہ وہ بڑا ہے۔ ایک نے
شہر سے یاد سے مریاں کو ساتھ لے لیا اور کہا ابھی شاہی مسجد کو گئے ہیں، یہاں اس کے دیکھنے بغیر دوسری کیا ہے شہر
بے وہ جری مختلف جگہ ہے۔ مریاں کو اپنی گئی یاد آئی، اسے دیکھا تو کیا جیسے وہ اب بند اس کی راہ دیکھ رہی ہے۔

مریوں کو دیکھ کر اس دور سے مکان کی دیوار پر ہو گئی کی ضرورت ہی ہے اور وہ دوسری طرف پہنچ گئی اور جہاں۔ ایک بڑی صورت
نگاہ کی اس نے کہا میں کئی گاؤں کی ہی، بننے والا تھی۔ مجھے کہنے میں شہر دیکھنے کا راضی تھا کہ ان دنوں جب میں بیابانی آئی یہ شہر کیا
شہر تھا۔ وہ لوگ تھے اور وہ لوگ تھے۔ یہ کہہ کر بڑی نے اپنا سر بھڑایا ہوا ہاتھ مریوں کے سر پر رکھ دیا۔ دیکھو وہ گھڑی یہ خود
بنا دیتی ہے۔ شہر کے سب سے کادہ پر ہی رہتے ہیں۔ اس کی کوا گاؤں میں جاتے دے جاتے پر پر شہر کی اپنی مثال خود ہے۔

بڑی سمجھنے کہا کہ وہ کچھ سفید و ستے پاکیزہ گنبد، وہ چار بلند چار دیواریں ہیں، وہ بڑی مسجد ہے کہ گاؤں میں نہ ہو گی اور
سب سے گاؤں میں ہی تھی۔ عید کے دن اس کی شاخیں دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ ہوشیار وقت مسجد میں خود نماز پڑھنے کی راہ، ہوشیوں کے
تقدیم بھرتے ہاتھوں سے مریوں کا دل پھر اٹھرا۔ شہر کا ہاتھ جو اس نے بنا رکھا تھا اس کی انھوں میں ایک ہر چہرہ ایک تھا، جو اس
کی کہانوں کا مرکز تھا۔ شہر کی گنبد اور میدانوں کے پیچھے ہے۔ بڑی انھیں کچھ ہوا، یہی نہیں اور مریوں کی گنبدوں میں ایک ستمنا
کی چمک تھی۔

مریوں اور اس کے ساتھ والیاں بازار کے چوں پر چلنے لگیں۔ گھڑاں لے اپنے وقت پر صبرا بلند کی اور وہ شہر شروع دیکھنے
لگیں۔ میں اس وقت یہ گاؤں والیاں بتدی ہوئی ہیں، بڑے ترے سے شہر میں بیٹھی ہوئی دیکھ رہی تھیں۔ مریوں رنگ رنگ پڑاؤں
دیکھ کر دیکھ گئی تھی کہ کسی راہ گزری کی پیش میں آگئی اور وہاں سے ہوا ہو گئی۔ وہ مسجد کی طرف ہوتی ہیں۔ مریوں گاؤں کا شہر، مسجد وقت کی
گیا۔ میں یہاں میں میں دریاں، مریوں دیکھیں، ان کا یہ کشتی تو اس کے پیچھے ہر وقت رنگ بکھر جاتے ہو گاؤں، وہوں کے پیچھے
پر کئی ہا ہر مریوں ہوتے۔

مریوں اور اس کی ساتھ والیاں ایک دوکان کے سامنے اتر کر بیٹھیں جو کہ ایک چھوٹی قد کاہم آٹھ رنگا جو تھا۔ سب نے
مشرقی میں اپنے آپ کو دیکھا کہ شہر میں کئی مختلف نوازا رہی تھیں۔ ایسے ہی جیسے کسی نے جانے جانے نہیں روک دیا ہو۔
مریوں نے جب اپنے آپ کو سر سے ہاتھ تک دیکھا تو وہ مستند ہو گئی اور گہری سوجھ میں غور ہو گئی، سر پہ بڑا، ہاتھ کا ٹھوڑا
گود سے لٹا ہوا چھوڑا۔ انھیں ٹھنڈی ٹھنڈی، وہ دیکھتے رہی وہ کیا دیکھنے آئی تھی، پھر ان میں چھوٹے چھوٹے جھلکے تو گئے مگر
وہ غصہ نہ دین سکے۔

وہ پیٹھے پیٹھے دیکھے دیکھے نصرت جو اس کی خود فریبی سے حقیقت ذہن تک تھے اب دیکھے دیکھے مکان دیکھنے گئے
تھے اور وہ معلوم تو کیا ہیں ہر وہ دیکھ گئی تھی۔ ہاتھوں کی انھوں سے گزری، پھر ان کی کیفیت کسی سے نہ کہہ سکتی۔
"میں شہر کی دیہاتی صورت نے مریوں کا دل پہاڑ سے بڑے، اسے وہ صورت دیکھنے کی کوشش کی جو تھپتھپ کی ایک ہا رہی ہیں



[illegible]

حسرت نے اور گیت نے
سینے دل سے نکلنے میں کیوں اتنی جلدی کی
عاشقی نے اور موسمِ بہار کے ایک سافرنے
گھر سے نکلنے میں کیوں اتنی جلدی کی

اعزاليه

المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

کے گرد و طہر مل جوتے ہمارے تھے، ان کی کانوں سے تیروان کی جہ بادشہ ہولی بھنگائی اس کے منہ میں آ گئے۔

اور بھنگائی سپاہیوں میں اُٹھ کر تھا، اوپر چلے، مگر اس ناک بھنگائی، تلوں والے افغان، سرخ و سپید و ہندو عروج و مہیا تمام دیکھنا تو ہمیں دیکھا، سونے پر توں، لٹکھڑکھڑاتے ہوں، اسے کران، اس کی بیست تو کیب ہی میں، ایک عروج کا اختتام، جس کو کھینچ کر کے کھڑکھڑاتے ایک عروج کے نہر خند میں اپنے دانت بھینچ گئے، جاگو برلاس سے کہ کہا، اور ایک طرف لطف دھڑکے کی شکل میں اس کے سپاہی پیچھے پٹھے اور غلاموں اور افغانوں کے جہ میں ایک پہلے عامل کر دی، اور اسے سلطان حسین کے ماتھیوں کے تیروان کا ایک میٹھ سا کیا، اور جست خوں میں بھنگڑ پڑ گئی۔

اور اب کھڑکھڑاتے کھینچ کیا کہ افسانے اس کی حیثیت میں ایک عروج کی تلخی پیدا ہو رہی ہے، عروج میں شہر پہل اور آخری بار اس نے قلاب دگر نے کا فیصلہ کیا، اس نے اپنی سپاہ کو قلاب کے اٹکات دے دیے، اپنے بائیں ہاتھ سے جاگو برلاس کا آہنی جادو ختم کیا۔ "فیصلہ کی حرکت چلو؟"

نیچے تھکوں کے سامنے ہی تھے، اور قیسم میں۔ اور اس کی چند جانبہ سپاہی سپرد سے رہے تھے، اور ان ٹیموں میں سے ایک میں اولیائی تھی، اس کی پوری اور سلطان حسین کی ہیں، دوسرے نیچے میں دلتو آفا تھی سلطان حسین کی پوری، کچھ اگر یہ پہلے خودوں کے ساتھ دوش دوش لڑائیں، یہی تھیں تو اس کی جو فعل میں تھی کہ کچھ نہیں کار خود طرستو تھا، اور یہ سلطان حسین کی فعل اور بدلتی تھی۔

اور اولیائی خاتون خاندان کے بال قدر ڈرائی اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے اڑی ہوئی گدڑ میں اُٹے ہوئے تھے، جس کی دھڑکی چڑیوں کے ٹو باں نیچے ہو چکے تھے، اور اس کے جسم میں تلخی اور بایلا کی کے ساتھ ایک خوشگوار قریبی میں تھی بے اختیار دلتو آفا کے سامنے، اپنے بھائی کو صلوات میں مبارک تھی۔ "دیکھو وہ کیا ہیں تو اب کیا جب ڈرائی ختم ہو چکی ہے؟"

دلتو آفا زیادہ خوبصورت تھی، اس کی آنکھوں میں بدلتی تلک تھی، اور آنکھوں کی شکل میں غصوں کی سی بدلتی تھی، اس کا رنگ بھی ہرست کی سرد زاروں میں عروج شرف و سفید تھا، خون گویا چلا رہا تھا، اور اس کی کوہلی تھی، اس کے ہونٹ شرف اور تر تھے۔ اس دھشت و کشت ان کی گرد بھی اپنی شکل دگر لکھی تھی، جھنڈ کے اس نے اپنی تہ سے کہا۔

اس کے کہنے سے تو ڈرائی ختم ہوئی؟

"ماشاء اللہ" اولیائی نے کہا۔ "اس کی آنکھیں دھوپ سے چلا کر نہ ہو رہی تھیں، اپنے سفید فراء انھوں سے آنکھوں پر مبارک کے اس نے پڑھا۔

"دیکھو، دلتو آفا قریب آ رہا ہے، اور آ رہا ہے؟"

اولیائی کے پیچھے میں تلک کا اعلان تھا، لیکن دلتو آفا بھی تلک ہو چکی تھی۔ "ہاں، زیادہ قریب آ رہا ہے۔ اور میں بھی تلک ہو چکی ہوں؟"

یہ بہت اولیائی خاتون کا خا کو تھی گی، دلتو آفا ختم ہو چکا تھا۔ مات کے سے ڈنڈے قریب کئے رکھے تھے جی ہاں کھٹ اپین تھا، اگر ڈرائی کے بعد شہر اور سپاہیوں کو ان کی کوئی برائی نہ آئے۔ اور اگر دلتو آفا خوں میں مارے تو اس میں اتنی طاقت ہو کہ وہ اپنی مخالفت کو کھینچے، اس نے ایک سپاہی کو حکام کے کہا کہ قریب کی گرد سے پان بھر کھیر کے دے، اور کھانہ میں ڈال



دے اور پھر وہ برائی نکلے کے لئے دشمن کی طرف چلے۔

"میرلیجن نے تو بتا ہے، چنانچہ میرلیجن کی وجہ سے ہمیں کہہ رہے ہیں کہ وہ ہے۔ اسے میرکھن ہے، انھیں کی سرکوبی کے لیے نکال دیا تھا۔
بتا دیا تھا، انھیں نکال دیا تھا، بتا میں کو یہیں کا سلطان بننے کا شوق کیوں تھا؟ اور اسی نے خود بخود امیر کوستان کو لٹنے پر مجبور کیا
کہ نہیں کیا؟

"جے ٹنگ کیا"۔ دشاو نے اپنا خوشی سر جھپا اور اس کی دونوں چوٹیاں دو قوم ناگنوں کی طرف ایک شانے سے دوسرے شانے
کی طرف لیٹا گئیں۔ "اس لئے کہ وہ سلطان ہے اور تیرا تجور سلطان نہیں۔" یا مانے چنگیزی "میں چنگیزیوں کا ارشاد ہے کہ
سلطان صحت چنگیزی کو لدا کو مل سکتا ہے۔ تیرہ کو نہیں، میں کا کام سلطان ہے اور تیرہ کا سپاہ گری؟

"یا مانے چنگیزی" کی حرکت میں لوگوں کی تحریروں میں ہمیں یک کے بعد اور ہر کہ ب سے زیادہ تھی۔ ایک لمبے کے لئے اولیٰ
خانوں کا حاتمہ سے ہی لگتی، پھر اس نے پشت دست سے اپنے برتن پر سے گرد صاف کی اور دھنسا بول اٹھی۔
"اور میں کیا میں چنگیزی اور وہ نہیں ہیں؟ میں میرا ہی تو بھائی ہے؟

بھٹ میں اپنے آپ کو جیتا پاکے دشاو کے چہرے پر اس کا بھولا پن واضح رہا اور اس کا دل صاف ہر گیا۔ "جے ٹنگ
جے"۔ جے ٹنگ ہے میں کہ کہیں میں کو ڈرنا بڑا ہی نہیں ہے۔ کچھ سے زیادہ تیری راہوں میں چنگیزی کا خون ہے۔ مگر ان اور صحت
چنگیزی کے خدشہ میں ہی کبھی بادشاہ نہیں ہوا ہے۔ کتنا ہے ہند میں راہوں میں کوئی خام صحت بادشاہ ہوتی تھی اور میری کوئی کٹینر
بادشاہ ہوتی تھی۔ مگر یہ تمام راہوں میں کوئی صحت بادشاہ نہیں ہوتی، تو پھر جب تو بادشاہ نہیں ہو سکتی تو تیرا میں تیرا کیسے بادشاہ ہو
سکتا ہے؟ اور میں تیرا بھائی؟ میں مگر بادشاہ ہے تو کیا تیرا بھائی ہے؟ ...

"جے ٹنگ میرا بھائی ہے، وہ خود بادشاہت کوستہ خود کوستان اور پراٹ اور مار اور اٹھنا اور بدشاہ ہونے۔
لیکن اسے چاہیے کہ تیرے خدشہ پر عمل کرے، جیسے پہلے وہ امیر کا خان کے خدشہ پر چلتا تھا اور جب ٹنگ ہم پر کوئی حرکت
نہیں کرتی تھی؟ ..."

اور پھر وہ انھیں چھوڑ کر مارنے کی طرف دیکھنے لگی۔ "میرے جاکو برہاس کے سہلے تیرہ کرنا تھا، دونوں کے گھوڑے
ابستہ آہستہ ہیں، دھتے تھے اور چٹا ہوں اور چٹوں پر سوچ کی پکا چڑھی اور انسانی قانون کا ایک تجربہ کار لگا میں ادا کرنا چاہتی تھیں
کہ تیرہ جو خون میں غرق، صوم پر آٹا کی قدر زخمی ہو گا، دشاو کو وہیں چھوڑ کے وہ جے اختیار دیا اور دیر بعد جاکو برہاس کی
طرف دھڑکنے لگی اور ایک پیرنگ کی سی آواز میں اس نے پوچھا۔

"جاگو برہاس، جاگو برہاس، تیرہ کو کیا ہوا؟

"جہانگیا" تیرہ نے صوم دستور کے ساتھ ایک گلاس قبضہ کیا۔ "میری سی جوت، لیکن میرا ٹنگن سیدھا نہیں ہو رہا
ہے اور کاب میں پانی نہیں لگا رہا ہے؟" گنگے ہاتھ میں آن بولے اور انھوں نے اس کے ساتھ ساتھ میں ہی تھی اور پانی آٹھیں
سے اس کے داغ دہاس کی ٹانگ سے بوجھا ہوا خون چاٹنے لگی تھی۔

اور اس صحت جیسے کہ ہوا میں تیرہ نے اولیٰ نے سے پوچھا "رات کو ہم راہوں کو کھانے کو کیا دے گی؟
ہوں، آگہ اور چھلکے ہونے، اسوں سے میرا میرا پیر اور انھوں نے تیرے کی طرف اٹھایا اور اس چہرے پر قہر لگا لیکن نہایت



”اور اسی ملکیت قبیلہ کے مشفق بادے نے سن ہے، کیا سنا ہے کہ اس قبیلہ کے لوگ بڑے خوشحال و غریب نہ تھے اور اس قبیلہ سے دس سال پہلے قومیں کا باپ ایک بڑی بڑی ٹوٹن آئی تھیں اور اس سال کے بعد ملکیت قبیلہ نے بدل لینے کے لئے وعدہ کیا۔ اور یہ ٹوٹن ایک قومیں کی سبزیں میں تھیں۔ یہ ٹوٹن ایک کے بعد لے اب ملکیت لوگ بدستہ کی کوڑا سے گئے تھے۔“

”قومیں نے قسم کھائی اور اسی طرح کہ وہ مقدس پیدائش مکان کا مدین کی سب سے اونچی چوٹی پر چڑھ گئے، جس ملک قبیلہ نہیں پہنچ سکتا، لگہ بھٹی پہنچ سکتا، اس میں پہنچ سکتا، جب تک سال کے ہر دن ہر رات برکت آتی رہتی ہے اور بہت کے عذاب آتے ہیں، جبکہ جادوئی آسمان اپنے غریبہ کی ان پر بھی چکا تباہ اور ہی نہیں کھنکھارے سے گھٹ گھٹ پیدا کرتے اور نرکان کا مدین کی سب سے اونچی چوٹی پر پہنچ کے قومیں نے جو ایک دن غائب، اچھا جیگر بننے والا تھا، اپنی کرشمہ کواری ٹھوکی اور اپنا کمر بند اپنی گود میں مٹی کیا اور اپنی ٹوٹی آنکھ کے آٹھی اور اس کے پسلی اور نوید برکت پر دو دو ہوا اور کو میں کی خراب بند چھوڑا اور جادوئی آسمان کا لشکر ہوا کیا میں نے اس کی چاہی پکائی اور سنگولی جو اس زمانے تک مشرق و ہند میں نہیں ہوتے تھے جادوئی نیلے آسمان کو خدا مانتے تھے اور اس کو ”اس کے کو کو تہنگری“ کہتے تھے۔“

”پھر قومیں نے اس کے کو کو تہنگری کو غائب کر کے قسم کھائی اور نرکان کا مدین اتنی ہی پیدائش کی قسم کا گواہ بنا کر ایک ملک وہ ملکیت قبیلہ کو سزا دے گا، میں دے گا۔ اور اس کے بعد وہ جو روز اٹھتا، آٹھ کھڑا ہوا اور گود سے نکال کے، پھر اس نے کمر بند باندھا، کواری لگائی، شکاف کے اپنی ٹوٹی آنکھ سے یہ دیکھ کر اس کے پسلی لٹکی کو میں کا ایک گھونٹ پیا اور پہلا سے نیچے اڑا کر۔“

”تا جوت قبیلہ اور اس کے سردار کو کو تہنگری سے تو پہلے سے دشمن تھیں۔ قومیں نے اوجھ کا رخ دیا۔ وہ مغرب کی طرف رہا، اور اس کے بعد سردار کو کو تہنگری نے اپنی منہ کی۔ کئی دن، کئی شہر، یہاں تک کہ وہ قندھار پہنچ گئے، وہیں کے دیہات کی چوٹی پر اپنا پہلا میں اپنا جہاں کراہت قبیلہ را کر تھیں۔ یہ قبیلہ بہادر تھا اور یہ میں اس کے کو کو تہنگری، اتنا ابھی جادوئی آسمان کو مانتا تھا، ویسے اس قبیلہ میں جو بھی تھے اور میں بھی تھے اور مسلمان بھی تھے۔ اس قبیلہ کا خاص مغز تھا، جو قومیں کے باپ بے مکان تھا، کا تھا تھا اور مغز میں انسا منہ ہونے لگا کہ کہتے تھے۔ اس نے قومیں کو لگے لگایا اور قومیں نے اس کے قدموں میں وہ تھنے ڈال دیئے جو وہ پہنچے ساتھ لایا تھا۔ اور وہ تھنے یہ تھے۔ سر کا ہوا وہ نہیں دیکھ اور اس کا وہ ہے کہ کو میں۔ اور اس نے مغز مغز سے وہ خستہ کر کہ وہ اسے اپنے پیشے کی طرح بچے، مغز مغز مغز پر ملکیت قبیلہ کے عدا سے کا قفسہ نہیں چکا تھا اور اس ملکیت قبیلہ سے خود اس کی بھی طوائف ہوتی رہتی تھی۔ وہ قومیں کی سعادت مندی کی شریعت کو نہ لگے۔ اور اس سے بھی زیادہ تعریف اس نے ان مغزوں کی کہ جو وہ ساتھ لایا تھا۔ اور اس نے بہت سے کراہت قبیلہ سردار قومیں کے ساتھ کر دیتے۔“

”جب مغز مغز نے قومیں کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ بھی بہت سے قبیلے جو سختی کے مغزوں اور جنگوں میں رہتے تھے اس کا ساتھ دیتے کو تیار ہو گئے، کیونکہ بادے نے سنا ہے، کیا سنا ہے کہ جب قسمت ساتھ دیتی ہے تو سب ساتھ دیتے ہیں، اور جب قسمت ساتھ نہیں دیتی تو کوئی ساتھ نہیں دیتا، کراہتوں کی طرح ہر آٹھ نے بھی قومیں کا ساتھ دیا۔ اور ہر لوگ مثال کے طور پر اس کے بعد قومیں کی طرح ہل چکے ہیں میں ملکیت قبیلہ رہا تھا۔“



دوسرے کو اسے اولیائی نے ٹھٹھا کیے کھنڈی پائی اور اس نے ایک حرج کی اندرونی گولی لٹائی۔ ایک حجت ہے اسے نندہ، کھنے کے لئے ابجد دی گئی لیکن تب تک وہی حجت تھی۔

اور جاگو ہواں بادہ آئے اولیائی سے کہہ دیا تھا۔ "اسکا اس علاقے میں کوئی عیب کوئی حرج نہیں۔ یہ مسئلے کا کاغذ ایک چوراہوں کی کہانی کا ہے۔ کچھے میں یہاں سے دیر سے منہ لگ کوئی بڑی آبادی نہیں جس کے ہمارے خٹان ہے۔ یا پھر شمال میں قندھار ہے۔ نگم ہو تو میں قندھار سے حراج بناؤں گا۔"

لیکن میرا جاگو ہواں کو اپنے سے قبل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک حرج ہے اسے اپنے اس رنگ، رفتی پر نیا اور متباد تھا۔ اس نے اپنی بہادر کو قندھار جانے کا حکم دیا اور میرا حرج شام آئی تو اس نے بڑی کڑوری موسیقی کی۔

اس میں سرخ دھاری میں یہ عجیب شام تھی، زندگی اور موت کے درمیان ایک ستارہ۔ اولیائی نے پیچھے سے ہرنگل کے دیکھا اور اسے مٹھی میر تادی پر پیروں کے زندگی کا کوئی اور حصہ نہ قندھاروں پر کا پیرا تھا جو چکا تھا۔ تادیوں کی تربیت کے واسطے جو لڑائی تادیوں کے کے ہاتھوں سے چنگ گئے تھے، انہیں لگنوں واسطے کسی دکنی ترکیب سے جگہ لگے تھے۔ اس میں یہاں فاشانک یا فاشتوں یا کیرنوں کی بگڑ موت کو اسے اور پیسے نہیں، اور قریب ہی ایک درخت پر اتو بیٹھا ہوا رات کا انتظار کر رہا تھا۔

اولیائی کا دل چٹھنے لگا۔ اس نے میرا جاگو کو گڑھ میں پائی یا جو وہ اس کے کہ اس پر میرا حجت کا عالم داری تھا۔

نور سے کسی کی آواز آئی "بابا" بہت قریب یہاں تک اس سے پیٹ۔ "اٹھا، میرا نے ایسی انگلیوں سے یہاں انگیر کے ہاتھ میں ڈال دیا اور میرا جاگو کہ اولیائی سے کہا، "تجربہ ہوئی اور میری کے عالم میں۔"

"اولیائی تجھے معلوم ہے شیرازی ہے تھیں کو کیسے پائی ہے؟" اس کا ہوا ضعیف تھا مگر اس کے الفاظ میں عزم یا جزم تھا۔ پہلے تو وہ اپنی کو وہ دھم پائی ہے، پھر وہ وہ ٹھٹھا کے وقت آتا ہے جیسے اسے سب جہانوں میں تھیں کا وہ وہ ٹھٹھا کے وقت آتا ہے۔ شہر کے پاس سوائے کچے گوشت کے اور کچے نہیں ہوتا اور کچا گوشت تھیں کو بھجھ نہیں ہوتا۔ شیرازی کچا گوشت کھا کے کہتے کرتے ہیں۔ اور اس نے ہی گوشت لگایا ہے۔ یہ بھجھ کہا اور گوشت ہوتا ہے۔ اور اس طرح تیر کے کچے کچے وہ چوڑے کے ہتے کہا اور گوشت کھانے میں رہے ہیں اور پھر کچا گوشت کھانے لگتے ہیں۔"

اور پھر اس کی آواز ذہنی شہر کی حجت نعت ہو گئی۔ "میرے جہانگیر کو اسی حجت پائی؟"

یہ پہل مرتبہ تھی کہ ذہنی ہونے کے بعد اپنے جاگو ہونے کا امکان کا تجربہ پہلے جاگو ہواں یا واسطہ دکر کیا تھا۔ اولیائی میرا حجت بھڑک کر کہنے لگی۔ "میرا نے اسے واسطہ دینے کی کوشش کی، لیکن اس نے میرا بڑی کڑوری سی عرصہ کی اور پھر اس پر مٹھی کی دھار دے ہوئے لگی۔

یہ رات بڑی سخت تھی۔

نیم سو بجے کے عالم میں میرا جاگو حراج بڑا مستعد تھا۔ ایک پہاڑی تھا، جسمانی پہاڑی جس کا سر اس کے گوشت کے ٹمکے کے نیچے آگے پکھا پھر ہو گیا تھا۔ جیسے جوں کا بنا پھرا سر تھا، اور سر سے کیچے کی سفیدی اور لک اور لکائی اور دھم سے قندھار کی حراج خون چھوٹ نکلا تھا۔ اور میرا نے موسیقی کیا کہ نیچے کی جھٹ اور نیچے کی دھڑلہ پر وہی سر اس کے سامنے ہے۔ اس معلوم پہاڑی کا کچا ہوا سر وہ جب آنکھ بد کرنا سر ہانے لگا تھا اور جب آنکھیں کھول کر قمری کے حراج کی ٹھٹھا پائی تو اسے قمری ہاں کہہ دے اولیائی کی موسیقی



لے بیچ ڈالی ہے۔ اور اس کے دل میں ایک عروج کی بڑھوتری عواصت پیدا ہوئی اور وہ اپنے ہی شراب پر لگا۔

یہ جاگو بداس کی اکوڑ تھی جو ادولہانی سے آہستہ سے کہہ رہا تھا، اس نے کہہ کر تیرہ ٹی ڈپٹے "خاتون کا میرا کہیں بہت نکل رہا ہے۔ اب بٹھنے چاہتا تو بپ اتر جاتے گی اور صبح تک جڑاں کھانے گا۔"

ادولہانی خاتون آغا، پھر جڑاں کے پرہیز کا تھیں۔ دل پر اس نے کتاب پھیر رکھی اور جڑاں میں چرنی چکان۔ اور اس کی آنکھوں پر آنسو ٹپک رہے تھے۔

تیرہ کے خزانے لینے کی اکوڑ کرنے لگی اور اس نے اچیان کا سانس لیا۔ یہ سانس ایک عروج کی سسکی تھی اور نیچے پر تہا پہا پہا خستہ پر جو انوکھا نام سے جیج رہا تھا، اس نے بھی ٹپک سا دھول۔

اور پھر دفعتاً تیرہ جاگ پڑا۔ اور اپنی آنکھیں اس نے جاگو بداس پر لگا ڈالیں۔ اس نے کہا "جاگو؟"

"ہیئر؟"

"میں اس سے پیسے بھی یہاں آیا ہوں؟"

"جینیں ہیئر؟"

"جی یہاں آیا ہوں اور کچھ وہ کیا بیجوں کے بیجے کی اکوڑ آ رہی ہے۔" اس دن میں ہنستا جیج سے لڑا تھا، پھر جیج یہاں رکھے

بیٹھا؟

ادولہانی ٹکٹ ہو گئی۔

جاگو بداس نے کہا۔ "ہیئر ہنسنی سبوتاں ہے یہاں ہم گستاخوں سے ڈر رہے تھے۔"

"اب لیجے کہ کہ یاد آ رہا ہے؟" تیرہ نے کہا۔ ہم یہاں لڑیں پرستے تھے، جہاں کسی برہنہ لکھنوی بی بی تھیں۔ بہ ہنسنی کے بیٹا؟

ہرے؟

اور ادولہانی نے اس عروج پیسے کوئی تھیں کو سمجھا، اسے ہلکا کر کہا۔ "تیرہ سو ہڈا، تھیں غنہ کہتے تو قبلا ہلکا کر بڑھتے گا۔"

تیرہ سو ہڈا کا پتہ کھڑا کہاں ہے۔ لیکن کوئی اسے بتا نہیں رہا تھا۔ جاگو تک حرم خاتون تھا اور ادولہانی اسے گناہ ہی تھی۔ اس خاتون کو اس نے کہیں دیکھا ہے۔ اس سے پہلے میں یہاں کہیں آیا ہوں، پھر اس کے سوا کہ اسے کوئی نہیں مانتے گا، لیکن نہیں

بتاتے گا، کوئی کچھ نہیں جانتے گا۔ اور یہ کہ یہ ساری کوشش بیکار ہے اور اس پر پھر خنودگی نہ رہی ہو گئی۔

پھر شعرانی ہی شعرانی تھی۔ زمین سے کاموں تک ہزار ڈالیر ہے۔ ستاروں کی حرکت نیچے جاوادی آسمان پر کھجے ہوئے ہیں کی پتلیزور اس کے منظر پر مشعل کہتے تھے، گھنٹوں کی یادوں میں گنڈھے ہوئے ٹہرے۔ ہزاروں اسپ، اشتر، ریش، کاکھن، ریادوے۔

اور شرمات شرمات۔ ستاروں کو شرمات، نیلی خام جاوادی آسمان کو شرمات، اکاٹ سر کر شرمات۔۔۔

جاگو بداس نے اٹھوا لی۔ اپنی خود کرست کھول کے تیرہ کے "مٹی پیر کے قریب" رکھ دی اور آنکھیں بند کر لیں۔

کونستے میں ایک کونڈا کان۔ ایک خاتون آواز۔ ایک پرہیز کی آواز۔ مگر یہ تو کی اکوڑ نہیں تھی۔ یہ عروج خور کی اکوڑ تھی۔ کسی عروج کی آواز ہے گاٹھ سے کوئی آواز ہی پہاڑی پڑا دیا تھا، لیکن اسے اب کب لڑا نہیں کیا تھا۔



ہے۔" سے پہلے ہرگز کھنٹی ہے۔ اور اس کی جو جانی ہے۔ اور وہ کہتی ہے میرا خواب بیٹھا تھا یا نہیں؟ اس کی قبر پر کھنٹی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

جب اس سے اس کے نانا کا زمانہ نے پہلی مرتبہ کہا تو اس کی بڑی خبر کا ذکر کیا تھا اور وہ کھنکھکے کے ہنسنے لگی۔ باقی خاص بچہ، خاص بچہ، خاص بچہ اس کے ہنسنے پر کھنکھاتی رہی۔ وہ اس کے بھائی حسین کا دوست تھا۔ اسے شہسوار کی مثال دینا باندی کا بیٹن تھا۔ بڑا کسے۔ وہ اُسے نہ ادا دیتی کھنٹی تھی۔ اس کے نام کی طرح سوا، غور، غور۔ لیکن باندی کا بیٹن بڑا بچہ غوروں کا دھنسی رہتا تھا۔ اور وہ اس امر کے باوجود کہ اس کی تربیت ہرات ہی میں ہوئی تھی۔ وہ تو بالی لڑکیوں کی طرح ہمیشہ قریب کھنکھاتی کے پیراں کے کانوں سے بڑے بڑے گوشہ سے لگتی تھیں۔ اور ہری چوٹیاں، کان کی کان، گتھیں ہوتی، جیسے پر سانپوں کی طرح لڑتی ہوئی گہرا کا کا، یا گہرا بند یا گہرا سرخ لیان۔ اُسے ڈان اور انسان کے پتے ہوتے تھے سے نفرت تھی، لیکن شہسوار کی باندی یا گہرا باندی یا باندی سے اس کی اس کا مقابلہ کر کے دیکھتے۔ اور ہر ایک اس وقت میں وہ اپنے آپ کا کوئی ٹیڈ سے لگے دھنکی تو پتہ نہ ہوتا۔ حاتنوں سے کاٹ لیتی، کیونکہ حاتنوں میں اور افراتفری، مگر اسے پتے تھے کا ڈان افراتفری تھا۔ شاموں کی طرح اس نے پتے تھے کبھی غروں سے قہقہہ نہیں دی تھی، اور اس نے سنا تھا کہ جب وہ چھو سال کی تھی تو اس کے شہسوار کی ہرات کے کسی شاعر نے قہقہہ کہا تھا۔ مگر اس کے باپ نے سلطان ہرات سے شکایت کر کے اس کی زبان اور سیدھے ان کی انگلیوں کھادی تھیں۔ اس کی کاششیں نکالیں گا، کھنکھیں گے خدا کا کھنکھتا تھا، جس سے گریز افراتفری تھا۔



اور جب اس کے نانا کا زمانہ نے اس سے خبر کا ذکر کیا۔ مگر کچھ نہیں دیکھا، صبح، دیر پر شام، ایک خبر میں گزرتی نہیں سکتی، جب تک ایک دھنکی کو قہقہہ نہ کرے، دھنک کو سونچیں سکتی، کئی کئی دھنک گھومتے پر سوار چوہا جاتا ہے اور ایک آدھ گھٹتے گھومتے کے بال پر سر کے سوجانے گزرتی ہیں۔ میں نے شہسوار کے بڑا بھائی جان دھنک دیا ہے۔ اور اس کے دھنکوں پر خون کی اور سیاہی کی شہسوار دھنکی اور وہ افراتفری سے کھنکھاتی کے ہنسنے لگی۔

اور اس پر کسی شے سے بچہ اس کی انگلی نے کہا تھا کہ ہنسنے ہی ہے گریہ صوفے کا۔ لیکن ایک دن اس نے گا کہ دونوں ہاتھوں سے سر پرانے دھنکے گئے۔ اور وہ شے کے اس کے دل پر بیہیم خاشاک، بیہیم مادہ، اور بیہیم سافقہ پیدا ہوا تھا۔

اُسے یاد آیا کہ وہ کسی طرح کا زمانہ سے قہقہہ کے۔ اور ان کو ساتھ لے کے سر پر سیاہ چادر دھنکے، اور وہ کو قہقہہ کے شہسواروں کے چھپے میں گئی تھی۔ کا زمانہ کے اندر میں کچھ کچھ منی شہسوار موجود تھے، مگر ان کا کہا تھا کہ ان کو نہ دیکھا جاتا تھا کیونکہ وہ بھی ایک بچہ خدائے وہم القہر کے رنگوں جادوئی آسمان کی پرستش کرتے تھے، اپنے آباؤ اجداد کی طرح اس کے کو کڑی تنگی سے ٹھوکیں، لگتے تھے اور سہاروں کی گڑبڑ سے خالی نکالتے تھے، اور مستقبل اور تقدیر کا حال دیکھتے تھے۔ وہ کبھی وہاں سے کئی پہلی انگلیوں شراب کو دھاری سے کھنکھاتی ہوئی گھنکھاتی کہ شراب کو اٹھ د لگاتے، انہروں کے دھنک سے خود نشانی کو میں تیار کرتے، اور اس قدر پتے کہ ہر پہل ہر جاتے۔ اور کا زمانہ نے انہیں صوف چھتا ہوں کے خوف سے ہائی نکھاتا تھا۔ مگر اس سے مشورہ کیا تو کھنکھاتی جاتا تھا۔

ایک بڑے شہسوار نے اپنے کچیلے، اپنے پیچے سے ہر رنگ کے سدا دھنک فرات دیکھا تھا، ایک رنگوں سدا دھنک اس نے دھنکیوں کی کچھلیں سامان کیا۔ اور ایک سرخ رنگ کا سدا دھنک اس نے دھنکیوں میں سر کیا کیا۔ اور اپنے دھنک سے اپنے ہونے ہونے سے اور بالائی کے سر سے چادر پٹا دی اور اس کے منہ کو دونوں ہاتھوں میں لے کے دیکھا۔ اور وہ بالائی پھر کھنکھاتی کے ہنسنے لگی۔

انگلنے دہم اور خوف سے اُسے ڈانٹا " خاموش رہا :

اور ڈرتے ٹھانے کہا۔ " اس چاند سی صورت کی تقدیر اس کی پیشانی پر لکھی ہوئی ہے ، اور اس چاند کو دوسرا دل سے
بجائے دے گا۔ ایک عین سارے ہے جو اس کا اپنا سنا ہے اور جو بچنے کا ، دیکھنے کا پھر ٹھیک جاتے گا ، اور ایک سرخ سارہ ،
لال انگارہ ہے جو اسے آگ میں ، بہت میں ، عرفان میں ، انورے میں ، بجلی کی چمک میں بدل کر کڑا کی میرا ساتھ لئے پھرے گا ؟
اب لہان کو لڑنے سے ڈھان کر ابی عیب اور مشکو فریز معلوم ہوئی ۔ ہوائی سرفا نے اس کے دل میں ایسا کراہ کر دیا تھا ، گزرتا
دھشت اور دہم سے کوہنے گی ۔ اور اس نے کہا :

" شامیں ، اس شکل پر دم کر ۔ اسے میں نے سکھایا اور دوسرا بدل ہے ۔ اس کی تقدیر پھٹی رہا ؟

اور تقدیر لگا کے خروست سے اب لہان نے بڑھے شام سے کہا ، جس کے منہ سے کو میں کی بدولت کے پچھلے کچھ تھے ۔ ہاں
بڑھے شامیں بچ کر رہا ، نہیں تو میں اپنے اندر کہ کہنے کی دیوار میں چھننا دہان :

بلوٹے شام نے بہت بہت سر رہا ۔ اور کہا ۔ " بڑی تیری تقدیر بڑی پیشانی پر لکھی ہے ، اسے کوئی نہیں بدل سکتا ؟
یہ اس کے کہ گھوم گئی ، اس نے اپنی چادر انگ کے کانڈھے پر ڈالی اور اسے گھسیٹتی ہوئی کہتے ہوئے کہتے ہیں ۔

اور پھر وہ سات آگ میں دن ، میں سات ایک زندگی ختم اور دوسری شروع ہوتی ہے ، اور وہ یہ سورج کے شوق اور خوشی ہوئی
کہ اسے اس سات کا انتظار تھا ، گوارہ اس سات کے لئے پیدا ہوئی تھی ، اس سات کو اس کی تکمیل ہونے والی تھی ۔

انگلنے اسے گرم چٹان سے تنہا جس میں گلاب کی خبیث پڑی ہوئی خبیث اس کے ہاں میں دیکھیں کہ اس میں گلاب جو بادلوں کے
پس بہتہ بند کے بادشاہ نے ٹھکانا بھیجا تھا ، پھر ان ہاں کو بکریوں کے گرم گرم دودھ میں دھویا ، پھر اسے سرخ سرخ مین خباب
شہد جیسے سرخ ختم کا محوی پہنایا جس پر سبز سبز کڑھے پر تھے ، اور جس کے اندر میں پر چنا ، کی چٹان ، وہ پچھلے لنگر میں ہی ہوئی
خبیث ، اس کے سر پر نہ ، اور دہان سے کو میں ہوئی نگارنگ ٹوپی پہنائی ، جس میں سلق اور انورے لگے ہوئے تھے ، اس کے چہرے اور
اس کے احوال پر پچھے ہوئے چاندلوں کا غلغلہ لگایا اور اس کے اہود پر نیلگوں مسوے کی قریر لگائی ، جس کی وجہ سے اس کی لمبی پٹی
مخافتی نکلیں ایک نکلیں اس کی پیشانی پر سارہ کوڑی کیا ۔ اور اس کی ہاں ، اور دوسری حرم میں اُسے وسیع شہداء میں سے تیں ہیں
تو ان حرموں کا حلقہ لگ تھا اور اس شہداء نے اس کے سر پر مسند پر کاڑھوں اور خانی کے دھبوں کو لہا بٹھا تھا ، اس نے
تکلیف دے جس کے پٹے اور گرسے چٹے چہرے ، اور رعب دار مبادی ہی داؤس کر دیکھا اور دشت سے کھنکھاتے کہ جناب ہاگر
پھر نکلیں نہ کہ کے جی جی جی ، اور یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی کہ وہ حرم میں سب اس کی حرم دیکھ رہے ہیں ، اس کی ہاں نے ہی
کہ نہ ، انکا پر سنیہ گئی شیک کی ، نقد سے پر حرم پڑی ۔ دانہ ، چنگ ۔ تھے بچنے لگے ، کینڑوں نے دھس کرنے کرتے ہونے
کے لئے جام بھرے خروست کئے ، اور وہ تہی زندہ دے آئی کرتے لگیں ۔

کیاب وقبول کے وقت وہ ذرا خزانہ ، کچھ کہہ سکی ۔ پھر ٹھیک بر کے اس نے ان کہا ، اور پہلی مرتبہ بہت سے خیر کی حرم کیا
اس کے چہرے پر خسی ، دھن ، غصہ ہی رہا ۔ ایک عیب حرم کی شکست خست جو اس ختم اور نہ وہ جاہر سے لہی ہوئی دیکھیں کی بھوی
دانہ اور اس نے پھر ایک بار کھنکھانے کہ جناب چاہا اور بڑی شک سے ہنسی دلی ۔

کیاب وقبول کے جہاں خسی زین الدین نے اُسے دل کھل کے دلا دی ۔ وہ جاتی تھی کہ خانی کو خیر سے بہت بہت ہے اور



باب الحسین

یہ کہہ رہا تھا۔ یہی ہے وہ قاضی زین الدین کے دل سے نکل رہا ہے جو ان دونوں کا نکاح کر دیا ہے پھر انہیں سدا رہا تھا، اس نے قاضی زین الدین کی خواتین سمیت دیکھی، سیدھا سر سرخ پیشانی، اور نکات تک ہر آن مری سفید واٹھی۔ چوڑی شہرٹ پیشانی پر کچھ کافور لگا تھا۔ اور قاضی زین الدین کے اظہار اس کے دل میں ٹھہر گئے۔ "بیٹی تھی، اڑھائی گھنٹہ کے ساتھ خوش رہ گئی، تجھے پاکہ اس جوئی اور نقد میں مان رہا ہے۔" تجھے دشمن سے ہنوا میں رکھے۔ تیری عزت محفوظ رکھے۔ خدا تم دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لئے جنت ڈالے۔ تو اس کی امانت کر، اور اس کے لئے سداوت مند چلے پیدا کر میں جو جنگ جری جہاد میں اور سرفروزی دشمنوں کی شہادت ہو۔

پھر اس کے بعد اس کے گانا کافور نے کہاں ہی کر دیا۔ وہ باہمی تھی کہ اس کا گانا اسے بہت چاہتا تھا، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اس قدر۔ اور وہ کہ جب دیکھ کر خورق پر خوش سے ڈھنگے ہونے لگے پڑے پڑے حواس سے گارتے، اور کافور نے ایک ہر خوش پیشانی پر تو اس میں کشمکش کے لئے نقش نہیں تھے، چننے مری تھے، کافور نے مثنوی ہر سر کے مری پڑاؤں میں پیچھے، اور خورق پر کے لئے سدا بیچ خود اور جنگس کا مکر ہی کیا۔ دو گچھٹ میٹ کے قابضوں کے خوشی پر دلا دلا مری خوش رہتے تھے، دوسرے اور ان کی ذرا دب گئی، اور میں ان کے کان کیخیز پر خوش کرنے کے لئے بہت ہو گئی۔ مریوں کے پیچھے خورق کے بعد کافور نے پھر دوسرا خورق اس طرح کھولا اور کھڑا دیا۔ اور قاضی زین الدین اس نے کئی گھنٹہ رہا ہے تھے لیکن یہی سدا رہا، نہ دیکھی تھی، اور دیکھی اس کی کافور سے تو تھی کہ تھی، اب اسے اس مریوں کو بچنے کے جو اس کی جہاں باگ سے تھے، فیج کے دامن پر کنا دلا رہے تھے۔



اور ان خاتون آغذ نے محسوس کیا کہ اس کی کاوی کی نویں گم ہو رہی ہیں، یہ کہ آغذ سے اس کا سینہ دیکر رہا ہے، اور خود سے۔ اور ساتھ ہی میں پر چوب پڑی۔ جیسے جنگ کا اعلان ہو رہا ہے، آغذ سے چلے۔ کافور نے اشارہ کیا اور عرض کیا کہ میرے کہ کوئی گشت کرنے لگی۔ اسی گشتوں کے لئے آگہ کی کشید کی ہوئی ایدان شرب جو تیرے کے چوتھوں اور صفوں اور شیراز کے بادشاہوں کے پاس سے آغذ آئی تھی، اور میں چاؤلی کی شرب قاضی زین الدین نے سرفرا کیا۔

کوسں کا ایک ڈرا گشتوں کی کے کافور آغذ کھڑا ہوا، خدا دیکھو، اور پھر ایک مقام کے گانے سے اس کا سدا یاد دلا رہا تھا، جو تھے آگہ تھے۔ کافور کا قدم اس میں چھری اور میں اور پکا محسوس ہوا، اس نے دور سے ڈھائی دیکھ کر کے بلایا۔ "بازید چوڑا؟" اور انہی نے اپنے ہاتھ کو آغذ سے دھکا، اور خوشی دور میں سر کی بھاری ہمت جس کے قابضوں پر تھیں، اس کے کہ کوسں پر آگہی۔ جو شرب آغذ سے تھے جنگ کے کافور کے ہاتھ پڑے۔ اور پھر کافور کی جلد جنگ آغذ نے پکارا۔

تمہاری برادری

اور اور انہی نے خیر کے کہا کہ چلے چلے، آغذ پر کیا۔ اپنے چاروں مریوں اور دشمن اور شاہزادگی کا جو باغیں تھا اور چاہی رہا اس میں نہیں تھا۔

کافور نے پھر پکارا۔ "تمہارا گناہ، تمہارا گناہ برادری" یہ خیر کے باپ کا نام تھا۔ اور انہی نے اور دوسرے نفر چاہی کے دیکھا، اس نے اپنے فسر کے ذہن اور ان کے شش بہت ہی رکھا تھا۔ یہ کہ وہ سب برادری سے بہت لگ ہے سب کی خورق نے تھائی اور دوسرے ٹھہر گیا تھا، اور تجربہ نے تقریباً کوسں، آج ہی میرے کو جب خیر نے وہ آغذ کے کہ گناہ کی خفا تھا، اس سے اپنی خدای میں شریک ہونے کی درخواست کی تھی، تو اس نے کہا تھا: "خدا تجھے دھو اور خوش و خرم رکھے، لیکن میں گناہ میں تو پہل نہیں پہننے کے

لئے داغ لگا رہا ہے۔ اس دنیا سے میں بدھ رہی پیسے منہ مڑا چکا۔ بدھ رہی صحر میں نے اس خاکسار سے باہر قدم نہیں رکھا۔ اور نظر کشانی کی مرضی رہی کہ ہم بھائیوں میں سے ایک اس دنیا کی فکر کرے اور دوسری کیا عالمی ہو اس ہے اور ایک اُنس دنیا کی اور دوسری ہوں۔ جا اور اپنی ماہیوں کو کہہ کے اپنا خیر اہل کر خدا کی خوش نگرے:

جب بسمیری بادشاہوں نے تداراگانی کا نام پا تو عالمی ترین الدین نے فیصیح اپنے زانبر پر رکھ کر اپنی سفید راجھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ کاغذی وہ تجھے ہے جسے سردار کے دربار میں ہے۔ اور اسے اس کا قریب حاصل ہے۔ ہم سب دُنیا کے گئے تھے مگر ایک سردار کو رکھا گئے ہیں اور دوسرے کے دربار سے گئے تھے مگر وہ ایک ہے۔ اور اسے کسی اور سردار کے حضور میں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں۔ عالمی براس نے جلدی سے کہا: ”زین الدین یہ عجیب بات ہے۔ میرے بھائی نے دیباہیت اختیار کی ہے جو دوسرے واسے کہتے ہیں دیباہی کرتے ہیں۔ ہمارے خدیب میں دیباہیت کہاں ہونا ہے۔ اور تو میرے بھائی کی ہی بات کر رہا ہے کہ وہ اپنے چیتے کی شادی میں شریک نہیں ہوا۔“

کوسں کا ایک اور ہم ایک نوکر نے برص ہا رہے غالی کر کے کاغذی نے سرور کے عالم میں قہقہہ لگایا اور چپکے سے بے ساختہ ترکہ میں کہا: ”میں ابری کا دواشی“ بھائیو۔ خدیب کی باتیں پھرتی رہنا ہی ہے۔ متاخر وہ نہیں۔ اور پھر اس نے زین الدین کو غفلت دہا پھر عقل، ہوش، فکر، اور اس بچپائی، برائی، غرضانی سرور کہتے گئے۔ اور نصیحتیں، مصلحتیں، کھاری، دلائی بنام کے غور لیتے گئے۔ پھر کاغذی نے سر پر کمر کے قریب بڑا لیا۔ اب داسے کے واسے ہیں پر نفا کا عالم داری تھا۔ لیکن اس فخری کی طرح کی بڑی زین الدین نے کہا کہ کاغذی، فکر کہ جب فکر نہ ہو ہر کوئی دانا کو کھڑا ہوا عقل سے باہر چلا جاتے۔ عقل میں انگلیاں مٹوانے کے لئے کر سکتے۔ اور داسے کے ہر کوئی پڑھنا شروع کر دے۔ دارشہ اور دین دھما دھما رہے تھے۔ اور نے نے شرابی صوفیاد تواریکیں لگی۔ یہی نہیں اور ہم غریبی نصیحتیں، دوسرے کے شعر سے شک گئے۔ اور کاغذی نے انکار کیا۔ نصیحتیں کہنے والی کھڑی ہو چلیں کہ یہ ہر کوئی نصیحتیں شاپنے کے اس تھے ہیں۔ انھیں جہن نوانی کھڑی، جلی نصیحتیں اور برائیوں کے درمیان داری کا ہی تھے۔ داری اور داسے کو لپکے نظم میں کچھ تر میں کچھ شکی کہ کچھ کچھ نصیحتیں میں انھیں نے داسی شروع کیں۔

اور انھیں راجد میں سے ایک نے ہرے کی کاغذی شاپا۔ اولیائی مہموت ہر کے ہر نقد سنائی رہی۔ اور ایک ماسوم ہراس اس کے دل پر چھانے لگا اور دین کی کادو جو کچھ لگا تھی اور کچھ خراس کے کاغذی کو گئے گئے۔

”اسی ایک ہی بات تھی کہ عقلی جہانوں کی میں میں بند ہوئی۔ جیسے شر گئے۔ جیسے دیکھ گئے۔ جیسے نادر آگیا۔ جیسے ہر اس کاغذی کاغذی گیا۔ لیکن وہ شخص نے خدا کیا تھا اور وہ منگروں کے خوشی اور ان کی غریبی ایک سے گئے۔“

جب یہ نقد ختم ہوا تو داری اس پر ہر گئی۔ بڑھے تھیں کی آواز میں کے منہ سے کوسں کی جہان کے بچکے نکلے۔ جیسے تھے۔ اور جس کے سامنے کے ڈاسے بڑھے۔ داسوں پر کانی کی طرح ندی میں بہتی تھی۔ جس کی سفید راجھی بہت تارنگ اس کے گاہوں پر چلی رہی تھی۔ جن میں دیکھ کر عقلی بہتی تھی۔ ”عقلی میری تقدیر میری پیشانی پر لکھی ہے۔ اسے کوئی نہیں بدل سکتا۔“

پھر دوسرے داری نے ہرے کی کاغذی نقد شروع کیا۔ اور سب غریبی پر مانی گئی ہر کے گئے تھے۔ یہ پتلیوں کی دوسری شادی کا نقد تھا۔ اور یہ نقد مرگیت قہر پر پتلیوں کے دوسرے سے کالی تھا۔ جب اس نے خدا کے داری میں رہنے کی کے اس کا بار دینے کے لئے مرگیت قہر کی ایک دوسری لکھی جس میں ہاتھ ڈال کے اٹھا۔ اور اسے گھڑے پر ڈال دیا۔ اور اس نے کہا کہ کو



ان قدر اعلیٰ پایہ، خیریں محسوس کی صورت، اتنا نہ ہوتی کی شکل کی صورت، کہ اس سے زیادہ اپنی کھینچنے کے بلکل دوری پر ہی بننا، اور وہ اب وہ بدنامی تھا کہ جیسے ہی کو اس کی اطلاع کیجئے کہ سہ۔

مادی کی آزاد ڈھنگ کے پرست کی صورت انہیں ہی۔ "خداوند اعظم پیچیدگی کے نو سہارا تھے جو غرضان کہلاتے تھے۔ ان لوگ فوسلواں نے گہرے چٹھے کا پانی بنا تھا۔ شیا سے چٹھے کا پانی بنا تھا۔ اس قسم کھائی تھی، سو گئے کھائی تھی کہ وہ دوسرے کا ساتھ دیں گے اور پیچیدگی سے بھرا رہی گئے، پیچیدگی سے جو بھی قرعین تھا، اور قرعین نے ان لوگ فوسلواں کو قرعین کا نام دیا، وہ وہاں ہی سب سے پہلے تھے، قرعین ٹوٹا، اس کی اپنی ٹوٹ تھی، اور قرعین کا اس میں تھہ نہیں تھا، تو قرعین ہی کی خطا صحت تھی، اور وہیں وہاں، جس میں ملا تھی، انہیں قرعین صحت تھی، اور وہیں قرعین پر سزا تھی، کیونکہ قرعین کی بھی مرض تھی اور یہی مرضی فیشوں جادوئی، اسمیں کی تھی۔

"اور پھر قرعین نے لوگ فوسلواں کو گولیا۔ اور وہ "تم میرے د، مونا میرے قرعین، جہنوں نے میرے ساتھ کہہ دئے گا پانی پیات اور سو گئے کھائی چہ کہ جو کچھ سے ہے وہی کہتا اور ایک دوسرے کا ساتھ دوسے گا، وہ اس گوتہ سے تھے کہ پانی کی طرح گئے اور اپنا گولیا جواتے گا، اب چلیے بتاؤ کہ میں کیا کروں، پورے ہی میری بچہ بہت، مجھے مرکیت کرانے گئے تھے اور مجھے میں مرکیتوں سے پھنس گیا پھر میں نے مرکیتوں پر ملو کیا اور وہاں کو کھولا، اور اسے اپنی دوری پر ہی بننا، اس طرح کو اس کے ساتھ میں رہتے کہ ایک سے کھائیں، اور وہ جو دنیا کے سب بہاؤوں کو بچا رکھ سکتا تھا، میں نے میں فریج کیا، فریج کیا، ایک حرکت کا ماسا کہ سے ڈرتا تھا، جب قرعین نے ایک ایک کر کے لوگ فوسلواں سے پہچان کر انی پیسے ہاکے پورے ہی کو آگاہ کرے تھا، قرعین نے یہ بھی۔



تم پہلی؟

جیسی وہ دور تھا، مگر میں کی گولیا چٹک گئی۔

تم یہ جانتے؟

جیہ ہوتے تھے تھا مگر اس کی گولیا چٹک گئی۔

تم بگڑ گئی؟

یوں ہی پیچیدگی سے سب سے پہلے تو تھا مگر میں نے گولیا چٹکائی۔

تم سبک دیا؟

سو گئے شہر اٹھا اور وہاں تھا، اور اس نے اپنی ہاں فوسلواں کے قرعین کی ہاں پائی تھی مگر اس نے میں کی گولیا چٹکائی۔

تم تو گولی؟

اور تو گولی آگے کرنا ہوا، اور اس سب کہا میں نے شہر دے میں، اور میں دے میں، اور میری ہی کا توئی بنا ہے، لیکن یہ کہ سب

سے مشکل ہے، مشکل ہے لیکن یہ جانتے کہ اور جو تھے ہی سے بات کہیں گا۔

"مادی نے ٹھیک ہے، کیا تھا چہ کہ تو گولی اور توئی ہی کے کہ سے موڑ پر سنا ہاں میں میں تو ہی مرکیتوں پر مجھے کے یہ پانچ

موجود کی دایم کا انتظار کہ یہی صحت، اور اس نے دیکھی کہ جو، نے ہی قرعین کے شہر کے آگے پہلے سے صحت ہی رہی ہے، اور تو گولی

و سب اہل حق و باطل کا خدو ہو گیا۔ اور سکڑا لے۔ اسی نے چراغ کی نور بخشی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت دیکھا اور سمجھنے لگے
شعشعہ صوفیا اور وہ چمکے اٹے۔

ہی۔ تاکہ جس بات سے ایک ننگی چوڑی اسد مری شہر کی، چھوٹی ایک اسد مری اسد سرخ ہونے لگا۔
وہ اسد اسد ہی لگی جو وہ کہہ رہی تھی۔ تاکہ اس بات سے کہ یہ وہی اسد مری ہی تھی۔
یہ تھی۔

فتنہ اور فتنہ نواز اور جہاد خیر کی طرح فتنے سے بچنے تھے، اور وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دیتے کہ اس کی ہر سی غلطی اور جہے اور دیگر برائی سے شہادتیں نہ ہو کہ جو کچھ کہا تھا میں نے پہلے اور تھا، اور یہ کہ جو کہنے کی فتنہ پراہ غشی اور اس کی خبر اور ہے۔

کیونکہ بہت سی غفلت کی گنجائش تھی اور اگر کئی شخص، مثلاً وہ بھی ایک رات عجب بے خبر پیدا ہوا تھا، اس کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو بے خبر نہ سمجھتا اور یہاں تک کہ وہ اپنی اپنی سواری میں آئی تھی اور وہیں بھی اس نے چل پڑنے کا وہ طبعیت جذبہ، وہ اندر قہرٹھوس کی تھی جو اور کہہ کہ اس کی طرح حاصل نہیں ہوتی تھی۔ اس نے اپنی زندگی، مہم، کام، اور یہ ہر ایک چوک کر کے ایک نئی تھی کی چند رشتہ جہان تھی۔ ایک کھانا تیار کیا تھا۔ اور اسے پہل دے رکھا تھا۔ اور جو اس کے قریب کھڑا تھا۔ اس صبا ایک اجنبی رات کو اس نے دنگ کی لڑی کو اس کی طرف تھی مگر اس کے پاس کمال

[illegible][illegible]

نہرو نے اس کے اس کا ہاتھ دیا۔ اس کے غم کو بھانپا۔ انگلی سے بچکے کی غمزدگی کو محسوس کیا جسے ان کا آدمی نے بغیر کسی حرج و مرجع کے منجھے سے پہنایا تھا۔

خاصی زبان عربی سے ملی ہوئی دیکھ کر وہ اپنے لیے اس کے بچے کے کان میں اس کی باتیں کہتا تھا۔ "بڑی نیکوئی ہے"

۱۱۔ اگرچہ جوتے دھوئے آگے کر لیا ہوا، کیا مارتے، جیش روا، کیا ٹھیسٹ، میں آگے تیرے کہاں کیا، اوکو کو دیا، کیا کسی، شخص

اور پھر تھوڑے دنوں کے ساتھ صبح سویرے کے قانون کی کتاب میں "۱۰"۔ اور کئی دن غائب رہے تھے۔ ان برسوں میں انہوں نے
 سوانح کی کئی قسطیں تک قانون سے انتظام نہیں لگے تھے۔ انہوں نے پانچ دنوں میں لگے ہوئے قانون کے پہلے
 نے مزید کاغذی سہولت۔ وہ لیون پادری کے اس وقت پہنچے اور سخت اور سحرانویہاں ملایا اور پادری فریڈرک کی پراپرٹیوں میں انہوں کو
 جایا۔

اور تھوڑے دنوں کے بعد پادری کے اس کو دل فرستے ہوئے ایک خط ملا۔ وہ سرت سیرنگ فاک سے آیا تھا۔ اس کا رنگ صوبہ میں بونا
 کرنے کے لئے سفید ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند کے خدائے سے پھر گئی تھیں اور اپنے لیے میرا کے پہلے وہ اپنے کی ٹھکانے بولی
 رہاں پر اور پھر اپنے بستر پر اس طرف گر کر اسے کسی اور چیز کا ہوشاں ہو گیا۔ اس نے اعلان کی طرف دیکھا تھا اور دیکھا تھا کہ
 وہ گشتوں، قریب وہی مسجد کی طرف داخل ہوتا رہا۔

اور تب اعلان کو اندازہ ہوا کہ اسے زمرہ سے اتنی قیمت ہے کہ جس کی کوئی چیز نہیں۔

اس پر پھر غور کیا گیا۔ لیکن سودا کی۔ اس کے لیے میرا کاغذ کاغذ کاغذ کاغذ کی جان اور وہ وہی ہے۔ اصل پر اس کا
 اس نے کہا کہ گورنر کے ہاتھ کی اس میں فیروز شیشی ہو رہی ہے۔ میرا کاغذ کئی میں میں گرنے کے ساتھ شیشی کی گولہ دھنکی۔

"اعلان کو رات بھر سوئی نہیں؟"

"جیسے مجھے معلوم: اس نے سر اٹھا کے پوچھا۔

"پیری آنکھوں میں بے خوابی کا نشان ہے؟"

بہت کم سمجھ، اتنی شاعری کرنا تھا۔ اعلان کی جلی بڑی۔

"اعلان جسے فاخت بہت خوبصورت ہے؟"

وہ غافل رہی اس کی کچھ بھی نہیں کر کے کیا جواب دے۔ اس نے کہا "قبلاً نام کی ہے؟"

مجھ سے کہہ رہی ہے۔ میں اب خود اٹھ کر گھر سے پریشان ہوں گا۔

"ابھی نہیں، ابھی نہیں؟ اعلان نے خوشامد کے لیے میں اسے منع کیا۔ قبلاً سے لئے نئے نئے کپڑے؟"

نہرو نے جواب نہیں دیا۔

پتلی نے شست دست سے نہرو نے سر پانچا۔ پھر اعلان سے پوچھا۔

"اعلان کو سونے کیوں نہیں آ؟"

"میں سوچ رہی تھی؟"

"میری بیٹے سوچتی رہتی ہیں۔ تو کیا سوچ رہی تھی؟"

اعلان نے کان کھڑے ہوتے "کوئی فکر نہیں ہو رہی۔ اتنی ہی؟"

"کوئی نہیں۔ میں اس کی صورت کو نہیں جانتا۔ تو سہجہ رہتی ہے؟"

اعلان کی کھلی ہنسی۔ "نہ ہو گئی۔" یہ ہماری اپنی شہر ہے؟"

"تو کیا سوچ رہی تھی؟"

اب سالوں میں تو اس کا رنگ تھا۔



اولیائی نے کہا: "میں اپنی شادی کی رات کی باتیں یاد کر رہی تھی۔ پھر میں نے اناکاراگوں کی موت کی رات یاد کی۔"

"یہ تو یاد ہوئی صحیح نہیں ہوئی؟"

"میں بوسے لے کے مستحق سوچ رہی تھی۔"

"تو کون؟"

"پینگیو کی بوسے لے۔"

پھر چنانچہ: "اولیائی تو دہرائی ہے۔ میں نے تجھ سے کتنی یادگاہوں سے قصے دیکھا کر؟"

اولیائی نے کہا: "بوسے لے کر مکتب پہلے گئے تھے۔"

"پلے گئے ہیں گئے تھے اس سے کیا؟"

"مجھے وہ یاد آتا ہے جب تم نے مجھے کوٹھڑی میں پھنسا دیا تھا۔ جب دشمن نے خیموں کو اپنا گھوڑا دیا تھا اور وہ مارا جاتا تھا۔ پستان کی ہڈی پھا کر بے حس تھے۔ اس دن اگر تم نے مجھے کوٹھڑی میں پھنسا دیا ہوتا تو مجھے مجھے بھڑے جاتے۔ میری بھین کی دہائی؟"

اور پھر دہائی پھر نے ندے زمین پر گوند کے کہا: "میں دن بھر گئے کوئی پکڑ کے لے جاتے گا اس دن میں اس کو بٹھا کر تھیں نہیں کرنا اس کا اور کسی ذی دماغ کو زندہ۔ پھر اس کا؟"

(۵)

وہ میں نے بھی رگھو نند کے صحن کیا تھا کہ ذی دماغ کو زندہ دھیرے سے گا۔ جو خوشوں کی زبان سے بکشتہ تھا اس کی ناک میں یونہی زخم تھا اس میں ہاتھوں کی پٹریوں تھا۔ اس میں ہتی کے جوفوں کا بڑا ٹکڑا تھا۔ اور جوفوں کے اندر خیم تھے جس کی پٹریوں سے بڑھنے کے اندر جوفوں کا نام ہوتا۔ اور خیم پیا ہوتی۔ اور جوفوں میں ہتی کا دم بڑھتا ہوا نہیں۔

وہ میں نے اس کی سببیں نہیں کہنے کی دھمکی دی تھی خود اس کی پٹری گشت خوں میں دشمن موجود تھا اور اس کے خوں بہت بڑا کی ٹکڑا دی تھی۔ تو اس دشمن سے بے خبر تھا۔ اور بے خبر رہا۔ یہاں تک کہ بیکارم ہو گیا۔ سخت آنے لگی۔ اور بڑھ کھانے لگا۔ اُسے زیادہ بھوکا لگنے لگی۔ جوفوں اور خیم کے ایک عجیب نے اُسے سمجھنے والے۔ ایک گشت کھو جو سو اتنی لایا۔ وہ اٹھ کر گاؤں کے سپاہ سے بیٹھے۔ پھر وہ اولیائی یا جاکو براس کے سپاہ سے اٹھ کر گھر آئے۔ اُسے چھپنے میں تکلیف ہوئی۔ اُس کے ساتھ ہیں۔

اور بانی خیم کرتی ہی ہیں۔ ایک دن اس نے اپنی بیوی سے اپنا مشیور منگوا۔ اس پر ذی کوئی۔ سوار ہوا پنا۔ سوار ہو گا۔ زمین پر گر پڑا۔ اور آج تک اس کی موت پر سوچا نہ تھا۔ بے اختیار دلا دھتلا۔ رونے لگا۔ لیکن اس نے اپنی بیوی کے گھر میں اٹھنا ہی اور کہا: "مجھے اٹھا کر پنا پر لٹا دو۔ اور جب وہ پنا پر لٹا دیا گیا تو کم کر بیٹا۔ گھوڑا اس کے گھر میں تھا۔ گھوڑا اس کی پٹی تنگ اس کے قہر میں دھن۔ اور اس کے بعد پھر کبھی دھکڑے پر خود سوار نہ ہوئے۔ بیٹے سوار کر دیا گیا۔ جو خوشوں کی پٹریوں میں کوڑا سب سے بڑا شہسوار اس کے ساتھ بھر جاتا۔ اور جو خوشوں کی زبان سے بے خبر تھا۔ اس کی تنگ خوں میں آگاہ نے دیکھنا نہیں شروع کیا تھا۔ اور اسے صحت شریعت پر ذی دھتلا تھا۔ جس نے اُسے بیٹے کے بیٹے ٹکڑا کر دیا تھا۔

اس نے دیکھا کہ ہر پٹری کی خوں کی ٹکڑی میں تنگ پر پڑتی۔ اس کی اس نے پیسے بڑھادی۔ پھر ایک دن جب اس کا گھوڑا اپنی



بہار کے چھپے کے پاس سے گزرا۔ اٹھا اس نے ایک رنگین پہاڑی کو دیکھا کہ اس کے گزرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھی سے اس کا نام پوچھ کر لیا۔ اور سر کی آنکھوں میں غور کرتا کہ اس نے اس وقت کلام کیسے کیا۔ اور ڈانٹ کر اپنی بہن کو ٹھکر دیا کہ اس رنگین کی کھال کھینچ لی جاتے۔ اس کی حالت میں دل تلک دوسری بڑی سڑکی پر آئی، اور اس پر تنقیدی بحثجنازی رہی اور غلطی گئے اور گھٹو دھڑکتے رہے۔ پھر تمام پہاڑیوں کے دل میں اپنے آٹھ کے لئے ضعیف اور ہیبت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور اس واقعہ کے کچھ ہی بعد، وہاں ایک کنوئری آئی، اور اس نے گھوڑے پر چم کے کچھ کا کلم دے دیا۔

ایک معمولی سا چرخہ تھا، وہ گلیہ جیسے میدان عرب میں تھا عام جیسے گھر میں تھوڑا سا آگ۔ لیکن اس نے زندگی اذیتوں کی اس دنیا کی نشان دہی کی اور کثرت دی۔ اسے داخلی ذہن اورین سے کوئی پوچھے کہ اگرچہ تھوڑی کا تھوڑی ہے کہ یہ تو ایک خاک فضا ہے۔

اگست ۱۹۵۵ء

آئینہ دور آئینہ

دوسرا دور وہ علاقہ تو مجھ دوسرا دیکھتا تھا
ایک صبح تھا کہ کجوری جوئی خالی خود میں تھا
ایک آگ تھا کہ راکو میں پوشیدہ تھی بس
ایک دوسری تھی تو میں سرنگ نہ بہم دیکھتا تھا
ایک دور تھا کہ جس کا شہید آئینہ دیکھتا تھا
ایک جسم تھا کہ دوچ سے عروج و جدت تھا



میں نے کہا کہ یاد آجیے کیا ہوا ہے یہ
میں نے کہا کہ غمزدوں تو میں کی ہے
میں نے کہا کہ دوسرا کیا کہ آئینہ رکھتا ہوا ہے یہ
میں نے کہا کہ غمزدوں تو میں کی ہے

دیکھا تو میرا رہتا ہے عکس میں تھا وہ
میں نے کہا کہ غمزدوں تو میں کی ہے

—

کلمہ

پس تحریر بہ حاجت من شاعر



طوت ہادی ملی، اُن کی خبر کیا اور جب عقیدہ کی خبریں سنیں، انہیں ڈی گڈ نے اپنی طرف کھینچا تو سب کے جھول جانے لگا۔ بڑے بڑے
اس میدان میں ہادی گئے تاکہ وہ کوئی گڑبگڑ نہ دیکھے جس میں ارجیت ہوگی۔ یہی باتی نہیں لگا، اور وہ انہیں کہیں، اختتام یہاں رکھا جس کو
خوشی کے چرخوں نہ کی پریشان ہے۔ گھبراہٹ ہو گئی ہے اور غور سے لکھ کر دیکھا ہے۔ اور اسے خدا ہے!

”یہی ہے کیا؟“ اس کے ذہن سے پھر نہ لیا، ”دیکھو! اہل علم کے گمراہ تانتا ہوا گرو۔ وہ خدا سے اپنے کے دوست
جس طرح کافی دھن کے رنگ میں دنا ڈی پر ہر گرو کی کیا کہیں گے؟“ کہنے لگا۔ ”ہو تم بھلے ہو۔“ میں نے کہا، ”دیکھو! ان کی دکانیں
نشانہ ہے بہت جیس ہیں گرو کی باپ کی طرف دنا ڈی ہیں۔ وہ خدا سے بچے خزانہ کی دولت اکٹھا خزانہ کر رہی دہ گھیں گی، نہ کہنے
لگا۔ نہ کہیں میں تو ان کو دیکھ لیا کرتا ہوں!“

”مگر کبھی کو دیکھتا ہے وہ تو حق نہیں ہیں، تینوں کے دیکھنے پڑے۔“

”ہو تم ان باتوں کو نہیں کہتے، وہ تینوں، اصل ایک ہیں، ایک مثال ہے جس پر تین جھول رہی ہیں۔ یہ نقد ان صفت کا نشانہ
کرنا میں تم اپنے عقیدے، دانا سے صوم نہیں کیا کیا تھیں تو اتنے ہو۔“

”میاں! اہل حقین نہیں تو ان کو دنا ڈی دیکھو! وہاں کرم بہت سی چیزوں سے بیگ نہ ہو رہے ہو۔ وہ تو ان سے کم ہوتے ہو۔“
”وتم سے ڈی طرف دنا ہوں!“

”..... میری ادبیات ہے، میرا گھر دنا گرو ہے، میری جی رہی تھیں ہا تھیں سے زیادہ پیدا کرتی ہے، میرا بچہ تم سے اسی طرح
و اس سے چنانچہ میرے والد تم کو اپنا چھتی چنانچہ جی میری طرف سے تم بیگ نہ کیا ہو گے مگر والد شاکی ہے۔ دانا دنا ڈی
خدا سے ہوتی کہ تھے وہ اور جو ہم نے ملنا ہوئی کرنا اپنی والدہ کے خدا کا جواب ہی دینا جھول جانے پر خدا سے بھائی
لیجے کہنے جی کہ نہیں کہ اپنا تانا۔ روزی نشانہ ہے کرم سے کئی دفعہ پرستش ہو چکی ہے اور تم جو کہ کئی کہتے ہوتے تانا ہے ہو۔“
”غیر اسے یا تانا، وہ ہم کیلے میرے کیا۔“ اور میں چل چلا تھی، دنا ڈی بڑے ہوتے تانا پر کئی والد سے تانا دار۔ وہ پر کئی میں نے پیدا
کے ہیں نہ کہیں نہیں۔“

”ایک ماہ پر دنا گرو اس کے ساتھ دنا ڈی کیا تانا؟“

”میرا تانا تھیں جو کیا کیا ہے۔“

”لیجے کہ نہیں ہا میں میں دنا ڈی ہو گئی تھیں۔“

”خوشی دنا۔“

”ہو نہ۔“

”جو کہ دینا خفیہ ملانے ہو گئی، اس کو کہتے تانا۔“ دنا ڈی کی بے رحم دنا دار بڑا دنگ ہو کر ان کی تھیں لڑی کو ایچ کی کرن کی ہنسنے کے
ظہور کو کھانا میرے کہنے کا کام نہیں دنا چاہیے خوشی ایک حیرتی صفت ہے، خیم کے نظروں کو کیا ہوا، ان میں صداقت کی آواز
کرتی تانا ہم سب پر ہونا کرتے گرو کی کے خیالات جی کی تبلیغ میں خیم نے دنا ڈی کے دس سال گزار دیے تھے۔ ہادی صوفیوں میں پھرتے
کا کام دنا کہنے تھانہ میں حیرت ہوتا تھا جسے بے دم نہیں چکنا۔ جی کا چھوٹی دسی طرف دنا ڈی اور گرو ان میں تانا صوفیوں اور عاجز
نہیں ہونا چاہیے۔ اسے دنا دنا کہ خیم ملنے دنا کی تعریف کرنے وقت کی اور دسی ہو جائی کہ تانا۔ اس کی آواز دھم کرتی اور اس کی



آٹھیں بٹنی کے دو چراغیں بجایا کرتے۔ وہ اس کی تعریف نہیں کیا کرتا تھا یعنی دالوں کو سوز کر لیا کرتا تھا اس نے چاہا۔

کیا ہوا؟

”کچھ نہیں!“

پھر کچھ؟

کچھ نہیں!

کچھ کیا نہیں! یہ تو بتاؤ؟

کیا بتاؤں؟

اس کا بیوا بھگیا؟

کس کا؟

اُمی کا!

اُمی کا؟

جہیز۔

نہیں!

پھر کیا ہوا اُنکی صاحب نے آنا چاہا بھگدوڑ؟

نہیں۔ وہ تو بہت تنگ سے ترش رہے تھے۔

پھر کیا ہو گیا تھا؟

فیروز خان اُمی پر گیا!

وہ کہہ دل میں غم و حزن سے صاحب کی طرف بلی نکلا۔ وہ یہ کہہ کر ہٹا ہوا۔

فیروز خان غصہ میں بیٹھ کر سب پر۔ وہ اس قادیانی نہیں کو تم کیوں پریشان رہو۔ وہ خدا ہی قدر نہیں کر سکتی۔ تم اس کے کیا باتیں کرتے ہو۔ وہ خدا ہی باتیں کر رہی ہو۔ تم نے خود بنا یا ہے۔ جب تم بوش میں آکر کسی جیسے شے کی تعریف میں دھپلا لسانی کرتے ہو تو وہ آجیں میں لگیں۔ بے اندازے کیا کرتی ہو تم شکوہ کا نام نہیں لے سکتے تم نے بھی اس کے اندر کی تعریف نہیں کی۔ وہ اُمی کے سراپا پر گیت گاتے ہیں اور وہی میں نے خدا ہی بنایا ہے آج تک یہ سنا ہے کہ اس میں دھڑلہ بھی ہے تم کہیں اپنا وقت ضائع کرتے ہو نہ دنیا میں آجی سے چینی لڑکیوں موجود ہیں۔ جیسے سے ہیں! جیسے سے ہیں! تم کہیں اُمی کے حلقہ میں رہے ہو فیروز خان نے فقط یہ کہا۔

متم کہہ جاؤ!

آؤ فرار ہو گئی کیا ہے! تم کہتے ہو تم نے بھی بہت کلمات سے نہیں کہا کہ دیکھو تو ہو گی کہ تم اُمی پر دھڑلہ دیتے ہو کہ وہ خدا سے دھڑلہ پر دھڑلہ ہے کہ تم اُمی کی تصویر اُمی کے حلقہ لے چے پھر تم کہہ تم کہیں پریشانی و اضطراب پر میرا کہہ دینی زندگی برباد کر دے تم کیا اُسے خبر نہیں۔

”نہیں!“



عشقِ قہر کہانی

سماعت حسن منٹو

میرے عشقِ دام و گداز کو شکوت ہے کہ میری عشقِ کہانیاں نہیں کہتے۔ میرے دل و دلی ہی کہہ کر عشقِ دہشت کی پانچویں نہیں بولی۔ اس لئے وہ اہل ہاٹ ہوتے ہی۔ میں سب سے عشقِ کہانیاں کہہ رہا ہوں تاکہ دلوں کی یہ شکایت کسی حد تک ٹھک ہو جائے۔

جیل کا ام گرگاپ نے پیچھے نہیں مٹا تو اب ٹوٹ کر چلے۔ اس کا تعلق قلعہ صبر پر گراے دیا ہوا ہے۔ وہ میرا لگو ٹیڈا دوست تھا۔ ہم اکٹھے اسکول میں پڑھے۔ پھر کلاس میں ایک ساتھ داخل ہوئے۔ 'میں ایت سے ہی نہیں پروگیا' وہ دعویٰ کرتے پڑھائی تھوڑی دیر۔ مگر اس نے جاری رکھی۔ تو ہی دم لے گیا وہ معلوم نہیں کہاں غائب ہو گیا۔ صورت آتا تھوڑے ہی کی شاخ اس نے ایک پانچ توپ کی دلی سے تیار کر لی تھی۔ وہ کہا دن چٹا گیا تھا۔ دلی سے دلپس کیا یا دلی سے رہا۔ اس کے عشق لہجے کو معلوم نہیں۔

میں دماغی مزاح تھا۔ اسکول کے دلی ہی میں اس کا جی بے غور رہا تھا کہ وہ کسی دلی کی قسمت ہی گرفتار ہو جائے۔ جسے کسی گرفتاری سے کوئی خاص دلی نہیں تھی بلکہ اس کی سرگرمیوں ہی جو قسم سے عشق ہو رہی۔ برا برا مقرر کیا گیا تھا۔

پس وہ اذیت نہیں تھا مگر اپنے خدا کا ایک تھا۔ میرا مطلب ہے اگر اُسے خوب سمجھتا تھا کہ جانتے تو اس کے قبر پر ہوتا ہوتے ہی کوئی شک و شبہ نہیں تھا۔ رنگ گرا اور سرخی دلی، تیز تر تھی کہنے والا "اب کا دلی"۔ اسی لفظ سے دلی سے سب علم ہوا صحت مند۔

اس کے دل و دماغ میں ہی جو قسم تک پہنچنے سے کہ میرے پیچھے ہی عشق کرنے کی نبردست خواہش پیدا ہو گئی تھی۔ اسی وجہ سے اسے اس قدر کا مفہیم تھی میرا معلوم تھا کہ وہ

عشق پر بند نہیں ہے۔ وہ اپنے عشقِ غایت کو لکھے دیکھے اور ٹھیک سے نہ بنے

مگر اس کے برعکس وہ یہ آگ خود اپنی دلی سے لگا رہا تھا۔

اُس نے اسی کو کشش میں لے لیا۔ جیسے ہوا میں میرا مطلب ہے کہ کسی دلی کے عشق ہی گرفتار ہو جانے کے لئے تھے ٹوٹ دھڑکتے۔ جو میرے برعکس تھیں عزیز۔ سینٹ کی سیکڑوں میں فصیح فیض اس کی گھر پر ٹوٹ دیا تھا۔ وہ میرا ہاٹ اس کی کوئی حد نہ رکھے۔

میں اس سے عشقِ تمام کو لکھتا رہا کا کڑا کوئے۔ وہ خوب سمجھا رہا تھا۔ اس کے کپڑوں سے بہتری خوشبو نکلتی رہی۔ ہاتھ کی دھواں پر حسد و لکھن۔ دوست، خوب صورت اور قابلِ صحت کو فرام بولی تھیں۔ وہ ہی میں سے کسی ایک کو اپنے عشق کے لئے منتخب کرنے کی کوشش نہ کرنا ہوتا۔



ایک دن اس نے مجھ سے کہا: "معاذ اللہ! میں نے اسرار ایک رنگی ٹیڑھی سی لہجہ۔ خدا کی قسم چھوٹے آفتاب، چھوٹے ہفتا، چھوٹے چاند، چھوٹے ستارے کے لیے نکلا۔ بہت سی ڈھکیں دانی کے ساتھ، انکولی جادری تھیں۔ ان میں ایک برقی پڑوسی رنگی نے چوڑی نقاب بٹائی تو اس کا چہرہ دیکھ کر میری آنکھیں ترسو ہو گئیں، کیونکہ حق تعالیٰ میں نے وہی فیصلہ کر لیا کہ میں اب نہ رنگ و رو بہ چھوٹے اس سبز رنگ کی فتنی میں قیام پذیر نہ رہا بیٹھے۔ چہرہ کیا؟ تم ہر کچھ ہو۔"

اس نے جھوٹ کر لیا کہ وہ ہر روز صبح نکلتا کہ اس مقام پر جہاں اس نے اس کا کمرہ مال سینا کر دیکھا تھا، پہنچ جاتا کہ وہ اس کو اپنی عزت حق تعالیٰ کرنے کی کوشش کرے گا۔
اس کے لئے اس کے فوجیوں و محافظوں نے بیست سے پچاس سوئے تھے۔ ایک ہر دو سوں کے مقابلے میں تو وہ تو ان میں سے خود اور تھا اس نے مجھے بتا دیا تھا۔

اس نے سب لگا کر سوچا تھا کہ وہی وہی متواتر اس رنگی کو ایک ہی مقام پر کھڑے رکھ دیکھے اور گھومنے سے آنا شروع ہو سکے۔
جانتے گا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ یعنی وہ کیا چاہتا ہے۔ اس وقت کے بعد وہ اس کا ہوا میں حاضر کرے گا اور وہی بجوزے کرنے کے بعد کوئی فیصلہ مرتب کرے گا۔

یہ مطلب تھا کہ وہ رنگی اس کا دیکھنا پسند نہ کرے۔ دانی سے باہر نہ آوے اور اس سے اس کے غیر اخلاقی رویے کی شکایت کر دے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ داخلی ہو جائے۔ اس کی تاب نہ نہ تھی اس پر تھا۔ اس رنگی کو اس کے ساتھ بھاگ جانے کو تیار ہو جائے۔
میں نے تمام سوشل ڈرامے پر بھی غور کر لیا تھا۔ شاید ضرورت سے نہ پڑے۔ اس کے کہ وہ خود سے مدد طلب نہ کرے تاہم مجھے یہ تھا تو اس نے اس مقام پر جہاں اس رنگی سے اس کی پہلی حرکت نہ پھیر ہوئی تھی، جانے کا خیال رنگ کر دیا۔

اس نے مجھ سے کہا: "معاذ اللہ! میں نے یہ سوچا ہے کہ ہر ملک ہے، انکولی میں ٹیڑھی ہو۔ کیونکہ مجھ سے سب نہیں جانتی انکولی میں تو حق ہے، ہاں تو گنڈت انکولی میں۔ پھر یہ بھی ممکن تھا کہ اگر میں اسے زیادہ شدت سے گھورتا تو وہ بھٹا جاتا۔ اس کے علاوہ اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ وہی دن کے اندر اندر مجھے اس کا توکل یعنی حق پر موقوف ہو جائے گا۔ اگر میں اس سے نہ ہوں تو اس پر سب سے دیکھے ہفتا و گھنٹہ کا سوئے دے دیتی، تو میں اس سے کیا کہتا؟
میں نے کہا: "یہی کہ تم اس سے جنت کرنے ہو؟"

میں نے جہیزہ پر لیا۔ "یاد رہے کہ مجھے کیا رہتا۔" تم سوچو، اگر اگر میں کوہ میرے گھر پر یہ پتھر سے مدنی کہ جناب سب کو اس کا کیا حق و نامنی ہے، تو میں کیا جواب دیتا۔ یاد سے زیادہ میں یہ کہہ سکتا کہ مسخرہ جنت کرنے کا حق ہر انسان کو حاصل ہے۔ اگر ایک اور پتھر میرے ہاں رکھتی تھی کہ تم کلمہ کس کو کہتے ہو، کوئی کہتا ہے کہ تم انسان ہو۔

فخر خضر کہ میں اس میں وہی رنگ کی جنت میں خود کو کہتے مجوزہ خودی کے باعث گرفتار نہ کر سکے، مگر اس کی خواہش جہیزہ موجود تھی۔ ایک اور شہرہ رنگی اس کی تلاش کرنے والی لگا ہوں کے سامنے آئی اور اس نے فوجی تہیہ کر لیا کہ اس سے ملتی (دانا شروع کر دے گا۔

میں نے سب لگا کر اس سے فحش کتابت کی کہنے۔ چنانچہ اس نے پہلے خدا کے کئی سروے پھاڑنے کے بعد ایک ایسی فتنی و جنت میں شہرہ و نظریہ ممکن کی، ہر جہیزہ میں اس میں تھی کہ وہی۔



اپنے دل کی دھڑکنیں سلام کے طور پر مٹتی نہ رہیں۔ میراں نہ ہو جائے گا کہ یہ کون ہے تو آپ سے یوں بے حد دلچسپی ہو رہی ہے۔
 میں عرض کرتے رہا ہوں۔ کئی شام کو اس پر چلے — نہیں چھوٹا کر لیا وہ منٹ پر جب آپ صحت یمن کے ہاں ٹنگے میں سے
 نکلی تو میں نے آپ کو دیکھا۔ میں ایک ہی نظریں آپ سے ملے گا کر لیا۔
 کب پانی کی سیڑیوں کے ساتھ چکر دیکھنے میں گئی اور میں باہر کھڑا آپ کو ہی تعریف کی انھوں سے شفقت نہیں میں دیکھتا رہا۔
 دیکھنے کے بعد آپ باہر نکلیں۔ پھر زیارت نعیم ہوئی اور میں بیٹھ بیٹھ کے رہے آپ کا غلام ہو گیا۔
 میری کمر بڑھتی آئی۔ میں آپ کو اور کیا کہوں۔ میں آٹا پوسنا چاہتا ہوں کیا آپ میری قیمت کو اپنے شمن و جمال کے شایان
 شان کیسے لگا دیا ہیں۔

اگر آپ نے مجھے شکوہ کیا تو میں خود بخود نہیں کہوں گا۔ فتنہ رہوں گا مگر آپ کے ویدار سے نہیں۔

کپ کے شمن و جمال کو پرستار

میل

یہ خود اس نے میرے گھر میں ایک خوشبودار کاغذ پر اپنی دلت تحریر سے منتقل کیا تھا۔ غلام بھول دلا اور غلاموں اور غلاموں کو
 بھائیانی قوتی نے بندہ جس کا تھا۔

ہندوؤں کے بعد میل کہو سے ملو موسم ہوا کہ اس نے یہ خط اس کی ایک بیٹی کو بھیجا۔

اتفاق اس لئے کہ حق کا آغاز خط سے کیا نہ سب ہے۔

نمایا اس لئے کہ اس خط کی تحریر ہے۔ بلاشبہ اچھے ہے۔ اس نے خود کو ایک شعور کر کے یہ خط پڑھا اور اس کو بہت مسکراتا
 موسم ہوا۔

نمایا اس لئے کہ نقشبندی کر کے بعد اس کو موسم ہوا کہ اس کی ہندو ہے۔

یہ موجود بھی شروع ہونے سے پہلے ہی غم ہو گیا۔

اس کے گھر میں میرا کاٹا ہوا تھا۔ گھر سے کوئی پردہ دھڑو نہیں تھا۔ ہم گھنٹوں بیٹھ پڑھائی یا گپ باتوں میں مشغول رہتے۔ اس کی
 وہ بیٹی نہیں چھوٹی تھی۔ اس سے بڑی بھلاہر غم کی پُر صنعت تھیں۔ میں نے اس کی موی کی ایک انتخاب ہے کی سادہ صورت کی عداوتی۔
 عربی کوئی شہزادہ تھا۔ ہنس رہا تھا۔ اس کا ہم دونوں بہت مذاق مذاق کیا کرتے تھے۔

میل کی اور بھی کوششیں تھیں جب باہر کا بہت دہرائی تو وہ وہ بھیجے تک خاص کر رہا۔ اس دوران میں اس نے غنیمت میں گرفتار ہونے
 کی کئی کئی کوششیں کی۔ لیکن اس کے بعد اس کو ایک ہم وعدہ پڑا اور اس نے ایک ہفتے کے بعد اندر پانچ چھ روکیں اپنی حق کی
 بندوں کے لئے غنیمت کے طور پر شوق کر دیں۔ یہ نتیجہ دی گواہ کے کہ میں پست۔ صرف ہمارے لوگوں کے حقوق لیے اس کی تشفی ہم
 کے پاس سے ہی ملے۔

پہلے نے جو اس کی گواہی کی تھی۔ دماغی۔ دماغی میں سے اس کی اس ملک یہ اس کی غم جو اس کا اگر میں نے اس کو بہر
 نوری غنیمت سے دیکھا تو اس کے حق میں اچھا نہ ہو گا۔

دوسری دفعہ سے دیکھنے پر یہ ملک کے داخلہ والا نکلی۔



اٹھا اسی لئے اسی کی خواہش تھی کہ اسی باپ سے بیٹا و پانا گھر بناتے۔ یہ کیا ہوتا پایا بیٹے۔ اسی ہی کی فوجیائی کا فریغ ہو۔ نوکر کتنے
ہوں مایہ و عزیز کیا ہوں۔ اسی کے ساتھ اسی کی سوک ہوگا۔ ان تمام اُمم کے ہاتھ میں اسی نے اپنی سوچ بیک کی۔ بیخبر ہوا کی
دستے تلک اٹگئے وہ چاہتے تھے کہ فوجی کا مدد ہو نہ ہو۔

میں اسی باپ سے ہی کوئی نیکو دکر کا۔ لیکن اسی کی اتنی تے ایک تیر کا مقرر کر دی۔ کارٹو اور فوجپ گئے۔ دلچے کی دعوت
کے لیے مقرر ہی مہمان کا بعد دعوت کر دیا گی۔ اسی کے والدین کا رشتہ خیر لہذا میں صاحب دینا تو انجینئر بہت مسودہ تھے مگر میں
بہت پریشان تھا اسی لئے کہ وہ اپنے بیٹے دستے گھر کا کوئی نقشہ بنا رہیں کر سکا تھا۔

رضی کی باریک ۹۔ اکثر مقرر کی گئی تھی۔ ۵۔ کی تمام کو ہم دونوں بہت دور تک — میرا خیال ہے مات کے مدد کے تلک،
اے اے دالے دالے کے سختی بعد خیال کرتے ہیں کہ کئی کئی پر پہنچے۔ آخر میں یہ ہوا کہ جو ہوتا ہے ہونے والا ہے۔

۱۰۔ ہوا کہ اکثر کی طرح کو — مہمان جو میں رہے ہاں کثرت اضطراب اور کرب کے عالم میں آیا اور اسی نے مجھے و خبر
تھا کہ اسی کی اسی کی اسی کے ہونے والی کی ہوگی، مہمان حق خود کئی کر لے ہے۔ اسی لئے کہ اسی کو میں سے دہا دالے تھی،
۱۱۔ ہوا کہ اسی کے محبوب و محبوب کی شادی کئی اور اسی سے ہو۔ اسی ضمن میں اسی نے میں کے نام ایک خط لکھا، جس کی
بعد بہت دیر تک میں ہوا خیال ہے کہ مقرر ہوا کہ کھڑے اسی کے ہاں کو خود ہوگی۔

گیت ۶۱۵۴



دو باہر کی سلطنت میں

فاختہ کچھ بولتی ہے

زندگی پر کھلتی ہے

سیند سے باہر نکل کر

میں نے اُس کے ہنٹ جکتے

آٹھ پر بھول رکھے

دو باہر کی سلطنت میں

○

گئے تے کیا۔

میں نے اپنے سپرد کو مخاطب کر کے کہا چلو یہاں ناں لیں میں اپنی کیے جانتے۔
کرے میں دیر نہ کہنا عرض طارک دہا۔

پھر وہ چست سے مخاطب ہو کر رولا ہے لشکر علی زندہ ہے پکڑے تو ہیں۔

اس پر لے بہت فخر آیا۔ اس دوست کا کچھ پتہ بھی نہیں چلتا جب کہ ان کی قوت تو اتنی تھی کہ ہر دیکھنے والے کو کہے کہ یہ وہ ہیں پتہ ہر دیکھنے والے۔

گاہ میں چرچے کی بات اپنا کہ میں نے کچھ جواںوں کو گاہ میں ایک سات میں ہوا تو وہی کہ عابدہ چاند پائی پر گھڑی ہی کر بھیجے۔
میں نے سوچا چوڑی ہے تو میں بہت دیکھا جانتا ہے پھر وہ میں نے فوج سے دیکھا تو وہ خضر کا پتہ ہی تھی۔
کیا ہمارا نے پتہ چلا۔

خوف زدہ آواز میں رولا۔ چلا ہے۔

اس پر لے فخر آیا۔ چلا ہے تو پتہ جو۔ گاہ میں چلا تو پتہ گاہ میں نے کوئی جوب نہ دیا۔ سختی لہا پھر سے سگیا۔
دو بارہ گاہ تو دیکھ کر وہ سون کا قول بھیجی ہے۔

سوئی گاہ میں نہیں۔ میں نے کہا۔

نہیں نہیں آئی۔

میں نے نہیں آئی۔

ڈر گتا ہے۔

ڈر کرے۔

چرا ہے۔

کیا کہے گا چلا۔

کاش ہے۔



سوں وقت۔ یہ خضر گھنٹہ ہے کہ اس کا گشت اس قدر فزین ہے کہ جو دے لائے کہنے لگتا تو وہ سے چلا کر رہا ہے۔

اگے میں نے لے لے ایک سوار کا دیکھا کہ گھر تو یہاں سے آگے۔ میں نے اس سوار کے مطابق ایک پتہ کاٹ لیا اور پھر اس سے
پتہ پتہ اس سوار میں خوشک دیا۔ اس نے اسے مخاطب کیا۔ بفر کا باب چلا نہیں لے گا۔

مات کا اس نے لے لے لگا دیا۔ رولا جو آواز کیا چلا ہے وہ راسخو تو۔

میں نے لگا دیا تو لگا لگا کر آواز کر رہی تھی۔

اگے میں نے ایک اور سوار کو فخر کیا رولا میں سے آگے آئے وہ میں چلا سوار نا صرف ہے بلکہ تے یہاں سے اس کے پتہ

چرا ہے۔

پتہ پتہ ایک ایک سوار چلا۔ میں نے کہا۔ دیکھو اچھے لائے کہ تے میں نا پتہ کہ کہنے کہنے آگے۔ اگر ڈر لگا میں لگا ہے

کے لئے کوئی چیز کو دیکھنے تو وہ دیکھ رہا تھا۔ میں پہلے گاڑیوں سے گھبرا گیا تھا۔
اس نے میری بات سن لی۔ وہ مجھ سے وہ سارے گھر میں بڑا بڑا کرتا ہے۔ چار گھنٹے میں خوش سے لکھتا ہے۔ لکھ گیا ہے۔ خاکہ چھڑا
کیا لکھتا ہے اس نے میرا نام لکھا۔ وہ تیرہ دن پہلے نہیں وہ کہاں سے لکھا آگیا کہ پیر کے شوق سے لکھا کہتے۔ سوز و گداز میں وہی
باندھ کر لکھا تھا۔ اگر کام لکھ کر پھر پھر ہوتا ہے۔

لکھ کر دیکھ کر سر سے وہ دوڑی دوڑی آیا، جو میرے ساتھ لکھ کر آیا ہے اس کے بعد جب بھی میں ہمارے لکھا توڑ کر میں بھی پڑے
کا تھا کہ خوش سے دیکھ کر چھڑے لکھ کر آیا ہے۔ اس کے ساتھ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔
میں چند دنوں کے بعد چاہو سوز لکھتے ہیں کہ اس میں خوش ہوتا ہے۔ بولی میں خوش آیا۔

چراغ میں آیا اس سے سوز سے لکھ کر آیا، لکھ کر نہیں لکھتا۔

دیکھ کر وہ لکھ کر لکھ کر چھڑے میں پڑے ہیں تھا کہ میں۔

میں آگ لکھ کر میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر نہیں لکھ کر آیا۔ اس کے ساتھ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔
چراغ میں لکھ کر آیا ہے۔

وہ وہ دانت سے لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

اس کے بعد دیکھ کر چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

کھڑے میں لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔ اس کے ساتھ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔
وہ اس میں اس بات پر خوش ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔ اس کے ساتھ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔
کہ اس کے ساتھ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔ اس کے ساتھ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

وہ وہ دانت سے لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

تیسرے دن وہ دانت سے لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔
میں سوز و گداز سے لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔
میں نے کہا لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

وہ وہ دانت سے لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

میں نے کہا لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

اس کے ساتھ لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

چھڑے میں لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

اس میں ایک جیسے ہے وہ لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔

کیا جیسے ہے میں نے لکھ کر آیا، چھڑے میں لکھ کر آیا، وہ لکھ کر آیا ہے کہ اس کا سوز و گداز ہے کہ اس کا لکھ کر آیا ہے۔



میں آنکھیں بند تھیں۔ اے کہا کہ وہاں لوگوں سے ہٹ کر رہو۔ یہ کہا وہ چاہے وہ میری گرفت ہو یا ہوا ہو۔
چوہا جو میری گرفت سے اس کا طرفہ دیکھا۔

ہاں وہ بولا چاہے چوہا جو اور میری گرفت سے طرفہ دیکھا، لیکن آپ میری گرفت نہ کر سکا۔
چاہے کہ۔

تاگر چتے کا تو میں نے صبر کیا تھا اے کہ کہا تھا تک جا اور پھر یہ سوچا مجھے بڑا جاہل۔

جاہل نے میری طرف دیکھا، پتہ نہیں تھے کہ میں نے نام لے کر لے لیا تھا۔ میں نے کہا جاہل اس کے لئے کہ
لے جائیں یہاں سے۔

اس کا کہنا کہ میں نے جس کی ایک ہر چلکی، بولی میں نے کافی ہوں یہ کہہ کر اس نے خیر سے دو تھوڑے چراغ لکھ لئے اور گھر
آواز سے بولی کہ گھر کے آباؤ اجداد کی قبر کے لئے لکھا!

(سفر ۱۰۸۹)

میر نے بجا

وہی ہوا ہے یہ جاننا

بہتر نہ ہوں کہ کہیں نہ

خواب لکھ، جس پر

بنا ہے کہ وہی کہیں نہ

میر نے

وہی ہوا ہے

جو میرے ہاں نہ ہو جاتا ہے

خداوند، دستِ خداوند سے بچا ہے

بہتر ہوا ہے جو میرے شب نامہ کا کوئی

کھڑے گا اور، صبر نہ کرے تو میرے ہاں نہ ہو جاتا ہے

میر نے ہاں نہ کرے کہ

وہی نہ کرے کہ میرے

چلنے کا نہ ہو میرے، جان قی

ادب



میر نے بجا۔ اس کا تذکرہ

قمر سے محراب

اسماء

[illegible][illegible]

سب سے اگلی مشورت قائم تھی۔ انہوں نے غامبیہ پر قدم رکھا تو ڈانگہ گئیں جیسے پھسلنے سے گڑی میں بٹک کر انہوں نے تمام کثرت دیکھا اور شکر کے پتھروں کو قدامتاً کھاندا کہ صرف کئی عورتیں جیسے آگاہی ہی تھیں۔ تمام عقیدہ پر جس کم و بیش میں عالم گم گئی۔ فراموشی نے سپر پڑناں پر گامزدہ ہے۔ ایک ڈانگہ بھر گفت کے پانی کو گڑی پر گئیں۔ سب اپنی ہی جگہوں پر بیٹھے گئے تو وہ ایک طرف کیے بٹک کر رہا ہے کہ پانی پڑ گیا۔ پتھر سے ٹکرائے ایک منہ سے پڑا پانی کی عورت بڑھ گئی۔

نہ اتنا چمک کر بڑھیں، اسے جہ وقت میدان پر کیا کر رہے ہو، اسے بین مشرق و غم اسے مجھ ہے، یہیں کوئی بات ہے کہ
وہی منہ سے پری نکالے گا، اٹھ بیٹا، صوفے کس نے تجھے پر؟

حضرت خاتم نے فتاویٰ سے کہا: ممکن ہے ہوسیان خبیثی یا غلامی کا تاجبہ، یہی نہیں ہوتا کہ اس طرح میں کوسنے کی طرف گیا جسے ایک ایک بزم میں کھڑے کر دیا کرتا ہے۔

اس کے بعد گفتگو شروع ہو گئی۔ قہر میں رہا جانے لگی۔ عوام کی بلا بھیجیوں کا ذکر ہوا۔ پھر فریاد، انہیں جاننے میں نے سیکھو



یہ قسم کے قہار کے صورت میں ٹیٹ تھے۔ کافی کے تین بیٹ انہوں نے ولایت جانے والے ایک دوست کے ساتھ چلے گئے۔ ایک سے ملنے اور ایک کی قیمت پر دو ایک اس کا اندازہ آپ سے زیادہ کی کہہ گا۔ چلے گئے وہ کسی کے ان سے ناخوش نہایت تھے۔ وہ چلے گئے وہ خود گتوت کرنا تھا۔ یہی صاحب مدین میں غازیوں کے سوا اور بھی ایک بار انہیں کھانے کے کمرے کی چھتری غریبے کا خرچہ چرایا تو ایک دو سال کے اندر مالگوں کی آکھن پانچ ہزار پانچ سو کر میں۔ یہی کئی چھاتی تو کیا تے اس کے کر تمام کر دیتے تھے۔ اگر دو سو کو کھشت میں دے آئے۔ نیام کو کتے تو چار پانچ ہزار روپے تو ضرور بکاتے۔ اب آپ سے زیادہ کی کہہ گا کہ وہ کر خرچہ کے دم پر بھی تو اصل قیمت کیا ہوگی۔ سر سب اتنے بڑے بنگلے میں ایک پانچ سو روپے رکھنے کا بیگ نہ رہی اور دھریٹے دھکی دھکیوں کے بعد انہوں نے دلی جانے کا فیصلہ کر دیا تو ساری عمر کا کٹا دیا۔ اس نے پورے بیچ کر دی۔ بڑے بڑے انگریز انہوں اور عرب شخصوں نے انگریزوں کی گھر سے باہر نکال دیا۔ مستعد اس وقت سے کوئی پانچ سو سال کی ہوگی۔ اسے بھی یاد ہوگا کہ اس سے کچھ عرصہ پہلے گھورت باہر اٹھڑا تھا۔ یاد ہے بیٹی؟

”جی“ مصور مری۔

”اور بیٹی حضرت خاتم“ تو آٹھ نے کین ضرور کیا۔“ داپس دلی اگر۔“

باہر کا دوا نہ کھلے عرصہ صحت ختم سے ختم ہونے اندر اگر ہوگا۔“ اور چاہے وہ دوا نہ لے لے؟

”میں تو تو انشاء تو دلی میں

حضرت خاتم اور آج چھاتی تھیں۔“ بیٹی نہیں۔ ابھی کھلی ہے۔“

پھر دینا ضروری اس کا تمام بڑے ادب سے دلی کھڑا۔

مسعود کی باری رکھنے کے لئے تو انشاء نے خود صحت کیا اور حضرت خاتم کا طرف متوجہ ہوئی مگر فراموشی ہو بیٹھیں اور بیٹی ضرورت ہوئی تو کیا میں گئے جاتا۔

عام چلا گیا تو فراموش ہو گئی۔ آخر میں وہ بھی کھڑی رہی مگر دلی میں اب صحت نے کڑی ہی کر کے مسعود ضرور کیا

تو اب ایک ختم ہوئے میں نہیں کیا۔ اور جس کو کتے میں چاہتے۔ کڑی ہی کر کے میں تھیں پڑی ہیں۔ مصور اور میں کی اور بات کی عادی

تھیں۔ سر سب عرصہ چھتری جو آپ کو یہیں غور کر رہی تھیں وہ ہم دونوں ہی کو دوا ہو گیا۔ کا نتیجہ یہ پیزلی میں نے لے کر دلی میں انہیں

تزیین سے لگائے کا سب سے مصور کا ہے۔“

”بھائو، بھائو، بھائو“ حضرت خاتم مری۔

”سبحانی تو سب کچھ ہے۔“ باہرانی۔ اور ”جیسی تو کدو کی سے ہی زیادہ بڑی سے کام کر سکتی ہے۔“ وقار اپنے نکاح کی بھست بکڑا

تغز نے لگا۔

داپس وہیں خانے میں اگر سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے مگر مصور کھڑی رہی اور سے کھڑا دیکھ کر وقار میں بھر پڑا کہ کھڑا کھڑا ہوا پھر

فراموش لے گیا۔ ”اور کھڑی میری بیٹی بید کے بیچے آئے ہوئے ہیں۔“ صبح سے دلی چلا گیا۔ ابھی ہے مصور کو عادت دیکھنے کی کہ

انہیں سنبھالے پاس سے پیٹنے کی کڑی سے مان دیں گے۔ چھوٹے چھوٹے سے ہیں۔“

”اس دلی کوئی نہیں۔“ حضرت خاتم مری۔



وایک ہے۔ حضرت خاتم کے یہاں رنگ کر دینی تھی۔ دوسرے پہر انھیں پڑھنے کے لئے اپنے دوپٹے کا پوڑا لگا کر دوپٹے کو ہمیں انھوں نے لٹکے نہیں دی گئی تھی کہ وہ قرآنِ عظیم کو پڑھ سکیں یہاں تک کہ دیکھ گئی جیسے گھنٹہ گھنٹہ میں۔ ستر گھنٹہ پہلے ہی میں۔ ”یہیں“ وہ ایک نام تحریر کر گئے۔

عشرت خانم باورچی خانے میں داخل ہو کر نور الدین کے پاس پہنچ گئیں۔ نور الدین کے ساتھ ہیر شیشے پر رہے تھے اور وہی انہوں
میں سے رہتا تھا جسے نورجی کہتے تھے۔

رکاب سے ایک غوی بہت گرا ہے: "عشرتِ غافلے کیا، نیچے بیڑیوں میں اُگ ہے۔"

نور احمد شفیق پر اٹھ لکھ لکھیں تو ان کی ریٹھ کی قمیض میں سے چٹا کر ٹانگ کی دھڑکی کا ادراپ اُٹھیں جسے تیرنواں چٹکے شفیق نے ٹوٹا کر رکھی تھا۔

حضرت خافتمز میں دوپٹہ کا ایک پدماٹھنے اور دوسرا سر پر لٹکے بغیر چند سرسبز پائے لٹکائے۔ پھر بڑا گڑبڑا دیکھا، فوراً سنا، دوسروں کے بغیر بڑوں کی حوٹ میں سرسبز کے چنگے کے سپاہی کے استراحت تو کر لیں، جب وہ حضرت خاتم کے قریب آئیں تو انھیں لڑکا کر اڑائی ہوئی لڑکی کو حضرت خاتم نے اپنی بات سے پکارا کہ کدیاں، پھر انھیں اپنے مخالف کھڑا کر کے سڑک میں سے دوڑا گاڑا اور کہانے کہانے کے چبھنے لگے۔

”جو توں مدد لینے ہیں حضرت خاتم“ نور اللہ کی کہیں شہ سے گودا آئی“ پر یہ جواب کی غصی۔“

فرہند اُسے کہہ کر دیکھ بیٹھوں کو کہہ کر اپنے کسی نے وہ دوسرے ہر ملک سے سی۔ فرہند، بیڑا کی تیزی کے ساتھ چلے آئے مگر جب تک وہ بیڑا چل رہا تھا۔ ایک ڈکے سے وہ جان کو کھتے ہی کرک کر کہہ دیا "بھائی، سلام، کیا ہاں کبھی ہی ٹری کر عجب جہاں چھوڑا گیا تو کھو رہی ہے۔ بنا دیکھ کر کہہ سکتی تھی کہ ایں اور صوبہ اور پھر ہے بے شک اس کا کچھ نہیں۔ تین اور جہاز دیکھ کر میز پر ہم کئی ہی دیکھا تھا کہ کچھ ہے۔ صبح سویرے سڑک سے اس کی جہاں آ رہے تھے۔"

نور احمد، امیری پریس پر چلے کوٹھنوں میں جوت کھڑی تھیں۔ انہوں نے عربوں کی شخصیت سے اچھا لگا۔ ان کا دھڑلے سے دھڑکنا
 خدا کے چہرہ لگا۔ نور احمد، امیری پریس پر سے گزری۔

[illegible]

شہزادہ بہادر شہنشاہ عالم گزشتہ روز صبح ۱۰ بجے کو اس کے چچا کے محل میں

”خداوند سبحان ہرگز ہی اس نائنے کا درگاہیں: مشرت خانم نے فریاد کے پاس آخری بیوی پر چمکتے ہوئے کہا: ”اے کچھو کچھو“

[illegible]

کر رہیں۔ یہ تو تہذیبِ انسانی ہے؟

ڈیڑھ سو کم کے پٹ لگے تو مشرت خاتمِ صدائے ہند کے پٹے لگیں۔ پھر وہی طرح انتہی پر لڑھکی اور خرافہ، سب سے کم کو لیں۔ اسے بہنِ خرافہ ہند کے پٹے پٹے کیا۔ جس کی بات نہیں چاہے اسے بہن کیا۔ جس کی بات نہیں ہے کہ انسان اپنے گھر سے نکل کر کسی دوسرے کے گھر جانے تو اپنے ہی گھر جانے لگے۔ اور بہن۔ میری سمجھ میں اپنے گھر سے پہلے گھر تو اپنے ہی گھر جانتے تھے۔

اب تو اندھ ٹھکل کر سکوا رہی تھیں۔

باہر کا رشکٹ ہوئی اور ڈیڑھ سو نے ڈھنٹ کا بازی دیا تو دھڑ بھٹ کر وہاں خاتمے پر آیا۔ تمنا ہی، کار و تہذیب ہی ہے؟

”ہاں ہی ہے تو جانے دو؟“ مشرت خاتمِ لہجہ: ”کیا یہ تہذیب سے باہر کی کامیاب ہے؟“

دیکھ کر مجھے ہٹ گیا اور خرافہ پہلی بار تعجب وار کہ مشرت خاتم سے ہٹ گئیں۔ دھڑکی نہیں دھنسا رہا ایک باہر کا رشکٹ خاتم کے صدائے ہند سے پرستھ لگے وہاں وہ رچی پرندہ چلا کر قہقہے کی گولی گولی میرا نرینہ آنکھوں سے دو ٹوٹی کر دیکھنے لگے۔ اور پھر بیٹھ کر کے اپنے سر پر مسکراتے ہوئے چلے گئے۔ وہاں وہ رچی جیسے لڑی نے ڈیڑھ سو کے نیچے ہوا ٹوکا تھا، دیکھنے کے بعد اسی میں سے کہو تو نکال پڑا ہے اور مشرت خاتم اب یہی تھیں۔ اسے بہنِ خرافہ سے تو پہلے میں ہی پڑ گئے تھے۔ تم تو کھلی ہو، میں سرخو پر ہوا ہوا ہے۔ جانے تو ہے سے کیسے پٹے اور گھر سے چھٹ نکل آتے ہیں، اسے لے کر آیا کہ آج ہے آپ پر، آج نہ تو آپ کو گھر پر ہوا ہی جانے لگے۔ غرض برا نہیں ہے۔



نکتہ ۱۵۹ء

اے ہوائے غمزد جلالِ جل مجھے خاتمِ آب سے پار کر
مجھے تو رُشاخِ سکوت سے کسی موجِ تند کا پار کر
جو بلا تہِ خواہشِ خون میں مجھے اس تپا کر سے دور کر
جو بنا ہو سنگِ فساد سے نہ وہ شہرِ میرا دنیا کر
علیٰ

گوندنی والا تکیہ

نور محمد

خدا خدا کر کے دل کا ٹولہ لانی سزاختم ہوا اور میں اپنا سوت کس اور سبک اٹھا مسافروں کے چلتے سے نکلا اور اپنے قہقہے کے پھینکے سے استغیثی پر اتر پڑا۔

میں ایک طویل مدت کے بعد اس خطرناک زمین پر دوبارہ قدم رکھ رہا تھا جو میرا آبائی وطن تھا۔ مگر سڑک ٹھکن، سڑی اور بے ٹولہ کی وجہ سے دل دواغ پر کی ایسا بوجھ تھا کہ نہ تو وقت، اوس نے میرے دل میں سوز و گداز کی کوئی کیفیت پیدا کی اور نہ وہ عرواقِ مسرت اور آہنی آسودگی حاصل ہوئی۔ میری دلچسپی ایسی آخیر پر ٹوٹا تو گویا کوہِ بکرگت ہے۔ اس کے برعکس میں یہاں اگر ایک اجنبیت سی محسوس کرنے لگا تھا اور دھا بھا تھا کہ جلد سے جلد منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔

میں دیکھا ہی نہیں تھا کہ وہ کاسا یہ سروسے آؤ گیا تھا اور جب والدہ نے انتقال کیا تو میری طرف توجہ باندھ کر ہی اس وقت سے دل نہ اٹھا کر گیا تھا۔ نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن۔ انٹنی جو بیٹی تھی، دل میں کھٹکیں تھیں۔ سروسے آکر وہی کہ وہ میں ایسی سمانی کہ ایک بات بچکے سے گھرے ٹکڑا کر بھڑا ہوا اور جب مرزا آغا چل دیا تھا۔

سیاحت کے شوق اور معاش کی تلاش نے مجھے سنگ سنگ کی جنگ چھڑائی تھی اور اسلام آباد میں مسند پارک ایک علاقے میں جا کے اترنا تھا۔ جہاں سے کہ وہ دست یا فروخت حاصل نہیں کی تھی۔ سموتی تھوڑے کا کاروبار تھا۔ گھر میں اس میں کچا رہی بڑی بڑی بیویں تھیں۔ لیا تھا کہ نہ نکلنے سنی تھی نہ چھوڑتے۔ میری سہ ماہی میں وہی کر لی تھی جس نے اور لگا پانی میں بیڑیاں ڈال دی تھیں اور نہ ہی کا بوسہ دیا گیا تھا۔

اب ہر جگہ کوئی جیس بھیجیں ہر کسی کے بعد یعنی ہم کا وہ باری آئو کے سلیسے میں میرا دل کا پیکر لگانا ناگزیر ہو گیا تھا تو میں نے سوچا تھا کہ لایس پر اپنے تمام محو کو ایک آنسو دیکھتا چلاؤں گا۔ میرے اس عداوتے کو جس وجہ سے اور ہی تحریک حاصل ہوئی کہ اس قہقہے میں ہادی کہ کوئی جاننا نہ تھا تھی کہ نہ فروخت کی بات نہ جیت ایک عرصے سے ہو رہی تھی۔ لکڑی کٹا کر کے دکان میں بی بی سائل تھا اس سے میری عدم موجودگی میں اس کی چھین بڑھ چکی تھی، لہذا اس سلیسے میں میرا بیانا کا عادی ہو گیا تھا۔

اس کیس میں کسی کے حوالے کر کے میں جو میں نے اب ہر گز ادا تھا قہقہے کے استغیثی میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی، اب استغیثی سے اسر تھکے ہی جیسے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی نئی جگہ پہنچ گیا ہوں۔ قہقہہ پھینک کر نسبت بہت چھل گیا تھا جو علاقے میرے بھائی میں تھا۔ نہ کہ سوئے تھے وہاں اب چھوٹے چھوٹے بازار بن گئے تھے۔ عرواقِ پس پس ہو گئی تھی۔ استغیثی کے ہر بیان کی کھڑکی کو اس کے دل سے لے جاتا تھے۔ نہ کہ وہ تین آگے والے طور پر جاتے ہوئے پھینک دیتے ایک کو اس کوئی کا پتہ بتاتا اس میں خبر نہ کی دیکھنے سے بچے جاتے تھے۔

کی تھی اور ایسا حضور صاحب اس کے سنگے لگنے کے سوا ہو گیا۔ جاتیہ دیکھ کے دوسرے دکان کو جو میرے چہرے پہنچا رہا تھا



اور ان میں راجست کے سلسلے میں یہاں آیا تھا۔ دونوں حکام ایک جگہ سے کرائے پر آٹھا بیٹے گئے تھے۔ کیونکہ میرے بعد میرے اقربا نے بھی رفتہ رفتہ شہروں کی سبکدوشی اختیار کر لی تھی۔
 دونوں حکاموں کے آگے ڈاکو نہیں آیا لیکن جیسے تو یہاں لڑنے کے حکاموں میں بھی آ کر تھیں۔ ان کے وعدوں پر ان کے یوید یہ وعدہ پستہ کرنے سے ان پر چار پانچ بچے، اقرب قریب ایک ہی طرح کے میلے کپڑے، موٹر پینے، دلیروں پر شیشے کی ٹینکے تھے۔
 لکھنے لکھنے بھی ایک بچے نے نہ جانے کس جوتے کے ماتحت، اپنی ٹینک بھرتا شروع کر دیا میں مجھے سے اختیار مسکرا دیا، جی میں کیا ان بچوں کو کچھ پسے دوں، مگر ان کو لڑنے کے شایاں کے لیے باپ بڑا باپ میں نے ہاتھ دیکھ پایا اور میرے ہاتھ اس کے سر پر ڈھیر کر دیں آخر تمام آٹھا آٹھا ہوا لنگ بڑھ گیا۔

میں یہاں پہلے میری گڑھا تھا مگر اس واسطے وقت میں میرا تمام پیسے میری نظروں کے سامنے سے چور گیا تھا۔ اس بچے کی مصروفیت نے راجست کے حکام کو سوچ سے محروم رکھا، کیونکہ آٹھا دیا تھا، میرا دل حبیب جوتے سے بھر گیا تھا۔ چاہتا تھا، اب اس کو کچھ کاغذ کر دیا، لیکن میں نے جلد ہی اپنے پر قابو پایا، کچھ دیکھ کر کوئی بھی اس کے لیے میں کوئی خاص تحفہ نہیں دے سکتا، یہ قریب قریب ویسا ہی تھا جیسا میں اسے چھوڑ گیا تھا۔

جہاں سے گھر سے کوئی دوسرا گھر کے ذریعے ایک کھلا میدان پر آکر تھا، میں ہم لڑنے اس کو لے آنے کے بعد کہہ دیتے تھے اور میں وہ نہ لانا کہ میں تھا جس کو کوئی نہ لانا تھوڑے تھے کیونکہ اس میں کوئی نہ لے آئے وہ میرے تھے۔ ہم لڑکھیں میں اکثر ان دونوں کی چھانڈ میں کود کرتے تھے اور کوئی نہ لانا تو وہ دونوں پر چڑھ کے کوئی نہ لڑنا کرتے تھے۔ ٹیپے کا مانی میں کوئی نہ لڑنے سے کہہ دیتا نہیں کہ تھا، اسے سب کچھ کوئی نہ لڑنا شروع تو نہ تھا، بہت جلد ہی میں کوئی نہ تھا اور کچھ کچھ کچھ میں بھی لڑنا تھا اس کو نہ لانا وہ بھی تھا کہ ہم کوئی نہ لڑنے کے جہاں سے کوئی نہ لڑنا کہے، جہاں میں اس نے ہم سے کہہ کوئی نہ لڑنا تھی۔ مگر اس قاعدہ کی بڑی سختی سے پابندی کرانی ہوتی تھی۔ مگر معلوم ہوا کہ کوئی نہ لڑنا آئے، وہ کہتے تھے کوئی نہ لے گیا ہے تو اس کا خلیہ بند رکھتا اور پھر بھی نہ دیتے تھے چڑھنے نہیں دیتا تھا۔

کئی مرتبہ وہاں دونوں نے کوئی نہ لڑنے کے حکم میں اپنی دونوں کے چلے کا خشک بیٹے کے لئے آئے خاص معقولہ قیمت پر تکی کاغذیں۔
 گمان ہے کہ یہ معقولہ نہیں لیا تھا، وہ کہا کہ یہ تو لے کے چوکی کا مال ہے۔

یہاں سے میں نے سیدھا علی گئے گاڑا کیا، مگر وہاں اب ایک چارو جلدی بنا دی گئی تھی۔ میں نے اس کے دوران سے کے اندر جا کر کر دیا تو ایک مدد سے کے سے آکر وہاں لے گئے۔ ایک لڑکا اب ہر گز دم تھا۔ میں نے اس سے کہی چلا۔
 "لڑکیاں کوئی نہ لڑنا تھوڑے چارو تھا وہ کیا ہوا؟"

لڑکے نے میں کہ کر کوئی نہ لڑنا کہہ دیا۔

"کوئی نہ لڑنا؟ چہ؟ کچھ نہیں دیکھا؟" دیکھا تم میں سے یہاں ہونے لگے؟

"کہا نہیں۔ وہاں تھے لوگ تو ہمارے وہاں ہمارے ہی گھر ہے۔"

اس میں ایک غرض میں اس سے گھر سے تو میں نے ہی سے وہ پانچ لے گیا۔

"کیوں غرض یہاں جو کوئی نہ لڑنا دیکھ کر تو کیا ہوا؟" ان صاحب نے مجھ پر سر سے ہر رنگ ایک نظر ڈالی اور فرمایا:

"آپ شاید بہت وقت کے بعد یہاں آئے ہیں؟"

"ہاں، یہاں آئے ہیں۔ کوئی نہیں برسی کے بعد؟"

"نہیں، صاحب وہ کچھ بڑا ہی لگا تھا۔"



اگر تہمت نہ ہو تو ذرا اس کی تفصیل ہے، اگر کہیں۔ یہ سنوئی ہیں جان، ایک زمانہ کی کہے ہیں گویا ہوتے۔
 چہندہ دیکھو مولد برس ہوئے تھیں اس لئے کہ تھوکی کا انتقال ہو گیا، بعد اس کا ہم تھیں اس کا۔
 نہ لگتے رہا نہیں کہ میں نے کیا۔

”ہاں ہاں وہی۔ وہ تو بہت چھٹی لکھی اس کے بعد جو لوگ اس لکھنے پر تامل ہوتے وہ بچے نہیں تھے۔ نتیجہ کہ یہ
 اچھا خاصہ لکھائی کا ادراک ہی گیا۔ اس پر پہلے وہ بچے کیا تھے اور تھیں، تو ان کا ذکر کہ جسے دلوں نے آج بھی مشہور کر کے اس
 کی جگہ ایک حد سقا قائم کر دیا۔
 وہ اس لئے کہ میں کسی بزرگ کا مراد بھی تو ہوا کرتا تھا؟

میں ہاں مستان شاہ کا۔ وہ مراد بھی وہ ہے کہ میں نے اس سے جو وہ ہے مگر کسی جہاد کی بنے کی اجازت نہیں۔ وہ ہے کہ سفر
 خود ہی اس کی دیکھ جہاں لکھتے ہیں نہ

”گوئی کے وقت تو کوئی ایسی دینے گئے ہوں گے آ

”ہی ہاں فقط ایک دہن دیا گیا ہے جو مستان شاہ کی قبر پر ماریے گئے ہوئے ہیں

میں سوان بزرگ کا بڑی گورنری سے لکھنے کا کیا وہ دے کے اللہ داخل ہو گیا۔ مگر میں پتھر ایسٹ کا فرض تھا میں
 کے ایک گوشے میں ایک چھوٹے سے گوندی کے پتے کے نیچے ایک قرعہ لکھی ہے بزرگ کی ایک یاد ہے اس کا دوسرے دہلی ہوئی
 تھی سب کی سب کے ہوتے بھول رہے تھے۔ میں نے قرعے کے سامنے کتبہ ہو کر فخر بھی، پھر اس کے کچے تھے میری پس بولی کو لکھ دیا۔
 یہ کہ تھیں میں پتھر تو حد ہے کہ بڑی مراد کی لکھ رہا تھی۔ اس لئے کہ اس کے لئے دل میں رہا تھا۔ مگر میں فیصلہ لایا
 کو اگر ام نہیں دیتا، شاید اس زمانے کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ اپنے فیصلے میں حق پر جانب ہوں۔ ممکن ہے میں اس
 زمانے میں وہاں ہوتا تو کسی کی کاسا دیتا۔ مگر اس میں میں نہیں کہہ سکتے کہ یہ عرب خراب کا مونس اور سارے فیصلے کی تعریف کا تھا۔
 میں نے وہ ہمیشہ کے لئے مرموم ہو گئے تھے۔



وہ علی اصحابان تھے سے میری دل کے پیچھے سروں میں اللہ ہو، اللہ، علی شان اللہ کا خضر جہاد ہو نا۔ وہ تو ایسی تفصیل، وہ بہت جانی
 کے مشاعرے وہ مرفوعہ کی پایاں وہ گورنری کے مقابلے وہ گوندی کے پتوں سے لکھے ہوئے پتوں میں میری تھوکی کا ’سوان میری تھوکی
 چھپانا، وہ پتھر کو پتھروں کی چھائی میں کہیں شہر کی باری ہو رہی ہے، کہیں میری تھوکی جادو ہے۔ کہیں کوئی تو مشق شہر کی مشق کو
 دیا ہے۔ پاس ہی ہے اور دیکھنے کی گولیں سے کھیل رہے ہیں، اکیلی کئی اکیلی کسی حرارت یا ناپوں خود پھانے پر بٹوں میں سے کوئی اگر
 ایک آدھ چپٹ لگا جاتا ہے اور بچے جہیز میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

اور میری لئے کی جان اس کا بالائندہ سدش کے جہیز بزرگ بزرگی سکون کی مالا پہنے سردی ہو گیا ایک کٹی ہوئی کالی گولی میں
 ہم بڑے ہم کو چھپاتے کہیں فضا نہ کہیں دیکھنا مگر جہاں میں ہر گورنری تو اس کے لئے مستعد
 شام ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ شہر کی ہی رہ گئی تھی۔ میں نے جیل دشمن میں کی تھی کہ کوئی کر کے کہ ہم تاریکی سکون میں تھی۔

میں نے شام پر کہیں ڈال دیا تھا اور کسی پر بیت لگایا تھا گوندی والا کھو رہا ہے، یہی کہا کہ میں نے اس کے ساتھ ایک کھمبہ میری سکون
 میں پھر دیا تھا۔
 (دول کا ایک باب)

جب سنت رام نے بیلن اٹھایا

اور پتہ نہ لگا

سنت رام برادر کو کہہ رہا تھا۔ میں سلام دلاؤ گی کا رشتہ تھا۔ میرے چاک کے اوپر دھڑکی مڑی تھی۔ پہلے دسے ایک منٹ ہی بچے کے ہاں وہ کام کرنا تھا۔ کھانگڑے کا پہلے دلا تھا۔ کبھی خود پر دھڑکے میرے پاس پہنچا تھا اور اسی نام سے میرے چہرے سے کام کرتا ساڑھے پانچ اٹھ گائی پانچ تو میری بات اور مضبوطی کوئی لیکن میرا ہنسنے کا ہنسا۔ بیلن کی تو کبھی کا کھٹو پر نہ اٹھا۔

ایک دی پر اسی کی کہ شرم کی کریں اپنے دروازے کی پر کھٹے میں کا کھٹا ہوا۔ تب ہی سنت رام میرے سامنے سے بھاگتا ہوا گیا۔ کیا بات ہے وہ میں نے پوچھا۔

”یہی کہ صگرا ہو رہا ہے۔ ابھی ناگرتا ہوں؟“

پہنچ ہی سنت رام۔ دلی والی باگلی معلوم ہوا کہ پڑوسی کے بسو کی چوٹی پر ہی آئی ہے وہ تو کہ چھوڑے کو بڑا پریشانی کا ہے۔ اسی ہی اس نے پھر اسے کو لائی دی۔ چھوڑا جو ہی ہے۔ اس سے براہ راست نہیں ہوئی۔ اس نے احتجاج کیا تو پڑوسی اس کو لائی تھے دھڑکے ایک تھپڑ اس کے منہ پر لگا دیا۔ چھوڑے کے پاس صاحب مانگا تو کہنے لگی کہ چندہ دن کا خوشی دے بغیر تو ہاکیہ کھٹے سے ہاکیہ کے خند کی تو پڑوسی اپنی لڑائی کے مد کو لایا۔ چارچ تھپڑ اس نے جڑوئے۔ خرم کی کہ پڑوسی کھٹے ہو گئے۔ لیکن کھڑے ہو گیا ہے۔ چھوڑے نے چندہ دن کام کرنا منظر کر لیا ہے اور بسو نے چندہ دن کے پورا کھٹے دینے کی بات مان لی ہے۔

”سالامی اٹھ کا گرو جی ان ہے؟“ سنت رام نے کھٹے کے کپڑے سے کپڑی عورت سے بڑائی کی۔ ”خیر پڑوسی گایاں کھا کر بوسہ دے دے لگتا تھا تو کام تو میرا لگتا تھا۔ دی چندہ دن کی پگڑا چھی کو خیرت؟“

میں جیوت سے سنت رام کی عورت کو کھٹا لایا۔ میں نے کبھی اسے بندہ کو اسے پہلے دلا تھا۔ لیکن اس وقت دسویں دن کی کھڑکی تھی لکھ اس کی کھٹیں میں دل لگتا ہے۔ پڑوسی نہیں لگتا ہے تو آئی پھر کرے گی نہیں خود اس کی مانی ہو۔

”اب تو صاحب پر ہی ہے۔“ پتھر میں او لگے کہ ضرورتوں نے خرم کی تمام گری نکال دی ہے۔ چارہ نہیں میں کھڑے پڑوسی کے کھٹے میں؟ سنت رام کہنے لگا ”ورد جب میں ہی چھوڑے کی حرکت ایک ملکی نے پڑوسی کھٹے لگائی دی تھی کھٹا لگا رہا تھا میں نے بیلن اٹھا پدا۔ وہ بھاگ کر کھڑے نہ کر لیسی تو میں اس کا سر پھینڈو رہا۔“

انھوں نے کہا ہے ”خیر بھلا کر اس کا نہیں دانا ہا سکتا“ کبھی میں کھٹے میں اس کی شخص نے اس کو دھڑک کر اس عورت میں کر دیا ہے کہ ”سب پر پگڑا سے متا نہیں ہوتا“ ”میں تو شخص کو حاجت اور دواں دہائی کا کھٹے تھا وہ آتا تو اس میں پر لگتا ہے۔ اس کا کھٹے بیلن تک نہ تھا۔ بیلن کی بات اس کی میرا خوشی تھا۔ میں نے پچھا“ بات کیا ہوئی تھی سنت رام؟

نہ لگا۔ بیلن کی مصدح میں تو وہ



”یہ نہیں صاحب“ وہ سامنے کے مکان کی بیڑی پر اٹھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ میں ان دونوں پر اپنا ایک جیسے صاحب کے گھر کو رہا تھا۔ جس پر کی عرضی، خون گرم تھا، کام سے کسی ہی نہ ہوا تھا۔ اور سوائس سامنے چاہو تو ہاتھ دنگا تھا۔ میری ان صاحب کے دفتر میں بیڑی تھا۔ ان کو پتے پر ہی کی ضرورت تھی۔ ایک جیسے پر ہی میں کام کرنے کی وجہ سے میں بہت اچھا کھانا پکایا تھا۔ اپنے بچے کے اندر دیکھ رہی تھی ان کے ال ٹوکر ہو گیا۔

صاحب دیکھ کر کے کھڑی تھے، ہاتھ دنگا سو پیر جھین پاتے تھے، اور بڑی باقی قسمت کے مالک تھے۔ ہم صاحب ان سے عمر میں بہت کم تھیں، شروع فرما، اور غصوں، لوگوں کو تنگ کرنا تھیں۔ جب سے ان تھیں کہ ٹوکر دنگا کی تھیں، کام شروع کرنے سے پہلے ہی نے سامان غصوں ہی صاحب سے کہہ دیا تھا۔ صاحب ہم کام دیں گے، گرفتار نہیں دیں گے، اور یہ کہا پکھنے کی بات تو آپ کی بات کو سمجھنے میں میں کہہ دیں گے، ایک بار پتہ چل گیا، پر کام بگڑے تو کہتے، پیسے ہاں کا تھا، ان پر ہاتھ تو لوگوں دیتے، لیکن بطور گالہ ہم دیکھنے لگے، یہ دیکھنا نہیں غلو، پاس دوپٹے تلوار دیکھتے۔

صاحب کو میرا دلکشا ہے، میرا ہند تھا، ابھی ان سے کوئی شکایت، رخصت لیکن ہم صاحب ان کی تیسری بیوی تھیں، اور غصوں کی کسی جھڑپ نہ تھی، ان کا دماغ ان کی حالت تھی۔ ایک دن میں رہا سائی میں رہا تھا کہ انہوں نے پوچھا۔ ”پانچ دوپٹے کا نوٹ، لکھا تھا کیا گیا؟“

میں نے کہا ”دیکھا نہیں؟“

انہو بہت بڑوں، اور گھس آٹھ سنٹ بکھنے۔

میں نے کہا ”یہ تو پانچ سو سو ہے، پانچ سو ہی بر تو میں غلو کیا نہیں...“

چنانچہ بڑی ہوس سے، پیسے کا اٹھانے کے لئے ہی، کیا بکھ ہے وہی...“

لیکن گالی بھی ان کے بر تو ہی پر تھی کہ میں چلو، ”کیا گالہ دی آپ نے، اور میں انہوں نے چوتے تھا۔

انہوں نے کہا کہ وہ روزہ بند کر لیا، اور اسی وقت تک، دیکھو صاحب ملک صاحب دیکھتے، کھانا کھانے میں وہ بہتر نہیں لگتے۔

سنٹ ہم ٹیپ ہو گیا، لیکن میرا غصہ اس کی انتہا پر پہنچ گیا، میں نے پوچھا تو صاحب کہہ کر لے نہیں؟

”میں نے اسی سے کہے ہی کہہ دیا تھا“ سنٹ ہم وہ۔ ”ہم صاحب نے چھی گالی اور بڑی بھاری گالی دے ڈالی ہے، ہمارے آپ

میرا بڑا تھا، اور جاتے تھے، میں کیا بوجھا، آپ میرا ان کے میں شجی دے دیکھتے، جتنے دن کام کیا ہے، اس کی تو اور دینا ہی دیکھتے، دونا

چیزیں دیکھتے، ہانگر سمجھانے پہلے جاتے گئے؛

صاحب دفتر سے آتے تھے تنگ ہوئے تھے، انہوں نے میں لیا اور کہہ دیا، ہوسے جب ہم صاحب نے ان کے ہند پاتے پر

دھان لکھو، اور ہی شکایت کی تو انہوں نے مجھے بولا ہوسے ”میں نے تم کی کہہ ہے تھے؟“

”دو ٹیپیں دیا تھا؟“

جب ہم صاحب کو کھاتے ہوئے ہوئے ”میں تو اس کے ہاتھ ہی میں تھا، وہ تھیں اس سے دیکھتے غلو کی ہی کیا تھا، میں بات چہ

نہ سنٹ رہا، انہوں نے کہہ سے پوچھا۔

”کی؟“ میں نے ثابت میں سر جیا، اور کیا جواب دیا، وہ کہا کہ وہ دنگا دنگا کر تھیں تو میں سر توڑ دیا۔ لیکن صاحب کی بات کہ



سے تودھرائی۔ میں نے کیا کیا تھا اس پر بھی ہمت تو ایک عرصہ میں نے نہ کی تھی۔
 سنت، رام پر شپ، برگیا، پٹھانیشا، دجہانے کے خیالات ہی کھو گیا۔ اور میں سوچنے لگا کہ عجیب انسان تھے وہ۔ میں تو لوگوں کے
 حقوق کا درجہ دست میاں کرتی ہوں، لیکن اگر میری جی کی نفس کے وجود کوئی ٹکڑا اس پر قائم تھا تو مجھے تو اپنی تمام انصاف پسندی کے
 باوجود اس کا سر توڑ کر رکھ دوں۔

سنت، رام اٹھ کر کھانے کا تھا کر میں نے پوچھا: تو اس دن وہاں سے لوٹی چھوڑ دی تھمے؟
 "ہاں نہیں، صاحب نے مجھے نہیں چھوڑا۔ اس واقعہ کے بعد تو میں وہاں پر ہی رہا۔"
 "تمہارا صہنے کچھ نہیں کہا؟"

انہوں نے دروازہ پر تنگ کوٹنے کی کاشتلی کی، شکایت میں کی، لیکن پھر قہر ایسی رام ہوئی۔ کو..... کو..... کہ ابھی آپ
 سے کیا کہیں؟

آخر ہی قہر کو کہتے کہتے سنت، رام اپنی مدد پر حرم کے باوجود شرمایا گیا، ہونٹوں پر آئی ہوئی مسکاسٹ کو دیکھ کر اور آنکھوں میں کو نہ دینے
 والی چمک کو دیکھ کر شرمائے ہوئے وہ اوپر بھاگ گیا۔

اور جہاں سے سنت، رام نے اپنی کہانی ختم کی وہیں سے ایک اندازہ اپنی ٹریڈری آہستہ آہستہ میری آنکھوں کے سامنے کھلی گئی۔

اگست ۱۹۴۸ء



سے رمانوں پر تالہ ہو
 جب مڑے سڑوں کو
 میری روح کی نرم روی کے
 آگے ہی آگے ٹر جھنے سے خوف آیا
 تو تم کو زخیر سے مار دے
 کہتے بھی مدد تو توں نے
 مجھے مارا، بیٹھا اور گھیشا
 چروہ لے گئے ایسے حیراؤں میں تھے
 جن میں دن تو دن ہی رختا تھا
 ناہیدہ کا سی

مکس ٹریڈنگ ناہیدہ کا سی

میں نے اس کے لیے اپنی پانچ دکانوں میں سے چار دکانوں کے اندر بیڑے کر رکھ دیے تھے۔ بچے سو رہا تو ان کی شکل میں نہیں تھا۔ خیر اور ان کے دکانوں میں دوائیں، آٹا اور دوسری چیزیں تھیں اور وہ ان کے بارے میں کوئی سوچتے نہ تھے۔ صبحت حاصل کر چکا تھا۔ میری دکان پر توں اور پانچ گریٹ کی حق۔ اس سے ملنے دکان میں ٹوٹی ہوئی، اٹھائے اجارہ، جام اور اس قسم کی چیزیں دستیاب تھیں۔ پانچ گریٹ کی دکان کا نام دار اور بیڑے تھا اور وہ ٹوٹی ہوئی اٹھائوں کی دکان میں فروخت ہوتا تھا۔ ان دکانوں میں بھی بیٹھے اور وہ حق ہو پر انہیں پچھنے میں نہیں آئے کہ کوئی شکل پیش نہیں کی تھی۔ البتہ پانچویں دکان جو انتقال حنفی کا تھا۔ یہاں وہ صحت بخار دکان کی چیزوں کی گڑبائی کر سکتے تھے۔ حنفی کا کام کرنا اس کے لیے کامیاب نہیں تھا۔

حسین احمد مختار پر بیٹے کرنا ندادوں کی کچی دیر کے لیے دے دیں نہ خدا ایک ملنے کا تصور تھا۔ اس نے اپنے پڑوسی زندگی میں دیکھا نہ ہی نہیں کیا۔ اس وہ تو بیکار کرنے کے بعد ایک دفتر میں بطور نوک کے بھرتی ہو گیا۔ وہ اپنی کفالت سے قوی کرنے کے لئے ہفت روزہ لکھنے کے عہدے پر پہنچا تھا اور جب اس عہدے پر پہنچا تھا تو اس نے صرف ایک سال بعد متفرق اصول کے مطابق رشتہ توڑ دیا۔



بہتے رہنا تو ہونے کے بعد سدا وقت گھر کی چادر دھاری کے اندر گزارنا ہی کے لیے چاروں کام تھا۔ ایک دکان کو اسے بریت ملوی رہتی تھی، وہ سونے، چاندی کے بے پست گہرے دھارے جانتے نہ کھانے کی دھنیں دیں۔ دوسرے دھڑ گھومتا تھا سہارا گھر کا مکان اور سرخوڑی سے لگا۔ انہیں کپڑے کے لیے لاری خریدنی۔ اس میں پڑنا تو خود تھا انہیں بھیجیں۔ اسی طرح جس دن بریت گئے۔ اگلے بیچنے کے لیے اسی کے پانی اسی فروخت ہوا کہ ان ۲۷ میں نہیں تھا، مشکل تھی کہ پوری کو فروخت ہونے دی پڑی گزر چکے تھے۔ شیشی کے بھال کے بعد سدا سولہ اور چھ سخت بریت کرانگیں میں میں جاتا تھا جہاں اس نے شادی بھی کر لی تھی۔

میں شادی کے لیے امریکہ اپنے خیمہ کے چھراؤ جا چکی تھی۔ گھر میں وہ تنہا رہ گئی تھی۔
 دفتر میں کام کرتا تھا تو کچھ عادی دہی لگ جاتا تھا۔ کچھ وقت کے لیے اس جاگرتا میں دھڑکے میں رہتا تھا۔ شام کے بعد گھر آتا تھا۔
 گندہ لگا کر کچھ دیر بیٹھا تھا پھر سو جاتا تھا۔ دوسرے روز پھر اسے سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

[illegible]

اس گروپ کے دو کارکنوں سے دو فرقہ سوار صنعت نہیں خرید سکتا۔ ان کیسے زیبائے کی تھی تو انہوں نے والیہ کوئی اور شخص خرید سکتا تھا۔ یہی کہ انہوں نے پورے مارشل خریدنے گیا تھا۔

تھکانا و خیر کے ہیں اس وقت چاند تھے نہیں۔ اور

صحاب! اہل آستانہ ہندوئی ہے اور ہندوئی ایک خدا اور مخلوق نہیں!

دکاندار نے گفت کی حرکت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صاحب نے کہا کہ میری دکان سے غریبوں کو ایک پتہ چلے گا۔

[illegible]

زندگی کے ہر لمحہ سے متخفہ و مصدوم رہے۔ انہیں نے یہ سب کچھ بار بار دہرایا اور گناہ اپنے نفسِ قراض کے ہر لمحہ میں ان کا گہم بیکار بنی کیا تھا لیکن ان میں حذر و تدبیر کی کمی تھی۔ وہ سب کچھ دہرایا اور گناہ کو اپنی جانتا تھا کہ انہیں کچھ دوسرے کچھ دیکھنا چاہیے۔ وہ دیکھتا تھا کہ ہر آدمی اپنی اپنی گناہ کو گھڑتے پھرتا ہے۔ انہیں نے یہ سب کچھ دہرایا اور اس وقت تک کہ وہ کوئی کارنامہ نہ کر سکتے تھے۔ انہیں نے یہ سب کچھ دہرایا اور انہیں کوئی کارنامہ نہ کر سکتے تھے۔

وفاقت پر بیچارہ آج کل کھڑا کر دی، ایک مسجد میں قید لایا جانے لگا، وہاں سے وہ کبھی فرار ہو گیا۔



’یہ نہیں، لہٰذا کو تو صرف اُنہی کا صاحب ہے کام تھا، صاف ہی گئے گا، ان کو بھیجتے جھٹائے زحمت دی‘

اس دفعہ ایجنٹ کے آگے نے اظہار پرستے نظر سے اٹھا کر اس کی طرف دیکھی، لیکن جواب میں اس نے ایک فقہانی رنگ پر۔
’خوشی ہے اس کے چہرے کو جب اس طرح ٹکنا، دیکھتے ہیں اس کی سچائی کی کو شخص کو دیکھ کر جو لیکن خدا رب وہیں نظر پڑتا تھا۔
بہار وہ دیکھ کر طرف چل دیا۔ اگلے دن کوئی سے دیکھ نہیں سکتا تھا کہ پشت پرستے اس کی بھاری کا دان اُٹھ رہی۔‘

’اور اُٹھتا جائے‘

اصدار و غیر مشکب کر دیا گیا، اس نے حرکت نہ کیا، وہ ایک ایک خود اس کے چہرے کا جانب تک دھکا، پھر اس نے
’ہستہ سے کہا‘ یہ سنا ہے، اور اس کے ساتھ ہیں اس نے پیام دیکھی، بولی گئی اس کی طرف بڑھادی۔

’بیٹھ جاؤ، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے‘

اظہار و غیر مشکب کر دیا گیا، اس نے حرکت نہ کیا، وہ ایک ایک خود اس کے چہرے کا جانب تک دھکا، پھر اس نے
’ہستہ سے کہا‘ یہ سنا ہے، اور اس کے ساتھ ہیں اس نے پیام دیکھی، بولی گئی اس کی طرف بڑھادی۔

’بیٹھ جاؤ، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے‘

اظہار و غیر مشکب کر دیا گیا، اس نے حرکت نہ کیا، وہ ایک ایک خود اس کے چہرے کا جانب تک دھکا، پھر اس نے
’ہستہ سے کہا‘ یہ سنا ہے، اور اس کے ساتھ ہیں اس نے پیام دیکھی، بولی گئی اس کی طرف بڑھادی۔

’بیٹھ جاؤ، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے‘

اظہار و غیر مشکب کر دیا گیا، اس نے حرکت نہ کیا، وہ ایک ایک خود اس کے چہرے کا جانب تک دھکا، پھر اس نے
’ہستہ سے کہا‘ یہ سنا ہے، اور اس کے ساتھ ہیں اس نے پیام دیکھی، بولی گئی اس کی طرف بڑھادی۔

’بیٹھ جاؤ، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے، صاف ہے‘

اظہار و غیر مشکب کر دیا گیا، اس نے حرکت نہ کیا، وہ ایک ایک خود اس کے چہرے کا جانب تک دھکا، پھر اس نے
’ہستہ سے کہا‘ یہ سنا ہے، اور اس کے ساتھ ہیں اس نے پیام دیکھی، بولی گئی اس کی طرف بڑھادی۔

’فردا تو بتائیے کہ تمام چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھول نہ ہو، اچھا لگتا ہے‘



وہ دیکھ کر بڑبڑا کر کہنے لگا:

”اسسٹنٹ مینجر کے چہرے پر عجب وحشت چمک رہی تھی۔ تو ان کا نام تو جانے؟“

اس نے ہلکی سی ہنسی بھرا ہوا ”جان ہارڈ اسٹاک“

چوڑے نرنگے دھڑکے والے ٹیکے کے پیچھے بیٹھ کر انہیں مسکراتے سے جھلکے لگے۔ ”خائن ہیں ان سے مل چکا ہوں، آج کل وہ کہاں ہیں؟“

انصار بولے گا۔ ”اب تو وہ ریجنل مینجر بن چکے ہیں اور اگر کچھ دیر میں پرنسپل کر رہے ہیں۔“

”تب تو کیا یہاں تھا ہونگا؟“

انصار کو اپنی کامیابی کی کہ ٹھیکہ ہونے لگی تھی۔ اس نے سہا کر اپنی بات ایک ایسے کٹر پریسچ گینگ ہے کہ اسسٹنٹ مینجر کا وہ جس قدر ہی جلد ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے جتنی سے کام نہیں چلے گا لہذا اس نے کہہ دیا۔

”جی نہیں، سب سے بڑی دشواری تو یہ ہے کہ بالکل ساتھ میں ان کے علاوہ میری جیسے دوسری ہزاراں کامیاب ہیں۔ اس نے اپنے خیالات کو نیا وہ سے دیا۔ وہ انگریز خاندان کے واسطے مہارت کرائی گئی تھیں۔ پریسچ گینگ کے لئے۔“

فرانک کلفورڈ اس واقعے کے بیٹھ کر پریسچ گینگ کے سیکرٹری جی گنگو، اس نے حسب توقع جلد ہی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”خائن جگہ پر اسٹیک ہولڈر، فرانک پریشان نہیں ہیں، بہر صورت میں آپ کے لئے حق الامتیاع کو بخش کر دیں گا، اس نے کہا۔ ”خائن تو جلد ہی پریسچ گینگ کے حضور سے ملے گا۔“

انصار نے جھٹ سے پوچھا کہ اب تک اس بات کا پتہ چل چکا؟

”جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ آپ یہاں آکر پریسچ گینگ میں، فرانک کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتے ہیں؟“

کون کے اندر فرار دیر کے لئے کامیاب نہیں ہو گئے، پریسچ گینگ کا اراکھو۔ ”ابھی اب آپ جا سکتے ہیں۔“ انصار نے چپے چپے ایک بار پریسچ گینگ میں کا اظہار کیا اور کہنے سے پہلے چلا آیا۔

دو تین روزہ میں اس کا اظہار کر دیا تھا، وہ فرانس میں اسٹوڈنٹ تھا۔ اس کو دیکھتے ہی پوچھنے لگا۔ ”کہہ دیجئے کیا کر آئے؟“

انصار مسکرا کر کہنے لگا۔ ”میں اسٹوڈنٹ ہیئت معلوم ہو چکا ہے وہ تو آج جان کاٹنے والا لگتا ہے۔“

لیکن زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہ آئی۔ اس وقت میں پریسچ گینگ کے سب جا رہے ہیں۔ اور وہ اللہ چاہے گا کہ وہ اس وقت پریسچ گینگ کے ساتھ ہو گا تو اس کا چہرہ بڑا بڑا تھا۔ انصار نے اس نے صاف صاف بتا دیا۔ ”جتنی تمہارا اندازہ تو خطا تھا، وہ تو کسی اور کا پائنٹنگ کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر کہہ سکتے ہیں جو چاہے؟ اس نے لاف سے دہرایا جو اس کے ساتھ کر رہے۔“

انصار ایک دم سے ٹھہر کر رہ گیا۔ پریسچ گینگ نے جسے اس پر پوچھا تھا۔ ”میں تو پریسچ گینگ کا اراکھو رہتا ہوں۔ میں نے تو اس سے پہلے تک کہہ دیا تھا کہ وہ وہاں سے دور رہے۔ یہ وہاں سے دور رہا ہوں۔“

”میں تو تم نے حسب کہہ دیا۔ اس کی چار دیواریاں جو چلی ہیں، ان کی شاندار کے لئے وہ وقت پریسچ گینگ رہتا ہے، تم نے اس کے متعلق کچھ سے کہہ معلوم کر لیا ہو۔ بڑی دھم دھم۔“

انصار نے جھٹ سے کہا۔ ”میں نہیں جانتی، اس کو ان بات نہیں، یہ سنا ہے وہ پہلے ہی سے کہہ چکا ہے۔ میں جی تو اس نے



دانیل جون نہیں، سیاسی عدالت پر جانک کرنے کے لئے وہ اپنا ذاتی جانشین چن لیتا تھا۔ جس میں وہ بطور پراس یا جسٹس کی جہت پر نظر رکھتا تھا۔ صاحب اس سے بڑھ کر بڑے اعتدالی ہوتے ہیں۔ حالانکہ انصار اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھا، چنانچہ اس کو اس طرح کے دھوکے سے مستحق بنائے گئے، لیکن اس بات پر کسی کے لئے حیرت نہ ہو کہ انھوں نے اپنے دوستوں، جیسے کہ جی۔ ایس۔ ایس کی دلی تحفہ جو کچھ اس کی دیکھ بھال کے مسئلہ میں وہ براہ مستعدی کا اظہار کرتے ہیں۔ فرحیہ انصار کو اس کو غشی میں ہر طرح کا شائبہ تھا۔ وہ تمام غلطیوں کا ذمہ اس کی حالت میں خود برہم لگتے تھے۔

اپنی رفیق کا ذکر ہے کہ ایک روز جب وہ تھوڑے کے صوبہ حیدر آباد میں ڈال کر جلی بھرنے کے لیے گھر سے اٹھ گیا تو اس نے اپنے دوستوں پر اس کو اصرار کرنا دیکھا تو انہوں نے مانگا۔ جس سے اس کی پہلی عادت، اچانک غشی کی قیور غشی کے ایک کپڑے میں بولتی تھی۔ اس غشی میں نے انصار کو کافی دیر سے پتھر کی طرح دیکھا۔ رشاد علی سے پھر غشی ہوئی نہ گئی، انھوں نے صاحب کو اب اور اتنی دیر نہ کہتا تھا کہ وہ سوچا کہ اس نے جو چیزیں دیکھی ہیں، ان کی اپنی کیا کہہ دے گا؟

”ایک جرح کی فرم میں اسٹیشن منظر ہو گیا ہوں“

وہ اس کے متعلق کچھ اور بھی معلوم کرتا پتا تھا اس نے کہنے لگا: ”تھوڑا دیر کا ہے؟“

لیکن انصار جیسے اس کو مطلب کرنے پر تیار نہ تھا، بلکہ بڑے زانیہ سے بولا: ”کیا تو اب کسی چیز میں بے چین ہو؟ اس کی باتوں سے وہ غشی سے صاحب کو بگاڑا پھر وہ غشی پڑی گئی کہ جو نے ایک دیکھتوں میں چھ گھنٹے اس نے ایک دفعہ پھر اس کا زانیہ قیور کیا اور بتائے گا: ”اچھی تو آپ اور تمہاری گھر کی گئی۔ مگر کوئی نعمت ہے جو ان کی طرف آپ کو دے رہی ہو، جی۔ ایس۔ ایس کی غشی ہو چکی ہے؟“ لیکن انصار نے اس سے دیر سے غشی ہونے کی قسم کھا لی تھی، صاف ٹھکر گیا، ”جی نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں، نہ وہ خود اور نہ ملک مائوسٹینا فورس کے۔ پھر اس نے غشی ہونے کے سے انداز میں کہا: ”جی نہیں، لیکن مگر کہیں وہ سوچتا ہے، وہ سوچتا ہے، وہ سوچتا ہے؟“

اور وہ پھر غشی ہو کر ایک ہلکا ہلکا چلا، ”اچھے اب آپ نے پتہ کیا بات بتائی، اس رشتہ کو میں خود چھوڑ کر اپنے منہ پر چلے، اب اس کے اور کچھ جو کچھ تو فرما کر کہنے پھر دیکھنے آپ کا تہہ کس جگہ پر پہنچا ہے۔ مگر انصار نے اس کی حوصلہ شکنی نہیں کی کہنے لگا: ”جی نہیں، اچھی تو کوئی بات نہ ہو، اب نہیں ہے۔“

لیکن وہ باز نہ آیا، اس کو کھانے لگا: ”میرا آپ یہی کہتے ہیں کہ اب میں اپنی بہتر کے لئے کہہ رہا ہوں۔ اب تو مایوس خیال دیکھنے لگا کہ وہ اس کے لئے پہلے سے رنج ہو چکا ہے۔ اس نے کچھ غشی سے گھر سے نہیں ملے تو پھر کوئی آواز میں نالہ ہو کر آئی کہ جب نہیں؟“ اس حوصلہ پر وہ دیر تک دانیس کہتے رہے، آخر جب وہ ایک دوسرے سے انصاف سے کہنے لگے تو اس نے انصار سے دیکھتے کیا۔

”یہ تو جانتے تھے کہ ان کا آپ پہنچے گا، جی نہیں؟“

انصار نے جواب دیا: ”جی، اپنے قدموں کے ساتھ نہیں ہوں۔“ اور اس نے ایک طرف اشارہ کرنا چاہا۔

اس غشی سے انصاف سے کہہ کر اس نے ان کا غشی پر جا کر غشی فرمایا اور سر پر چڑھا، ”اگر سنا دے گا کہ وہ صاحب اس غشی سے معذور ہے، مگر وہ پھر غشی ہو کر کہتا ہے: ”اس میں کچھ نہ کی حقیقت تو فرما دے گا؟“ جی نہیں، وہ ان کے ساتھ آتا ہے۔



اور بعد ازاں گریخت کیا۔ اب تمام پرچہ لکھ کر اس کی پیروی والی مادی میں لکھی گئی تمام میں معروف تھی، وہ خاصا خوش بیٹھی اس کا تذکرہ کرتا رہا، کوئی آدمی گھڑا بدھو کا تھا، خداوند پرست کھلی کر رہی تھی اس کے سامنے بکھڑی تھی، پھر اس نے ایک جھوٹا کوٹھا کیا۔

”کہہ دیجئے آپ سے، خدا قسم سالہا سال چلا آتا ہے“

وہ اس کی طرف دھا طلب نظروں سے دیکھنے لگا لیکن حسب معمول اس دفعہ بھی اس نے بڑا کسر و مہر سے جواب دیا، ابا اچھا ہے، مگر بھائی! آپ سوں پر دو چڑیا ہے، اڑھاتے کہاں سے اچھلے گئے غریب! ہے، انکو تیری طرف“

خداوند کے پیروں میں جیسے پتھر کے ٹنگ مار دیا، وہ دن برداشت ہو کر سوچنے لگا کہ آخر یہ کدو اس طرح کڑی جیت کرنے کی کیا وجہ کرشمہ کی کر رہا ہے۔ چٹک ہے کہ فریاد کو جھٹ سے بیت زیادہ غمزہ ملتا ہے لیکن اس میں سے کسی آدمی کو کیا مل سکتا ہے، آخر یہ صورت کب تک اپنے خلیق کو بنانی سے اس طرح اس کو سرب کھڑا کرے گا۔ وہ اس طرح سے سوچنے لگا، جب کدو کا ہوا تھا کہ بہر حال میں آخر کے رونے کی آواز ابھی دیکھ کر اس کا دل بچا رہا تھا، اور فوراً باہر چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ فریاد کی جھڑپوں کی اس کو بھی لڑیوں میں لگا کر کڑی فریادیں تھیں، یہی گھر میں پرانی ہوئی کوئی سالہا پرچہ رہی تھیں، ان کی اس نے تیزی سے گزرتا ہوا، آخر کے پاس چلا گیا، غصے سے چوڑا کر جب انصار سے اس کو پھیلنے لگی تو اس کے رخساروں پر غڑ غڑ سے غلوں چٹک آیا تھا۔ وہ پھر چپ چاپ لیکن جب غصے نے اس کے سامنے آخر پر جھٹ کمرہ دیا، اس کا کڑی نوحا تو وہ دیکھ کر بولا، اس نے غصے کی جھڑپ پر دھمکانے کے لئے آہستہ سے ایک قہر لگا دیا، اس آخر کو گھڑے سے لے کر کمرے میں لے گیا، پھر غلام کے کتے سے میں غصہ کی تیز جھڑپیں اُبھر گئیں اور اس کے ساتھ ہی بھائی بھی چڑھ گئے۔ اس کے لئے انھوں نے پر کڑی قہر نہیں دیا، بلکہ بیکٹ کا پیکٹ کھلی کر اس کو بھڑکے لگا، جب اس کی پیروی آخر کو کچلا کر گھٹکتی ہوئی بھلا کے سامنے لگتا تو اس کو بھی غصہ آیا، بات غلط معمولی تھی مگر اس نے جلد ہی جنگلہ کا صورت اختیار کر لیا۔

جب وہ مردانہ سے باہر نکلا، دھا خدا تو اس نے دیکھا کہ سامنے کے مکانوں سے تیریں صورت زدہ میں کھڑی، اس کا جانب و بیکر پہنچی اور انھیں اس کی پیروی دھڑ دھڑ سے چھڑی تھی، بیٹھ کر کدو اس وقت بھی وہ اپنے قسم کے گلا گھر رہی تھی، اپنے ماں باپ کو کوٹنے رہی تھی اور اس کو بڑا جھٹ کہہ رہی تھی۔ جوں تو اس قسم کے جنگلہ کے اکثر دونوں کے درمیان بوجھانے لگے مگر اس روز اس کو وہ دیکھ رہا تھا کہ کدو پچھلے اس کی پیروی آگے ہے، اس کا نام میں جب وہ ملک روٹھ مل گیا کہ غصے پر بیٹھا تو کچھ صاحبہ وہ دانتے ہی پہنچ گئیں، اس کو پہنچنا دیکھ کر کہنے لگیں۔

”کہہ سہا اچھا دھا پیر، اس خدا کیوں اُٹھا ہوا ہے؟“

وہ اس وقت کسی سے بھی بات نہیں کر چکا تھا، اُس نے صاف بھڑک کر دیکھ لیں، طبیعت مست ہو رہی ہے؟“

انہی کدو کو پچھلے کرنے میں چلا گیا لیکن تھوڑی سی دیر بعد اس نے دیکھا کہ کچھ صاحبہ نکلتے ہوئے دھڑکے پر کھڑی ہیں، چنانچہ اس کو غور سے کڑوٹا، اس کی دھا اپنی پیروی اور اس کے گھٹک وہ کتے پر اس کی طبیعت کا حال کر کے میں آکر کدو اور دانت کے گشتیں لگیں، کدو یہ اتفاق ہو کر سات لگے اس کو کدو کے حالت میں آگے۔ دوسرے روز بھلا دیکھا کہ وہ تیر رہا، ٹانگوں کے تار کا میلہ ہے، مگر اس کے کدو بہت نہیں، پھر کچھ چڑھا، اس کی دیکھ بھلی ہوئی، جوں کی طرح اس کی دھڑ دھڑ کی جاتی، ابھی میرا ہی سے بھٹکا، وہ نہیں تھا کہ ایک دھڑ دھڑ میں اس کی دھڑ دھڑ لگائی، بیٹھ کر کدو اس حالت میں تھی وہ اس کی آنے والی خواہش کے شخص بہت سے باتیں کرتا



ماستوسط طبق کے نام ڈوہی کا طرح محمد نے زندگی بھر صرف یہاں غلاب میں دیکھ کر ہی تمام باتیں بڑی سرتخت بغل تھیں۔

اسی انگلوں کے دور میں دو اور بڑے آدمی نے قبضہ سائبر غلاب سے دھڑاتے کہاں نہ لکھا اور پھر یہ سب ایک (لوگال) کو غدار کے ساتھ کر دیا۔ کس طرح کی تصویر تھی اس میں پہلی ہی نظر میں اظہار کیا کہ وہ بے حد غریب و سست تھی لگے وہ اس کو اپنی قوم کے ساتھ نہ دیکھ سکا بلکہ خود غلام کر لگا ہیں مولویں اور اس سے دریافت کر لے گا۔ کس کا غلاب ہے؟

وہ بتائے گا۔ "میں نے اس لڑکا کر آپ کے غلام نہ کیا ہے اس کا سبب آپ سے ہے۔ اگر آپ کو دہلی کا رشتہ ہو جائے تو پھر دیکھئے گا کہ آپ کی زندگی میں کتنے بڑے انیسر خود مر جائے گی۔ وہ دہلی میں کر کے جس طرح روختی پیدا کر رہے ہیں اس طرح آپ کا سبب روختی ہو جائے گا۔ اور پھر وہ بے ساختہ بننے لگا۔ غدار کہہ پریشان سا ہو گیا اس نے کہ اس مسئلہ پر اس نے ابھی تک سنجیدگی سے کچھ غور نہیں کیا۔ آخر کیا غور ہے کہ وہ اپنی بڑی بے حد وہاں جو چاہتا تھیں اس کا مطلب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی ایسا قدم اٹھائے جو سب کے لئے غلاب میں جائے کہ یہی سوچ کر اس نے یہ تو نہیں اختیار کرنے کا کوشش کیا۔

"در اصل یہ ایسی بات ہے جس کا جواب میں کوئی غور پر نہیں دے سکتا۔"

وہ دیکھ کر لکھنے سے کہنے لگا۔ "کوئی سنا غور نہیں۔ بہتر یہ ہو گا کہ آپ لکھ کر اپنے غلابوں سے ملواری۔ پہلے چلے تو یہ باتیں جانی سے کرنے کی ہیں۔ انھیں دیکھ کر ان کی فکر ملے گی۔ اس نے سوچا اگر کہیں ایسا ہو گیا تب تو بڑی مشکل پڑ جائے گی۔ اس نے فوراً یہی غور پڑھ کر لیا تھا کہ کہیں وہ غلاب جو کچھ لکھنے والا ہو چکا تو بات یہ ہے کہ کچھ لکھنے والے کو دیکھا تھا وہ انھیں کہہ کر دے تو بڑی قحطی انھیں آگیا کہ یہ بات معلوم ہو گئی تو ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ میں دراصل اس مسئلہ میں اپنے فکر والوں سے ملنا چاہتا ہوں۔



کہہ گا۔ "حقیقت یہی کہ اس طرح بات ہو گی۔ وہ دہلی میں ایک آدمی کے کہے۔ آخر وہ اسے بڑا آدمی وہاں کے لادہ کر کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے خود ہی چاروں بھٹک صاحب کی بڑی ہلاکت آگئی۔ بہت سے آدمی اس کے جانے کے باعث وہ لکھ چکے تھے اس نے ان کے غدار کو دھڑا دھڑا جس طرح وہ خوشی سے انھیں اس طرح دیکھا ہیں لگتا۔ وہ بے حد خوش قسم کا لڑکا تھا۔ اس کے ہر انداز میں گھر پر لگتا تھا۔ مگر وہاں کے بعد غدار کے بعد انھیں اس کو پوری قوم سے دیکھا تھا۔ اور یہ محسوس کر کے اس کو نہیں آگئی کہ وہ اس کو اپنی بیگم بنا چکا تھا۔

غدار میرے چوری صحت یاب ہو گیا۔ لیکن اس کا اس بات کا تعلق غور پر اندازہ ہو گیا کہ ملک وہاں کے غلام بہرہ و اس کو اپنے ہاں کر کے لوگوں کا طرح لکھتا ہے بلکہ حالت کے دور میں جس طرح مستعدی کے ساتھ اس پر قوم دیکھا۔ اس کا اندازہ کیا تھا تو وہ اپنی بھاری کمر بوجھ میں بھی نہیں پاسکتا تھا۔ یہ اور اس میں پیدا وہ باتیں نے جن میں کہ اس کو ملک وہاں کے لکھنے کے ساتھ ایک دیکھنے پر لکھ کر لایا۔ اب وہ نہ چاہتا تھا کہ سب کو پڑھائے۔ لیکن صاحب کی باتوں میں پوری دیکھ کر اس کا اندازہ تھا۔ یہ لکھنے والا ایک آدمی تھا کہ وہ بڑی بچوں سے بڑے کے مسئلہ میں بھی بڑی دیکھ رہا تھا۔ سب دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کا اندازہ وہاں آگیا۔ اس غدار اس کو لکھ کر وہ لکھ پڑھنا سا ہو گیا۔ اس نے کہ وہ اس کی آمد و رفت کو نہ دیکھتا تھا۔ اس میں چاہتا تھا۔ لیکن اس میں غدار کے پاس میں غلام اجماع تھا اور وہ بڑا خوش غلام تھا۔ کہ وہ میرا دھڑا دھڑا کر کے لکھ رہا تھا۔ یہ وہی غلاب ہے۔ لیکن کیا لکھتا ہے کہ اس نے لکھا۔ میں دراصل لکھ کر سب سے زیادہ وہ غلاب میں اس بات سے کہ اس نے اپنے غلام کو ان باتوں پر چاہا تھا۔ آپ کے زانو پر دیکھ رہا تھا۔ میں نے بڑی فحشہ لکھ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا کوئی غلام غلام ہو جائے۔

اس وفد افسار نے کس گفت کے کام نہیں لایا، بکھر بڑھ کرے بال سے پرچھنے لگا "پہلا دست تو یہ ہے کہ میں ہی لوگوں کے شوق کی
مصلحت حاصل کرنا چاہتا ہوں مجھ کی طرف سے آپ غاصدگی کر رہے ہیں، وہ کھٹکے کر جنس پڑا۔

میر غلام گنگا کا بہت آپ نے بالکل درست کی، واقعہ عجیب ہے، انہوں نے کہہ کر پھر گنگا کی اہانت میں دی ہے وہ میر کا بیٹا
دیریز کر مقرر ہیں، یہاں تک کاروانے میں اکاؤنٹنٹ ہیں، غاصدائی آ رہی ہیں، غرض انکو قدر بننے وضع دار ہیں، لوگوں کی تقسیم تو
نویادہ نہیں، کیونکہ وہ گنگا اور ریشتر بند ہیں اور پھر اس کا ستارہ انداز کی قسم میں نے اس کا نام بھی چنا کہ وہ تو گنگا کا بیٹا ہے
نے کیا قسمت پڑا ہے۔

انصار کا کہنا تھا کہ میر نے وہ لکھا آج وہ کر چکا تھا کہ گنگا کے سر پر اس سلسلہ کو بہ نام ہی کر دیا ہوئے۔
اس نے اس نے بڑا کٹر اس شخص سے کہا ہے کہ وہی کچھ لگا "کہ کچھ میر لکھی تو کوئی ایسا ادا وہ نہیں، اپنے میں ہرگز
سچا ہو کر اس طرح اقل تقسیم حاصل کرنے کے لئے کچھ روئے کے واسطے انگشتان چاہوں مگر شکل یہ ہے کہ میر میں اب
تک کہ وہ غدار روئے کھٹا ہوئے ہیں، غاصدان سے اس سلسلہ میں کہہ کر نہیں چاہتا، اور وہ تو خوشی سے تیار ہو جائی گے۔
آپ نے تاکید کہ ہے کہ یہ گنگا اس نہیں لے گا، اس نے یہ سکریہ پیش کیا کہ اگر کوئی ہم ارادہ ہے تو جائیگا تو میں پوری طرح
آمادہ ہوں، دیریز دست میں نے ہر گرام کو مشورہ کر دیا ہے "میر لکھی کو کوئی غاصد سے اس کی باتیں سننا، اس کے چہرے
پر گہرا حسرت لگے گا، یہی ہو گا، وہ یہ تک پہنچا کچھ سوچنا، آؤ غاصد نے خود ہی کہا۔

"آپ کو ان لوگوں کی پرکھنا ہی ہو رہی ہیں، ان سے مشورہ کر کے بنا دیجئے گا، میر غافل ہے کہ میر نے کوئی بے جا فرد تو پیش
نہیں کیا؟

وہ کہنے لگا "یہی تو میں میر غلام کہہ رہا ہوں، آپ کا معاملہ ہی کس حد تک درست ہے لیکن یہ کچھ بھی ہے کہ نہیں؟ وہ ایک بار
پھر میری خاموشی پر غور فرمائی، انصار اس کے کہنے کا چند ہانڈہ دیا، اس کی پریشانی سے چاہا کہ اس کو کچھ ایسا عرض ہوا کہ
کہیں یہ اس شخص کا ذاتی معاملہ تو نہیں، اس اثنا میں اس نے کس قدر جلی ہو کر آواز دینا کہا۔

"میر انحال ہے کہ وہ اس بات پر غاصد ہو جائی گے، مگر غافل رکھنے کا انگشتان جانے سے قبل آپ کو تمام دھوم مچا کر
پڑھانے لگے، یہی اس نے کہہ دیا، ہوں کہ آخر ان کے اطمینان کے لئے بھی تو کچھ نہ کرنا ضرور ہونا چاہیے؟

انصار نے ہلکے سا ہلکے اس بات کو قبول کر لیا، اس نے کہ وہ جاننا تھا کہ یہ فرد کس ایسے شخص کے لئے پسند کرنا مانگے ہے
یو کس کا غاصد ہے، اکاؤنٹنٹ کا کام کر رہا ہے، اب اس کے جانے سے پہلے انصار نے اسے خارجہ کر لیا کہ اس کو یہاں بڑے
کی بہرہ وہ حال اس کے پاس بھیج جائے، "میر غلام کوئی کہنے لگا "میں شام کو عام طور پر روتھس ریشتر ہوں ہیں، بیٹھا ہوں، آپ
وہاں میر سے مل لیں، اور میری خدمت چلا آئے گا، آپ میری پرہیزش کا خیال نہ کریں، اور میر سے واپس جانے کے لئے آئے گا، مگر اس بار
اس کے باہر نکلنے کے انصار نے سوچا کہ شاید اب میری غلامی تمام آوری دوبارہ نہیں آئے گا اور اگر کیا بھی تو اس ایسے پر گرام
پر انگٹھ کرنے کی محنت نہیں کرے گا، اس روز شام کو وہ اپنے کوئے میں بیٹھا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا کہ غصہ تو قلعہ کے دروازے
آگئے، اس کی طرح راستہ پر پہنچے دیکھ کر کہنے لگے "کیا کچھ طبیعت طلب ہے؟

وہ کہنے لگا "میر نہیں، باہر سے آئے گا، وہ نہیں تھا، اس نے یہاں پہنچا؟



مل لیا جا چکا تھا۔ چنانچہ اس کے گھر کا پتہ معلوم کر کے وہ وہیں پہنچ گیا۔ گھر پر سب لوگ پریشان تھے۔ اس نے کراہ کر صبح سے
ایک ٹک وہ گھر نہیں پہنچا تھا، یہ دیکھ کر اس کو ہلاک ہوا کہ اس کے کتا چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور گھر پر سوائے پاس پرشوس کے
کوئی کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں تھا کہ اس کی تلاش میں دیکھ سکے تہذیبی سے کام لے۔

جب وہ وہاں سے لوٹا تو اس کے دل پر ایک بوجھ سا تھا۔ راستہ میں اس نے شام کوٹ لٹے ہوئے والا اغیار خرید لیا اور اس
کو پڑھنے لگا۔ ایک اخبار کے ایک گزشتہ دن کی نظر پڑی، تو وہ بولک پڑا۔ پاپیوٹ سائز کے ایک فوٹو کے نیچے یہ عبارت تھی
تھو۔ یہ شخص زمین ہزار روپے کا نہیں کے ایک حوصے مغروہ ہے۔ پڑیس اس کی تلاش میں ہے۔ جو کوئی اس کی گرفتاری میں
امانت کرے گا اس کو سیل ایکس ہزار روپے پر بطور انعام پیش کیا جائے گا۔

اس اخبار کو کسی فرم کا جانب سے مل لیا گیا تھا۔ انصار نے فوراً کو فور سے دیکھا، جس پر ادھیڑ لڑکے بھائی کا تصویر
نہیں تھا بلکہ کسی اور شخص کا لگتا تھا، لیکن پھر بھی اس کو کچھ ایسا محسوس ہوا، گویا کسی نے اس کا سارا خون پھوڑ لیا ہے اور وہ
بالکل مر رہا ہو کر رہ گیا ہے۔

(اگست ۱۹۵۳ء)



جیون کے

بے انت صفر میں

میں نے غیری

دو دن آتقیں

اپنا زاد راہ مسدود

نقد رکھی ہے

یہ میرا کا قلبی تارا

یہ صمد رہی میری نگار

تسلیں سخی

ملکس لکڑی: شادی شفیق

اب درود سنا پڑتا کہ نہیں وہ کہیں ہو کہ اس سے نہ کہتے جسے تم کو ہوش رکھے پچا پچا ہے تم تو جانتی ہو کہ میں نے ایک قوم سے کی طرف سے
کو کتنی محنت سے پہنچا تھا، خدا ان بھری باتیں کہیں کو کسی طرف سے آتی اسے ملک اس کو تعظیم دلا سکا۔ مگر آج بلکہ ان کو بھریوں پر کھڑے
ہندو دی ہے اس کو قربان کر دیا گیا : اور غریب تھا کہ تو دولت کی ہر دھنگ نہ تھی، مگر اب تو تم ہونا تھا پہنچا، شریا مت چل اور
اسی طرف اور میں ایک دن شام آیا جاتے گا، تم کہیں کہیں کا، تم کو ملو گی مستیسا : ۵

جہاں سے اپنی دوستی سے پہنچی ہو کہ کہیں اور پہنچا تھا میں اور وہ افراد کے اور اس چیز سے پر غم کی چھائی ہوئی ٹھکانوں کو دیکھ کر
کوڑا لگی۔

جہاں آکر کسی بانی جا چکی ہو کہ نہ مگر ان کی یا چھوٹی ہی کہیں نہیں دھڑکتی نہ بھول۔ اچھا وہ تا اگر تم سب سے پاس خدا اور تم کو جانے
تم سے تمہاری ہی باتیں کر کے شاید میں اپنا غم دیکھ کر کہیں نہ اڑا سکوں : میں تو یہی کہتی تھی کہ اگر اس کو سستی کا وہ ایک ہلچل چھوڑ پڑا تھا
تو اسے میری کیا : ۶ اور اس کا ہی چلنا کہ اس کے وہ سب سے گنبد تو نہ چھوڑ کر چھوڑ دے، کتنی تھا تھا، اسے روکنا ہے کیسے سمجھنے کی : وہ اکیلے
کوڑا اور ان سب کو چھوڑ کر غم کی چھوڑا نہیں بھریں پر پہنچے گئے۔

”سنا بانی سنا بانی : ۷“ وہ سے تا پہنچ کر ان دنوں کو وہ چھوڑ دیا : اسٹاپ کہیں، ٹپ آئیں سنا بانی : ۸“ وہی کہی کہ وہ وہ
ہوئی ہی گئی : سنا تھا کہ کھڑی ہو گئی اور چند چہرے کو وہ دنوں ہاتھوں سے چھپا کر چھت چھت کر دھنکی : وہ افراد جہاں : پھر سے گنبد
نہیں کھینچا جاتے گا : ہاتھ : میری آنہ بھی اس کا کیا : ۹“ وہ سب وہ وہ وہ اس سے باہر جانے لگی تو اس سے نہ پتہ کہ کچھ افراد کی ٹھکان
سے اسٹاپ کی ٹھکانی سٹاپیں سٹاپیں چھوڑ دی تھیں :

جنوری ۶۵۳



میں خرم خوشی کی صفائی نہیں دیا
ظالم اسے کہیے جو دہائی نہیں دیتا
کتاب ہے کہ آواز یس چھوڑ کے جاؤ
میں مدد نہیں اذن رہائی نہیں دیتا

الو مسعود



[Signature]

40025251

یہ سب کے سب اچھے اور نیک اور دینی کے لیے تھے۔ ان کے ہاں خدا کی رحمت تھی جسے ان کی زبان سے نکلتی تھی۔ ان کی انشائیہ دینی اور دنیا کی سب کچھ ان کے لیے تھی۔ ان کے ہاں خدا کی رحمت تھی جسے ان کی زبان سے نکلتی تھی۔ ان کی انشائیہ دینی اور دنیا کی سب کچھ ان کے لیے تھی۔ ان کے ہاں خدا کی رحمت تھی جسے ان کی زبان سے نکلتی تھی۔ ان کی انشائیہ دینی اور دنیا کی سب کچھ ان کے لیے تھی۔

...and the ...

”ہمارے چہرے پر ان اوصاف کے ساتھ ایک خوشگوار آواز آئی، ایک ہلکا سا ہنسی کی آواز۔۔۔ ہمیں دیکھتے تو ہمارے سامنے ہمارے کانپتے ہوئے انورسٹ ایجنٹ کی ٹنگا کرنا ہاتھ دیکھ کر اس آواز کا گونگنہ کے طور پر غصے سے بھرا کر رہا تھا۔“

”ذیل سے“ کمر لے کر وہ انھیں جیلان کا سرچشمہ کے نیچے کے آگے جانے لگا۔

[illegible]

مگر اگر وہ ایسی ہوتے۔ مرنے والی پریشانی سے بچنے کے لئے ان کے لئے کیا کرنا چاہیے۔

ایک ایک کے ساتھ چھوڑ گئے۔ کچھ بول کر، دیکھ کر، اسی حالت میں رہ گئے۔ کچھ بول کر، دیکھ کر، اسی حالت میں رہ گئے۔ کچھ بول کر، دیکھ کر، اسی حالت میں رہ گئے۔



1992, 1993, 1994, 1995, 1996, 1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 26

دوستی اور اجہرتے میں ستارے شب بھر

اور یہ صورت تہہ افلاک فقط میری ہے

پھیلتا جاتا ہے آئینہ ہستی پہ نگار

اس خرابے میں یہی خاک فقط میری ہے

مسجد خاں

مکملہ

نہ، اس شکل میں ان میں کیا تفریق ہوتی ہے؟ ایک سمت کو اسے سینے پر دھرا دیا اور دوسری کو
 دائرہ تصور دے دی گئی، چپ کر دی گئی، ہم اس دھجی روشنی میں پہنچ چکے تھے کہ وہیں زندگی میں وہی انسان ہے۔ ایک چھوٹی ملائی ہے۔
 ملائی وہ دھجی چھوٹی تھی۔

”ہم جب لوگوں میں نکلے، دونوں کے اندر ہی یہ کیا ہو گیا۔ ہائے۔“

میں نے چند قدم آگے بڑھائے، اتنے ہی بعد اسے سانس کی روشنی سینے میں پہنچ گئی۔۔۔۔۔

پھر عمری کا کوا آتی جھڑپ ہوتی، تیلی تھپ تھپ کرتی۔

”یہ کیا پاگل ہیں کہ اس نرسنگ ہاٹ میں قبریں ان کی جو کیا قبریں، دفن ہوتے۔۔۔۔۔ سے وہاں ہی تھامے گا؟“
 میں نے انہیں پچان لی، یہ میرے بچپن کی دوست تھیں۔

جیسے بچہ، آواز جیسے سے ڈرتا تھا، اب نہ جیسے میں کیا بچہ ہے، تو ایک بار ہی بڑا گیا تھا، کچھ ہمارے چہرے پر تھا، وہ اب
 تو کیا اسی طرح ہے، اب کچھ نہیں لگتا؟ میں نے کہا، چھوڑ کر لکھ جائے؟ میری ماں پھر صحت پر تھی۔

”بی بی آئی اور جنت تیں گے، اب میں سر پریشانی کا تصور نہ کرتا۔ جیسا کہ اس کو سر پریشانی ملتا تھا، کچھ شے میں میرے
 شہر ہمارے ملک کی تھیں۔ یہ میری ہیں تھیں۔“

اس وقت پھر کیا کہہ دی گئی، میں بیان نہیں کر سکتا، اب ملتا تھا کائنات کی اس بے کراں وسعت میں، میں بالکل بالکل
 رہا، ہر وہ شے جو دھجی کے کونے میں تھا، مجھے وہاں ہانے سے مل گیا تھا، میں ہاتھ بڑھاؤں کی طرف بھاگا۔

”پتا ہے نہ؟ میں اب وہاں آ رہی تھی کون ہے؟“

مجھے کچھ ہی سب پھر پھر تھیں، تے سہ سے کب، ان کے سینوں میں نہ آیا، میں بہت دیر تک شام کی قریب آگیا،
 میں نے سنا کہ میں نے قتل کر دیا، وہاں میں آگیا تھا، قریب لکھ دیا، شام کے ایک بار پر چھا تھا۔ ”بھیا، یہ پڑا ہے“
 میں اچھلنے لپکتے تھے، ”میرا یہ پہلا سہی تھا، میں گراؤں، شام کی ایک ڈھچکوں۔“

میں بہت دیر تک وہاں رہے۔ شام کی باتیں کرتے رہے، اس کی بیداری، اس کی موت۔۔۔۔۔ وہ ہر شے کھڑا ہو کر تھا،
 گاہے وہاں کی آنکھیں کھلتی تھیں، اب کچھ نہیں، شام میں اس کے چہرے میں زندگی بے کیف تھی۔

پتا ہے کہ کچھ کہہ؟ ”ایک دن ایک دن ہم سب کو جیسے آنا ہوگا۔“

میں بالکل جھٹکا جیسے ہوتے تھا، اس کا جواب دیا۔ ”ہاں۔“

میرا سہی، وہی طرح ہی تھا، آگ لپکے، اب وہی نہیں رہا تھا، اسے چھوڑ کر ہی طرف دہشت۔ یہی وہی طرف آگیا
 ہر وہاں کون سا ہے؟

سفر ۲۰۹



دہانے لگاں یہ پانچ گندہ گی، خاقانی ہونکہ کو جلدی سے آگے بڑھ گئی — کسی مکان میں کرنی محنت بڑی کمزری کا کار
بہرہ و در کہ خوشحال گئیوں بک رہی تھی۔

”اسے اسے رے، دم — دم“

اور ساتھ ہی کوئی جیسے ہمارے چہرے پر قوت آزمائی کر رہا تھا — نیاز محمد کے دم تیز ہو گئے اور ہر ایک مکان کے
ساتھ ٹھکرا ہو گیا جہاں گلی پھر چڑی ہو گئی تھی، مکان کے سامنے تاجوں کے دونوں طرف دو بچی چل رہے تھے، ان کی کھانسی بڑی ہوئی
تھیں، ہر چہرہ مات کر رہی تھیں، خاقانی تھے اور نیاز محمد کا باپ مر رہا تھا، اس سب کے بیچ میں بیٹھا تھا، خاقانی کے
پچھے ہی سب اسے گرو میں آگیا، انہوں نے کہہ دیکھے گئے۔

”اسے سب رنگ خوراسن ہو۔“

نیاز محمد کے باپ نے کہا اور سب نے اپنے منہ اوپر کر دیے۔

”اندرا شیہ بکھا“

نیاز محمد نے کہا اور اسے تھوڑی سی سیڑھیاں چڑھ کر جلدی سے اندر بڑھ گیا، وہاں اس کے پیچھے اندر چل گئی — سب بچی ایسی
فریادیں کر رہے تھے کہ ایک چاندنی سی لالٹین جیسے رنگ خوراسن تھی، اس کی کھانسی بڑی ہوئی تھی، چپا ہوا جھیلگر تھے، مر رہا تھا اور میں ہر طرف غارت
چھانی ہوئی تھی۔

”اماں! امی بچا کو لے آ یا۔“

نیاز محمد نے ٹاٹ کے پھٹے ہوئے پردے میں منہ ڈال کر اس طرح کہا جیسے اس نے برا کارنامہ انجام دیا ہو۔

”دائے میری اماں۔“

نیاز محمد کی بات سنا کر جو نے کے ایک بچے کے ہاتھ بندھ کر، اندر ایک صبا کھجی چلا، بند ہوئی اور خاقانی پھٹے ہوئے ٹاٹ کی
ٹھیکڑوں میں اُلجھ کر رہ گئی۔ پھر پھلتی ہوئی اندر چل گئی۔ جو نے سے اماں میں سامنے خاقانی پھٹے ہوئے پردے کی اماں
روٹھ میں اس کی پہلی نظر اس ٹھکڑے پر پڑی جس پر وہاں ایک لالٹین تھی، پانچ سے لالٹین پڑی تھی، سر ہاتھ کر رہے تھے
تو ان سب رنگ روٹھ — ٹھکڑے کے اندر گرو زمین پر دس بارہ گرو زمین میں بیٹھی ہوئی تھیں اور نیاز محمد کی اماں چلے سے سر ہاتھ کر رہی تھی۔

”دائے اماں — کچھ تو جو جو — میرا اماں کہہ کر کسے چکا میں گی — دائے ایک بار تو مل دو — دیکھو

تمہاری اماں کوئی گروں کی کھوئی ہوئی آئی ہے — سائے لکھیں لکھو — دائے“

نیاز محمد کی اماں جانے اور کیا کہہ رہی تھی خاقانی کو کچھ بھی نہ دیا۔ وہ محنت کا ٹھکڑا چے ہو تھی میں دوسری بار دیکھ
رہی تھی اور اسے طعوس جو رہا تھا کہ وہاں ایک موت کا یہ صوبہ اس کے لئے بڑا صحت ہے، اس کا بچہ گھٹا جا رہا ہے، ٹھکڑا
جا رہا ہے، اس کا بچہ چار گرو خوب پہنچ چکے کر دے گئے اور دو گرو داری ان کی کھانسی سے پٹ جانے، وہاں گروں کے دے اس
کے سروہ جوشنہ چم سے اور ان سے کہہ کر کہنے لگے، وہ کیا تھا، دیکھو میں آگئی، اب یوں آگئیں ہند کے چنپ، پاپ کیوں
پڑی ہو، میری اماں، وہاں ایک ایک — لیکن خاقانی وہ صوبہ کچھ ڈکیر لکھی، نہ کر سکی، اس کے دل میں اچانک پہلے ہوئے دائے



پانچویں سالہ حضرت

”جیسے۔ نہیں؟“ اور سر ہاتے رکھتے ہوئے چلے پھٹکے کھینے کے خیال ہی سے بیڑا ہولے لگی۔ زیادہ دکان مال نے اسے اس طرح فرستے دیکھا جیسے وہ اس کی بیڑی اڑانے کی کوشش کر رہی ہو۔

”ان اکو سے دل سے بیڑا جانے، اہل میں تو آگ لگے ہے۔“

پھر وہ ثابت سے برقی اور لافانی سوچنے لگا کہ جیسے اسے داری اسے طبیعت میں ایک شخص، وہ تو میں ان کی عزت کرتی تھی، اتنی زیادہ کہ اپنی چرخوں کو محسوس میں بھی ان کا ذکر کیا کرتا۔ لیکن یہ سب کتنے معصوم ہیں کہ اس کے رونے پہنچنے کو طبیعت کھڑے ہے، یہی سچی بات ہے۔ یہ اس کے رونے سے چاہتے ہیں وہ سب کیا کریں گے؟ وہیں اگر یہ اس داری کے جانے سے پرہیز کرے گا تو اسے جس نے مرنے سے پہلے گئے کی یاد میں اس کا نام رکھا ہے، یہ دنیا قانون کو اپنی ذات پر نشوونے ہونے لگا، ساتھ ہی اس نے رونے کی کوشش کی مگر وہ بھی تو بغیر نیل کا بیڑا نہ جانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ میں ہر جتن کر رہا تھا کہ وہ لگے اور وہ دھڑکی جتنا کہ چپ چاپ بیٹھ رہی۔۔۔ زیادہ دکان کی بات سنشویں میں مرج پڑنے سے مدد کا بیڑا تھی کبھی کبھی اس کا ڈر ہوتا تھا کہ ہم ایک ایسا تھکا سے سنا تھا۔ لیکن کی تو یہ کسی کو چپ یعنی جھپٹیں، بس۔۔۔ پھر میں چپ رہا، جیسے میں کہہ رہا تھا اس کا کہہ لکھتے ہوئے کہ نہ جانے میں سراسر اچھے۔۔۔ یہ رنگ ہیں ہی خاموشی چھانی رہی۔

خاتون کو بچے بچے سے جینا اور تھکنے پرنے کی ذمہ داری سونپ کر کے کہ جانتے کب ختم ہو گا۔۔۔ رات ہوئی داری ہے بھلا وہ کمر کھینچے گی؟ یہیں تو رات کا کٹنا بڑا مشکل ہے، ٹھنڈی لگتی ہے اور پھر نہ ختم ہونے کی مار کا رات دھنکے گا گریں تو سب اس طرح اٹھیں بیٹھے ہیں جیسے کہ یہاں دانت اور دھڑکی کی آواز نہ ہو، لیکن یہیں کی گائی اور پھر خود ہی قربت کا چل جائی گی تو کبھی تو زمین سے اٹھیں آئیں بھر رہی ہیں انجان اور مردوں کی چم تھوڑے کچھ کھا کر کے خال رہی، جانے کیا ہو رہا ہے۔

”میتے کب اٹھے گی؟ اب تو کاکا وہ یہ ہو رہا ہے۔“

خاتون نے ٹھنڈی دھڑکی سے جی پانچا اور پیادہ لکھ کر اس کو اب دیتے کے بجائے اس طرح ایک دم پھرتی کر دینے کی جیسے خاتون نے اس کا کمر لپکا ہوا ہے۔۔۔ چہ اس کی تو قبر وہی ان کی دھڑکی پر رکھی گئی۔ خاتون نے فریاد ہو کر دبا کر بھجایا۔ پیادہ لکھ کر دھڑکی اور دھڑکی کے ہاتھوں پر دھڑکیوں کے دھڑکیوں کے پڑے گی۔

”جب ختم ہو۔۔۔ پانچ لکھ کا پانچ صبح فریاد لگ آئے، کہیں سے نہ۔۔۔ اب مجھ سے سب کے کچھ ہی جانتے تھے مگر کتنے شہانے تو کر کے اب تو کبھی پیر میں، شہر میں۔۔۔ سب کے سب کے کچھ ہی جانتے تھے کہ کبھی تو کھوے سے چلا کر۔۔۔ اٹے۔۔۔ اب تو یہ آخر چھوڑے تھے اٹھے گئے، اب پھر پڑے پڑے ہوئے۔۔۔ اٹے۔۔۔ اٹے۔۔۔

پیادہ لکھ کی ہر رونے لگی۔

”اس کے کبھی دھڑکی پھر نہ لگے گی، اسی ہم فریادوں کا ہی خاتمہ ہے، کچھ تو کر کے گا، ہم سب تو تیار رہے ہیں جیسے حال میں ہیں، اور یہ صبر تھکے گئے کے کون ایسے وقت میں کی کام تھکے جو اس کا پانچ چھوڑے، ہمیں پاس رکھیں پڑھیں؟“

ایک عورت نے کہا،

”اور میں پانچ میں جاتا کیا ہے، اس نے دل میں، کبھی پانچ میں پانچ میں پانچ میں؟“

دوسری عورت اور دھڑکیوں کے اٹھنے ہوئے خاتون میں قوم قوم ٹھنڈی دھڑکی لگنے لگی۔ دوسری عورت میں پانچ دھڑکیوں کا ذکر کر رہی تھیں، جیسے کہ وہ ہے، ”دن کا کاکا۔۔۔ اور پھر وہ سب کی سب ایسا ہی ہوئے تھوڑے سے خاتون کو دیکھ گئیں، اس کی امید بھری نظریں میں پانچ دھڑکی



پانچ لکھ کے کھنڈ

ہم ہو گئے ہم اس نے مجھے بڑے گریہ کر کے اس کا دل اٹھایا کہ حقیقت کے لحاظ سے وہ ایک کھوت کی حامل ہے اس لئے
 بڑے کم سے بڑے کاسری شوق کے ساتھ تھا۔ ”چپ رہو۔“ اس کلمہ پر کس کس کی مولیٰ اور نہیں تو صرف جو۔ مولیٰ ہوئی وہ صرف
 اپنے۔ اس نے کہا اور میری ہر حرکت اس کی کتب سے ملتی تھی۔ اس میں کچھ بھی نہ تھا۔ اس کے اس کی ہر ایک بات پر جی تھیں۔
 اور جو وہ اس کی ہر بات پر جی تھیں۔

”ہم کہیں ہوں کوئی کیا جی رہا ہے؟“ بات اس کی کہہ رہی تھی۔ ”کیا میں اس پر غور نہیں ہوں جس کے بعد وہ نام مجھے اٹھایا مجھے غور نہیں ہوتا۔
 اس کے بعد وہ میری بات نہیں کرتا۔ کوئی اور بات ہے۔ کوئی اور بات۔“ اس نے کہنے کی کوفی چھو، اسے اس کی کوفی چھو چکے تھے۔
 فرار کر دیا میرے سر کے کھوکھلے کار پر چڑھنے لگی۔ ”جوں در۔“ سر ہائی مائی، میری ہائی، کتھی اس کے دھڑکیں میری برقی دھڑکیں۔
 تکلیف دہ دھڑکیں، منہ سے میری نے جب اسے کہتے ہیں تو وہ اس کی کتب سے ملتی تھی۔ یہاں تک اس سے پہلے کہ اس کے ہاتھ سے ہاتھ نہ آتا تھا۔
 اور وہ وہ کہہ رہے تھے کہ اس کی ہر بات پر جی تھیں۔ اس کی ہر بات پر جی تھیں۔

”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔

”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔

”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔

”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔

”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔

”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔
 ”مجھے نہ ملو۔“ یہاں آگیا۔ اس نے میری ہر حرکت پر کچھ کہا۔ اس کے دل میں ہر بات پر جی تھیں۔



دل کی بستی عجیب تھی ہے

آغا ابرار

مصلحتیں کو بے غش کر بہت خوشی ہوئی کہ میرا استاد دل کی کام لیا ہے۔ اس نے اپنے خط میں لکھا کہ تم آج کے وقت اچھا کئے گا۔
یہ کہو آج کل میرا دل بھینٹا چلا چند ہفتوں کے ساتھ ہے جس کی صحبت سے میں پرزور ہو چکا ہوں۔ ایک صوفی صاحب میرے لئے
دوست ہیں جو حق را خطہ جو مجھے دیا وہ کر رہے ہیں۔

سیاہ رنگت اچھا تھا۔ چھوٹی ڈاڑھی سپکا ہوا، لڑائی لگے ہیں لڑائی دھنک کا لبا غاکی کوٹ اور کندھے پر سر ہلکا وہ مال سیہ تھا
خیر صوفی صاحب کا آٹا عیسائی ترمیمین ان کا کھانا خوش تھیں کبھی بائبل ہے آپ نظر آتی تھیں سو دیکھیں ہیں میں اسی نگہ بازی نظر آتی
تھی جیسے کوئی تھادی دھچ جیسے مصلحت سے تعلقات کر لیا تو صوفی صاحب کو میں نے سراپا غصہ ڈالا۔ انھوں نے مجھے اپنے ہاں
کھانے کی دعوت دی اور چلے گئے۔

مصلحت نے سلام ہوا کہ صوفی حاکم میں اس کے دفتر میں میری ڈوسل گرفتار آچے اچھے لوگوں سے ہے۔ یہاں لکھی میں کوئی رنگ
کی خانقاہ کے ساتھ دو گشت خانہ ہے۔ وہیں ایک کھڑکی میں رہتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے دراصل پر حاضری دینا ان کا کمر بے شک ہے۔
گوریپ کے بہادر گشتی سے ملتی ہیں آجیب سی بات ہے۔

یہ تمام طے صحیح کہاں کہ ہوائی کو جب میں خبر کی غازیہ خانہ میں ملتا ہوں کہ وہیں میرے صاحب غازی اور علی عمر کے تھے۔
انھوں نے غازیہ خانہ کے بعد صوفی صاحب کو سے آگے اب میری پابندی غازیہ خانہ پر غرضی کا اظہار کرنے لگے۔ چند روز بعد چلے گئے مصلحت
نے گئے۔ دوست، مصلحت غازیہ خانہ میں تھی۔ وہاں لکھی ان کے ملک صاحب سے ملنے کو توجہ دیا۔ چند روز لوگ ٹھہرے مگر میں اپنی سرغرضی کی
بیس میں دبا لے گیاں دلچسپ لکھی۔ نگہ سپاہ اور وہاں میں شریک ہو چکا ہوں اب ایک مینافیت میں آوا صوفی صاحب کے نام سے ہے
انھوں نے صفت میں ہے آٹا دیکھا کہ آٹا کو آپ میرا کام کر لیں گے۔ میں نے صفت کہا تو میں مینافیت پر دو لکھی۔ دو لکھی
لکھی ہیں۔ وہ مینافیت ہے۔

مصلحت نے مگر لکھا کہ میں یہ اس مینافیت کو غرضی میں نہیں ملتا ہوں بلکہ آرام

میں۔ پہلے اور دوسری نام کھانے کے بعد چلتی تھی۔ وہ میں دیکھیں کہ آٹا۔ دو ہر دو میں لگتے۔ صوفی کے وقت اٹھے اور ان
دو خانوں کے ساتھ چلے گئے مگر خانقاہ غرضیت میں نہادہ گشتی پڑی۔ انھوں کے ساتھ میرا دو لکھی دیکھنے کو صوفی صاحب
انہیں حاضر ہوا مگر کہ چلے گئے تھیں۔ اے وہاں آتے۔ یہاں توڑی ختم تھی۔

مگر تو ان کی مینافیت لکھی لکھی۔ جیسے جیسے لکھی۔ وہ لکھی جارہے تھے۔ دو ہر دو میں لکھی۔ یہاں لکھی۔ وہ لکھی لکھی۔



بزرگ کی کمر بستہ کوشش، انہیں چڑھانے لگا کر ہے تھے۔ مولیٰ صاحب نے سب سے پہلے ہمارا عقائد انہیں سے کرایا۔ یہ مولیٰ ترقی
تھے جو بہت اٹھارہویں سے تھے اور کہنے لگے آپ کو نام نہانے لیے ہمارے غرض ہے۔ بعد میں کہنا کہ آپ کو عقائد سے کسی نے کیا نہیں کیا
پادری کیجئے۔ یہ ہمارا مرکز ہے اور ہم وہاں سے ملے ہیں، داخل ہوئے۔ انکان میں جہاں فاضل ملک ہے تھے، مولیٰ پر انہیں
گھڑتے رکھے تھے۔ یہاں علیحدہ ہسپتال کی جگہ آئیں اور فاضل کے نکلے آویڑیں تھے۔ چاندنی بھی تھی جس پر دیوار کے ساتھ ساتھ
کئی سالوں میں ستر ستر صندوق چلی نظر آئیں، مکان نہایت لمبہ اور بڑے خوب تھا۔ کچھ لوگ کھانے کے بعد خدمت ہوتے، ہمارے غایت
میں سے علی علیہ کو روک کر کیا جانے لگے مولیٰ صاحب نے اگر ہم سے کہا کہ اب مولیٰ سارے ہو گئے دھوکہ کھینچے، میں جیڑی کہہ کر کیا یا یا یا کرتا
آٹھ کر پورے تھوڑے سا عرصے میں ہر ایک ہفتے والوں کو آٹھ لے دھوکہ دے دیا۔ یہاں قمر الدین کے چچاں پر ہوا، مولیٰ ہر ہی تھی
کیونکہ انکان میں نے پکھا تھا۔۔۔ مولیٰ کے پیٹھ پر ہوا پکھا تھا۔

ہوا پر ہونے کے بعد ایک اور کیفیت یہ ہوئی کہ چاندنی کے فرشتے ہمدردانہ پیشانوی تھا۔ تنگ کر دیکھی گئیں اور ہر گناہ جانا
ساتھ بیٹھ مولیٰ صاحب دشاہوں سے گفتگو کرنے لگے۔ بچت سیست میں ہاں تھی مگر غرض سے گفتگو نہ کیجئے چلیجئے
میں ٹوبہ جگمگت، جہاں کی غزل شروع ہوئی۔ قوالوں نے سب سے صبر و گاہا کہ مولیٰ از خود بیگہ ذکر دی، تو ایک صاحب نے
بول دینے میں اپنے ہاتھ سے سینہ پریشان تھے اپنی دکان پر بندھے دو ہفتہ مارا اور کیا کہہ کر دی۔ از خود بیگہ ذکر دی، قوال جہاں گئے
کہ اس طرف کوئی صاحب دل پیشا ہے۔ انہوں نے ہر صبر و گاہا کہ مولیٰ از خود بیگہ ذکر دی، صاحب دل لے چلے دو ہفتہ
صبر و گاہا، پھر دہانے کی طرف بیٹھے ہی بیٹھے گئے۔ پائوں سے تھیں ساکتے ہوتے اور ہر غم کی طرف مذکور قوال کا ہاؤں
مڑنے لگے۔ زوال نے تعلیم پاؤں کھینچ لیا۔ اور ہر غم پر انہیں نہیں اور جڑتے جھلنے دیکھے ہی تھیں کہنے والوں اپنی جگہ پر آ
بیٹھے۔ جب کہ حال جاری رہا قوال ہی صبر و گاہا کہتے رہے تاکہ صاحب دل ہی صبر کے اس کیفیت کے غرض کہ جب قوال
اس شعور پہنچے کہ مولیٰ دل بہتر باہی عالم تو ایک اور صاحب کمال آگیا۔ جسے چارے چلے گئے خوشی و غم اس میں کارنا،
نہاں سے پکارتے رہی دل بہتر باہی عالم اور صبر و گاہا کہنے لگی کہ اگر اپنے آگے وہ دلی جیسے کوئی داخل کا پتا نہیں کہ کہنے
یہ سرتواری ہے۔ سب یہ شخص ان کی قوم کا مگر کہ تھا ہر بار ہوا ہی صبر و گاہا کہنے لگے اور وہ مولیٰ غمناک صفت اندوہ
ماتھا تھا اس کا چہرہ مسخ ہونے لگتا ہی ہے اپنی ہی پرندہ دھاتھا مارا کہتا رہی دل بہتر باہی عالم اور آٹھ ذکر کراہم گیا اس
کے ساتھ قوال بھی کھڑے ہر گئے ہادی میں آٹھ کھڑی ہوئی چلے والے نے طلب اور اور غم والے نے راجہ غم بیٹ پر ہاؤں لیا اور
اس دور میں ہر حال سے ہر گئے کی رفتار میں ذرا بھی سستی آئی ہو صبر و گاہا کہنے لگتا تھا۔ وہ غمناک انہیں نہ کہہ دھوکہ دے
ماتھا اور ساتھ دالے نے ہر میں ہاؤں سے کہہ کرانے سے تھا کہ تاکہ اگر دہانے سے جب وہ پیشا تو جس بیٹھی دیکھ کر قوال ہی
سے کہتے تھے۔ مولیٰ دل بہتر باہی عالم ۱۷ آٹھ نے ہر دیکھ کر حال چٹھانے سے آٹھ پر گیا ہے وہ سراسر صبر و گاہا کہنے لگتا تھا
جوں نہ کہ مذکور ہی انہیں غمناک نے صبر و گاہا کہنے لگتا تھا۔ یہاں ہاؤں تاکہ دیکھ دیا اور انہیں ہر گئے کے ہر گئے لگے۔

فرشتے جس میں کافی دھوکہ دیا، وہی قوال مذکور اپنے لیے دیکھ کرانے کا اور چلا اس وقت میں مولیٰ صاحب سے غم
ہر گئے جس شخص نے ہاؤں جہاں تاکہ دیکھ دیا تھا وہ چاندنی پرکھ میں مولیٰ کی دھوکہ کرتا ہے۔ لہٰذا میں صاحب دل پر چلے کیفیت گزری
غنی وہ دلی کا بہت بڑا دوست ہے۔ میں نے یہاں تک دیکھ کرانے کے دوران آٹھ کر ہر گئے چلے جاتے تھے اور حوازی دیکھ



پہرا دیکھتے تھے۔

عورتوں کی اس جماعت کا قسمی داخلہ جہیز کی کمی کی خاطر نہیں ہوا تھا۔ اکثر ایسے جہیز صاحب اور چھوٹے جہیز صاحب کی لاکھوں کا ذکر کرتا تھا۔ صرف صاحب کسب قریبی دوست ہوا، چوں والے تھے صرف صرفی صاحب تھا، ایسے تھے جو آؤ انشور یعنی سے اور جہیز کا، انشور ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی بہنوں سے بھی قطع تعلقی کیجے دیتے تھے۔ میں نے اس وقت بھی ایک دفعہ وہی دیکھا کہ جمعرات کے جمعرات کوئی دکانی اپنا "ختم" چھوٹا دیا، یہاں شہر اور مکی میں۔ اس جمعرات کو صرفی صاحب نے سوسے پوری سے اپنا ختم چھوٹا دیا۔ یہاں قریبی اپنی عورت پر شیشی کا رنگ تیار کر کے لائے ساتھ سبز یا سبز سفید ہوتی، آخر یہ کیوں؟ صرفی صاحب نے تجاہد کیا یا پھر پرانا ہے۔ جیسے ہی بات کرنے کے بعد ادا رہیں۔ دھڑا علم سرنے کے لیے کیا نقشہ ہم کوئی ختم چھوٹے نہ چھوٹے؟

یہاں پر ایسا ہوا کہ اس سے دل لگائی سے دور کرنا غرضی ہوتے اور شیشی ہوتے۔ اس کا شک نہ درویش تھا نہ تھا۔ وہ بھی جیسے جیسے دکانی ہوتی اور وہ بھی ہر جمعرات کوئی دفعہ خود کمزور کر کے اپنا ختم دلاتا، جنوں میں صرفی صاحب دکانی دودھ مند ہوتے اور جس کی عورت ہوتی وہ اپنے دودھ مندے والوں کو دھوکا دیتے۔ دیکھ کر غرضی میں اپنے والے اپنا ہون کا حسرت لگے کہ کوئی یاد نہ

ایک بار صرفی صاحب کا شیشیوں آیا کہ مرزا محبت بیگ اپنا تک حرکت قلب بند جانے سے فوت ہو گئے ہیں محبت لڑکی بٹا میں مغرب کے وقت پہنچے گی۔ خداوند جان کہ لیے چنچ جانے مرزا محبت بیگ ہی بزرگ تھے جنہوں نے صرفی صاحب سے اپنا کر بٹا دیکھا کر لیا تھا۔ ہم قریبی عوام ہوا کہ وہ ہر سال وصیت نامہ تیار رکھتے تھے۔ کیرلا دھو تھے۔ اپنی لڑکیوں کی دکانی دار اسلم کو اس فردا پر سوچ گئے کہ وہ دکاندار کی آمدنی کا نصف قریبی میں اور دکانی کو دیا کہ۔

صرفی صاحب کا حسرت صاحب اب ہوا جانا سپنا تھا۔ چنگ کے پیچے جانے کا سامان دیکھا کا رہا، عراقی کرنے میں مرزا میر اور چنگ کاوت صرفی صاحب نے اور دکانی کے گھنے میں تھوڑا سا اس وقت سے آٹھانے ہرے حنائی سفید رنگ کی کاغذوں کے جڑ جڑی اور بیات کی کوئی کوئی کتابی۔ ہمارے ایک ایک بیٹہ سا اور الہی کے پاس ایک تصویر ملکی ہوتی۔ گھڑے کا دیکھتے لکھتے ذہن اور لکھتے شیشی میں چٹا ہے۔ اس میں کوئی آج نہیں نے ایک روز جو بھی لیا۔ صرفی صاحب قریب قریب آپ کتب اسباب سے قصات ہو چکا ہے۔ گھر آپ نے اس تصویر کے نقش پر کچھ نہیں تیار کیا کہ جس کی ہے؟

میرا اگ کے ایک دیشی فاسد تھے بلکہ بہت شگفتہ فرد تھے۔ میں میرا، بھائی میں اند کو پید ہے ہرے۔ میں یہی لکھتے تھا کہ ان کی یادگار سے ان کے انتقال کے بعد میں نے آگے بڑھنے کے لیے چھڑ دیا۔

شیشی میں نے دیکھا۔

"دکانی میں وصیت نامہ لکھا جاتا ہے، ان کی دکان کی بیٹیاں ابھر کے کہیں مٹی کی ہیں؟"

سال جہیز میں ان کی قریبی شخصیں لی مکی تھیں صرفی صاحب ختم کر کے تھے اور اس بہادر کے کہ ابھر شیشی کے عرس پر جانے کے لیے سات روز کی خدمت لگے۔ تھے جو کوئی اعمال تیار کر کے خدا کے سامنے پیش کرے۔ اس نے اس وقت پر غور و فکر ہی کیا کہ اپنی شخصیت ختم کر کے ہزاروں عرس پر جانے کے لیے سات روز کی خدمت لگے۔ یہ بہت مشکل ہے۔

صرفی صاحب نے جواب دیا۔ "مگر دیکھیں کہ کوئی شخصیں لڑکی کر چکا ہیں مگر سارے گریو والے نے ہوا یا ہے۔ یہ ہندو، انکار کیے کر لگتا ہے۔"



انجیال

الہامیہ سید قریشی



نفاذ میں ناکامی کے برعکس جو نہ ہو، خرگوش کی نگاہوں کی طرح ہوتی تھیں اور کندھ کے نیچے اگلی کے بلب اپنی ہی راہ میں پہنچتے ہوئے کوڑیوں کی مانند نظر آ رہے تھے۔ یہاں وہ لکے طعوظات نہیں دیکھ کر بڑھو کا احساس ہوا کرتا تھا، بڑی مٹ گئے تھے جیسے مٹتے پر اسٹینچا بھیر دیا جائے۔ — زمین تھیں نہ آسمان، اتفاق تھا نہ شفق، صحت کی ہر طرح ذبح کا احساس، اگلے نیچے لمبوس ہوتا تھا کہ میں اس صحت (خبر) اشتہام کے مثال میں صدمہ لیا کہ صحت سے ڈھنچا ہوا سر وہ پوٹا ہوا، جس کے گرد انڈیا و منڈ کے پردے سے ڈھنچے ہوئے تھے، جس کی پھٹی کپڑی بھی نظر نہیں آتی تھی جو گڑبڑوں کی کواہیوں کے مطالقی آسب زد تھا، جیسے کسی فکر کا دودھ لگی کہ ہاتھ سے اوپر بھونچا کبھی نہیں پھٹے گا، جس کی طور و ان کی نام گوشہ نشین اس طعنیہ پادار کے گردوں کی گود میں سر ٹپک، ہی تھیں جو اس کے گرد ان کی گت عدلیہ سے گھوم رہا تھا۔ اور کون بولنے کو رہا تھا بھولنا نہیں۔

مخالفین دن سے تمام کی کیفیت تھی جیسے ہواؤں کے سوتے سوتے گئے ہوں، پانچویں کے ٹکڑوں کی سائیں سائیں ایسی تفریح کو کہ نام کی کشش تھی، چپ سادے کمرے سے تھے، مرنے لگی تھی کہ عدت سے ناز و آٹھا کر کے گواہ کی تھی، یہ ایک جینا گائے رہا گیا ہے اور دیکھو ایک صحت کو نہ لگی لگتا ہے، ایسے ہی جب ہاتھ کو ڈانڈا ہائی نہ دے، پھلے پھلے کا دم گھٹنے لگتا ہے اور میں تو پہلے ہی ٹھوکر دے فوراً "اگر میں وہ چکا تھا سانس گھٹنے لگے اور میں باہر نکل آیا، دھند چل چلی ہوئی آواز کی کہہ رہی تھیں، ایسی دھند چل چلی تھی۔

"بہا چل رہی ہیں جلدے۔"

"سوچنا آخر کیا ہو جیسے گھسول میں؟"

"ستین دن کی برائی رات؟"

"بہت ہی نہیں، کھٹا ہی نہیں؟"

"اللہ میرے۔"

دھند چل رہی تھی۔ کسی نام نہاد صحت میں چپک سی رہی۔ چھوڑا تھوڑا کر ہر چیز میں گئی۔ اور ہر کمان پھٹ پڑا، میں چپک کر ہزاروں کے ایک برآمدے میں کھڑا ہرگز نہ دیکھتے ہی دیکھتے حرکت کی پڑائی دیوار کا پتہ نہ لگا۔ پھل چپک کر گئی اور اس کی آواز نادر کی کھٹوں اور دواہیوں میں ہواؤں چلنے پھلنے کا نہ لگتا تھا، ہند سے ٹھوڑے اور گتے لگے، برآمدے کی چھت چپک پڑی، تاہم نظر کرنے سے آپسے ہنسنے لگا۔

لیکن میں نے یہ خیالات ہی غرق تھا۔ اور اسی تنہائی، تھنڈا سہی، اجڑوں کی چپک لگی، لپکوں کی بے ہری، غریب... مختصر

[illegible]

مجھے ہے بچ جانے کی۔

یہ کہہ کر اس نے پہاڑی اٹھ بیوں کی طرف چڑھایا لیکن میں نے اس کی کانٹے سیڑھی سے پکڑ لی۔ اس نے دھڑکایا اور اس
دور آواز میں یہ اُٹھ کر کھڑے ہوئے۔ اپنی مدد کی قوت سے اُسے فری پگڑا کر ایک محض تک لڑائی کا منہ اور عزت بڑھ کر
دیکھنے کے لئے میں چار کے ہند کا پیچے گا دیکھا۔

(سجے - ۵۰)

۵۰۶

جہاں تیرا کھڑے ہو کر گیا ہمارو
اے اہل بھگوانت پنچ ہری گئے ہمارو
پلکان پر جوتے سے فرستے ہی پائوں
بھیدہ وہ پاسی سے جڑے ہوئے ہمارو
کائنات میں نفی میں نہ دھنا بھر
اسی صبر سے جواشبہ ونا بڑے ہوئے ہمارو
جہاں تیرے زانیہ وہ انکھوں سے نہاں
جہاں تیرے زانیہ وہ انکھوں سے نہاں ہمارو



الہیہ

مکمل طور پر - احمد علی

لوگ اگر ہمت کی فکر نہ کریں تو جہلم کے لئے اپنے وطن کی بات سے اگلے گا۔ یہ شخص تو دنیا کا اکڑا ہوا آدمی ہے۔

فقیہ رحمت علی کو فتح کی بات سے لپڑا پورا اتفاق تھا۔ لہذا ساسی نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ یہ بڑا ہی اچھا آدمی ہے۔

پھر اب تک تو رحمت سے ہر چاہک پہلے سے مصروف تھا لیکن اب گھوڑا مارا گیا تھا۔ چھوڑ کر جب اس وقت سے فراغت ہوئی تو اس کا بیٹا محمد علی نے اس کو لے کر آج میں یہ لوہار ڈرا مولا ہے۔ ساسی نے میرے چچا کو اٹھائے جھٹکے دس کے ساتھ کہہ کر کوڑیوں میں فروغ دے گا اور میرا اکڑا ہوا آدمی کہے گا۔ "فتح کی فیس یہ فقیہ نہیں دے گا۔" ساسی جوں سے وہ بڑا ہے۔

فتح کی کوہلو میں ان تین دن آئے اور مارا سب کے شوق و ہر بات فقیہ نے کوہلو سے چھوڑا کہ بہت برا نہیں کہ خدا کا ناکارہ ہو کر۔ اب تین دن کے کیا بات ہے۔ میں خود کہہ کر گ۔ سسے واقف ہوں۔ اکیس سات تاروں میں گنگوڑا کام کے کوہلو پر

ہیں جلتے گا اب تک تو رحمت سے بات میں یہاں نہیں تھا لیکن اب بات میں یہاں گنگوڑا کوہلو پر... یہ وہاں اگر فتح کی کوہلو میں پڑ گیا تو اس کے تقریباً گنگوڑا کوہلو پر آتی کہ اس میں تھے جو فتح میں رہا ہوئی ہیں سب میں خود کوہلو ہے!!

یہ فتح کی کوہلو کا گنگوڑا کہہ کر فتح رحمت علی کوہلو سے یہ ساسی ساسی گنگوڑا گیا۔ لیکن چھوڑنے کے ساسی ساسی ساسی سے اس نے کوہلو سے خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔

اس نے اتنی محنت سے یہی کہہ کر گنگوڑا کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔

اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔

اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔

اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔

اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔

اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔

اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔

اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔

اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔ اس نے یہ خود کوہلو پر آتی ہے۔



چالیس سالہ عرصہ

دو روزہ بتا ہے تو دو روزہ بتا دے

اس کی جگہ دو روزہ بتا دے

تھے۔ فریاد سنا کر کے کہانے پہننے کی کاشتکار کو پہنچے تھے۔ ان کے چھ ان کا غلطی اس میں رہے۔ ان کے کہانے کو کھانا منٹیں
 رحمت اللہ نے فریاد کو دیکھا تو ہو گئے۔ ان فریاد صاحب نے آپ کو اپنے بارہیت ٹھوڑا۔ آپ کہاں رہ گئے تھے؟
 وہ غلطی ہی جو گھر سے نکلتے ہیں وہ یہ کہ گناہ گوارہ نے بہت جلدی ہو چکا ہے۔ فریاد صاحب نے غصہ ہی کے پیش نظر ان
 کا جواب اتنے ہی خوشامد و دل سے دیا فریاد نہ کیا۔

شیخ ہی آگے سے بولے "تو فریاد صاحب! یہی تو سنا ہی ہو گیا؟"

فریاد صاحب نے سمجھتے ہوئے جواب دیا: "ہاں اگر سنا ہے یہ قصیدہ اردو معلوم کس وقت کب لکھ گئے گا؟"

بچے سے چھٹا لڑکا: "فریاد صاحب! کاشی کھڑا ہوں۔ لیس آتے نہیں ہی سے ہوں گا؟"

"اے گھوڑا آکر شلک ہے؟"

"اکی گھوڑا آکر۔ کہا کہ نے او فریاد صاحب؟" چھٹا نے ساتھ میں چلنے کا اشارہ کیا۔ میں نے ہوا پھانسی گا۔ اور صریحاً

اگر لڑکے گھر رہا؟"

فریاد صاحب



سہم آتے ہیں
 وہ وہ آتے ہیں
 وہ آتے ہیں

آؤ میں نے بڑے ایسے آدمی کا نہیں آٹا یا جو تم سے سچا ہو اب الوداع

تعلک کے ساتھ میں کیا ایسے آدمی ہر وقت سے سچا ہو اسے اجودہ

آٹا یا باریف

سہم آتے ہیں وہ بن کر رہے تھے
 تمام اہل بینین وہ بن کر رہے تھے

سہم آتے ہیں وہ وہ آتے ہیں

[illegible][illegible]

”میرے لیے یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو میری جگہ پر جاسکے۔“

عبد۔۔۔ اے لاکڑے! اے عجب و کونگرس! میری آنکھیں کھل گئیں۔ آج تو خدا تعالیٰ نے آپ پر درود علیہ السلام نازل کیا ہے۔ یہ سن کر اے لاکڑے! میں بھی ہوا کرتا ہوں۔

یاد رکھیں: ہماری برکتوں کا یہ گنجینہ ہے۔ ہم نے ان کے لئے بنائے ہیں، ان کی حوصلہ شکنی نہ کریں، ان کی حوصلہ شکنی نہ کریں؟

تاکڑے لہنے کے ساتھ کہیں بھی چلنے کا ارادہ کیا۔ "خیر بھلا! سبھی لوگ بھی رات کے چھ بجے ہی اٹھ اٹھ کر ٹوبے سے اٹھ کر کھینچیں، کھینچیں، ہلن چلن ہی جاتے رہتے ہیں۔" وہ انہیں دیکھ کر کہنے لگا۔

[illegible]

“*Wu Ji*”

Summary

المجلس الأعلى للدراسات الإسلامية

[illegible]

۱۔ اگرچہ یہ سب کچھ کہہ کر بھی یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا ہے، لیکن یہ سب کچھ کہہ کر بھی یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

آوردہ پیکٹوں پر حکومت کی ایک ٹیم کی سربراہی ہے۔¹⁶

تبریکات و تحنن

2009-10-14

بازار کے لئے پیداوار میں اضافہ ہو گا۔

^۱ همانجا.

100

Journal of Management Education 32(1)

100

Journal of Management Inquiry 18(1)

100



1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26



[illegible]

”وہاں ٹھیکہ سہ ماہی، نصف سالہ اور سالانہ پر مقرر کیا گیا۔ اگرچہ یہ چاروں سالوں میں بھی حکومت ہند نے اس وقت کو اپنے لیے لیا۔“

[illegible][illegible]

”آپ نے گفتگو میں جو مناسب؟“ سید نے ان کو یہی رد میں اور یہی جواب کے لئے کہا۔ ”آپ نے یہ کہا ہے؟“

فكرت في ان اكتب لك رسالة

من کتب معتبره

سید و قادیان و مری و پشاور و خیبر پختونخوا کے علاقوں میں ایک ایک الگ الگ حکومت بنائی جائے گی۔

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

مجلس شورای اسلامی

| Age Group | Education Level | Percentage of Respondents |
|-----------|-----------------|---------------------------|
| 18-29 | High School | ~45% |
| | College | ~55% |
| | Graduate | ~65% |
| 30-49 | High School | ~55% |
| | College | ~65% |
| | Graduate | ~75% |
| 50-69 | High School | ~65% |
| | College | ~75% |
| | Graduate | ~85% |
| 70+ | High School | ~75% |
| | College | ~85% |
| | Graduate | ~95% |

1890-1891. 1892-1893. 1894-1895. 1896-1897. 1898-1899. 1900-1901. 1902-1903. 1904-1905. 1906-1907. 1908-1909. 1910-1911. 1912-1913. 1914-1915. 1916-1917. 1918-1919. 1920-1921. 1922-1923. 1924-1925. 1926-1927. 1928-1929. 1930-1931. 1932-1933. 1934-1935. 1936-1937. 1938-1939. 1940-1941. 1942-1943. 1944-1945. 1946-1947. 1948-1949. 1950-1951. 1952-1953. 1954-1955. 1956-1957. 1958-1959. 1960-1961. 1962-1963. 1964-1965. 1966-1967. 1968-1969. 1970-1971. 1972-1973. 1974-1975. 1976-1977. 1978-1979. 1980-1981. 1982-1983. 1984-1985. 1986-1987. 1988-1989. 1990-1991. 1992-1993. 1994-1995. 1996-1997. 1998-1999. 2000-2001. 2002-2003. 2004-2005. 2006-2007. 2008-2009. 2010-2011. 2012-2013. 2014-2015. 2016-2017. 2018-2019. 2020-2021. 2022-2023. 2024-2025. 2026-2027. 2028-2029. 2030-2031. 2032-2033. 2034-2035. 2036-2037. 2038-2039. 2040-2041. 2042-2043. 2044-2045. 2046-2047. 2048-2049. 2050-2051. 2052-2053. 2054-2055. 2056-2057. 2058-2059. 2060-2061. 2062-2063. 2064-2065. 2066-2067. 2068-2069. 2070-2071. 2072-2073. 2074-2075. 2076-2077. 2078-2079. 2080-2081. 2082-2083. 2084-2085. 2086-2087. 2088-2089. 2090-2091. 2092-2093. 2094-2095. 2096-2097. 2098-2099. 2100-2101. 2102-2103. 2104-2105. 2106-2107. 2108-2109. 2110-2111. 2112-2113. 2114-2115. 2116-2117. 2118-2119. 2120-2121. 2122-2123. 2124-2125. 2126-2127. 2128-2129. 2130-2131. 2132-2133. 2134-2135. 2136-2137. 2138-2139. 2140-2141. 2142-2143. 2144-2145. 2146-2147. 2148-2149. 2150-2151. 2152-2153. 2154-2155. 2156-2157. 2158-2159. 2160-2161. 2162-2163. 2164-2165. 2166-2167. 2168-2169. 2170-2171. 2172-2173. 2174-2175. 2176-2177. 2178-2179. 2180-2181. 2182-2183. 2184-2185. 2186-2187. 2188-2189. 2190-2191. 2192-2193. 2194-2195. 2196-2197. 2198-2199. 2200-2201. 2202-2203. 2204-2205. 2206-2207. 2208-2209. 2210-2211. 2212-2213. 2214-2215. 2216-2217. 2218-2219. 2220-2221. 2222-2223. 2224-2225. 2226-2227. 2228-2229. 2230-2231. 2232-2233. 2234-2235. 2236-2237. 2238-2239. 2240-2241. 2242-2243. 2244-2245. 2246-2247. 2248-2249. 2250-2251. 2252-2253. 2254-2255. 2256-2257. 2258-2259. 2260-2261. 2262-2263. 2264-2265. 2266-2267. 2268-2269. 2270-2271. 2272-2273. 2274-2275. 2276-2277. 2278-2279. 2280-2281. 2282-2283. 2284-2285. 2286-2287. 2288-2289. 2290-2291. 2292-2293. 2294-2295. 2296-2297. 2298-2299. 2300-2301. 2302-2303. 2304-2305. 2306-2307. 2308-2309. 2310-2311. 2312-2313. 2314-2315. 2316-2317. 2318-2319. 2320-2321. 2322-2323. 2324-2325. 2326-2327. 2328-2329. 2330-2331. 2332-2333. 2334-2335. 2336-2337. 2338-2339. 2340-2341. 2342-2343. 2344-2345. 2346-2347. 2348-2349. 2350-2351. 2352-2353. 2354-2355. 2356-2357. 2358-2359. 2360-2361. 2362-2363. 2364-2365. 2366-2367. 2368-2369. 2370-2371. 2372-2373. 2374-2375. 2376-2377. 2378-2379. 2380-2381. 2382-2383. 2384-2385. 2386-2387. 2388-2389. 2390-2391. 2392-2393. 2394-2395. 2396-2397. 2398-2399. 2400-2401. 2402-2403. 2404-2405. 2406-2407. 2408-2409. 2410-2411. 2412-2413. 2414-2415. 2416-2417. 2418-2419. 2420-2421. 2422-2423. 2424-2425. 2426-2427. 2428-2429. 2430-2431. 2432-2433. 2434-2435. 2436-2437. 2438-2439. 2440-2441. 2442-2443. 2444-2445. 2446-2447. 2448-2449. 2450-2451. 2452-2453. 2454-2455. 2456-2457. 2458-2459. 2460-2461. 2462-2463. 2464-2465. 2466-2467. 2468-2469. 2470-2471. 2472-2473. 2474-2475. 2476-2477. 2478-2479. 2480-2481. 2482-2483. 2484-2485. 2486-2487. 2488-2489. 2490-2491. 2492-2493. 2494-2495. 2496-2497. 2498-2499. 2500-2501. 2502-2503. 2504-2505. 2506-2507. 2508-2509. 2510-2511. 2512-2513. 2514-2515. 2516-2517. 2518-2519. 2520-2521. 2522-2523. 2524-2525. 2526-2527. 2528-2529. 2530-2531. 2532-2533. 2534-2535. 2536-2537. 2538-2539. 2540-2541. 2542-2543. 2544-2545. 2546-2547. 2548-2549. 2550-2551. 2552-2553. 2554-2555. 2556-2557. 2558-2559. 2560-2561. 2562-2563. 2564-2565. 2566-2567. 2568-2569. 2570-2571. 2572-2573. 2574-2575. 2576-2577. 2578-2579. 2580-2581. 2582-2583. 2584-2585. 2586-2587. 2588-2589. 2590-2591. 2592-2593. 2594-2595. 2596-2597. 2598-2599. 2600-2601. 2602-2603. 2604-2605. 2606-2607. 2608-2609. 2610-2611. 2612-2613. 2614-2615. 2616-2617. 2618-2619. 2620-2621. 2622-2623. 2624-2625. 2626-2627. 2628-2629. 2630-2631. 2632-2633. 26

Handwritten signature

Franklin D. Roosevelt, American President, 1933-1945. Office of the President

[illegible]

الکتاب فی الجہان

^aSource: U.S. Census Bureau, *Current Population Reports*, 1990.

[illegible]

تلاوة القرآن في مكة المكرمة، ١٤٢٠ هـ

فہرست آراء میں شریعت کی ابتدا اور انتہا کی طرف سے تفسیر کی گئی ہے۔

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

[illegible][illegible]

ولجہ عام اکثریت سے ہر گز متبرک کے اندر جہاد کا کوئی عمل نہیں ہے۔ یہی بات ہے جس نے عورتوں کو قتل کیے بغیر



دوسری ملاقات

[illegible][illegible]

فریح منگول سے آئی ہوئی۔ کراچی پہنچا تو وہ دیکھا کہ ایک چمڑا گیا دارو مال لکھے کھڑے ہیں نہ تو حق تھی۔ اس نے لکھے کام میں لگا دیا۔ فریح منگول سے
میلو سے ملے گا کہلا داکر آئی ہوئی۔

اساتذہ کرام! السلام علیکم وعلیٰ اہل بیتہ

یہ سب باتیں اس کے پاس آجائے۔ وہ کہیں تو تم جاؤ۔" میں نے ٹھیک کہا۔

تہذیب و تمدن کے بارے میں

[illegible]

میں بھی تو چاہتا ہوں کہ میری زندگی بڑھ کر اسی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے واسطے ہی پیدا کیا ہے۔

میں نے کہا: "اگرچہ میں اس کی طرف سے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"وہ صاحب" سے نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"آپ کا مطلب؟"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"لیکن میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

اور میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"آپ کی بات؟"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

..... آپ کا مطلب؟

"آپ کا مطلب؟"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

میں نے کہا: "میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"

"میں نے اس کے لئے ہوں، لیکن میں اس کے لئے ہوں۔"



”اگر آپ یہ چاہا،“ اس نے ہنس دیا اور پوچھا ”کیا موت کے گمراہ کو فریاد“

اور کچھ عرصے بعد اس شخص کے پاس سناٹا نہایت سخت گورہ ہوا کہ ”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”کیسے؟“ اس نے پوچھا۔ ”اس نے اس کی موت دیکھ لی کہ“ ”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“ اس نے پوچھا۔ ”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“ اس نے پوچھا۔ ”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“ اس نے پوچھا۔ ”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”اگر وہ چاہے، وہ جہنم بھی جاسکتا ہے“

”مگر وہ میرے ذمہ علوم پر تکتے“ لٹری ڈاکٹر نے کہا۔

”ذمہ؟ میں نے گھبرا کر پوچھا

”گھبرانے کی کوئی بات نہیں، میرا وہی ڈاکٹر فرسٹ کلاس الٹی میس ہے۔ ابھی فیصلہ ہوا ہے کہ وہ ڈاکٹر رشید نے لے کئے تھے۔“

”میں کہتا ہوں، البیس میں نے۔“ آپ کہتے ہی نہیں ہے۔ جب وہ ڈاکٹر لٹری ڈاکٹر کیسے دیکھیں تو یہاں تک خوشیوں میں لگے کہ نہ لٹری ڈاکٹر رشید نے،

لٹری ڈاکٹر کیسے دیکھیں تو یہاں تک خوشیوں میں لگے کہ نہ لٹری ڈاکٹر رشید نے،

وہ میرے ذمہ ہے ایک سب سے بڑے شاعر کی طرح وہ دونوں ڈاکٹروں کے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔

لکھا ہوا تھا ”میرا“ دھوکا دینے والا سب سے بڑے شاعر کی طرح وہ دونوں ڈاکٹروں کے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔

یہی میں، ایک سب سے بڑے شاعر کی طرح وہ دونوں ڈاکٹروں کے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔

مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔ اب میں جہاں میں پہنچ چکا تھا۔ میرے لیے کچھ کچھ ان کے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔

پھر ان کے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ چکا تھا۔ میرے لیے کچھ کچھ ان کے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔

تو لکھا گیا۔ ایک ڈاکٹر کی طرف سے لکھا گیا تھا کہ ایک ڈاکٹر میرے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔

میرے ذہن کے پہلوں سے لکھا گیا تھا کہ ایک ڈاکٹر میرے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔

میرے ذہن کے پہلوں سے لکھا گیا تھا کہ ایک ڈاکٹر میرے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔

میں نے ڈاکٹر نے دیکھا۔

”مجھے ان کے لیے لٹری ڈاکٹر میرے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔“

”وہ کیسے؟“ ڈاکٹر نے پوچھا۔

”اس وقت کی دکان کو لکھا گیا تھا۔“ لٹری ڈاکٹر میرے ذہن کے پہلوں سے لڑتی ہوئی ایک مقام پر پہنچ کر لگ گئی ہیں۔“



۱۱۵۰

تو وہ چہ تو گرا نہیں کرتے
جھوٹے گھر رعب جہاں نہیں کرتے

برائے دل ہیں وسیع انہیں شاد رہے
جھوٹے گھر رعب آہ کو گرا نہیں کرتے

نہ دیکھا جان کے اس نے کوئی تیرہ گرا
اس جہاں سے ہم دل بڑا نہیں کرتے

سید محمد علی

لکھا میرا میرا

جب وہ اپنی بات ختم کر چکی تو کوثر نے کہہ دیا کہ ہاں، ہاں میں نے پہلے چکے تھے کہ میں نے اس کے ساتھ رشتہ داروں کے وال کی بیٹی کی۔
 وہ اس کے نزدیک کچھ عرصہ تک رہے اس نے اپنا جوا اٹھایا اور پھر گھوٹے والے سے وہ اس کے کوٹھنوں میں جا کر نکل گئی۔ پھر رہتے
 جاتے اس کا ہاں ایک عرصہ میں وہاں رہا کرتے کہ چنانچہ وہ لاکھ لیکن اس نے اپنے کو گھٹے سے منہمال بنا دیا پھر وہ یہ بھی گئی۔
 اور پھر وہ گھوٹے والے سے کہہ کر ایک تم دانہ بنا کر اپنے عرصہ میں گئی۔ وہ اس نے اپنے آپ سے کہا کہ اب تو میں گئی
 چلی گئی اس سے پہلے اس کو ہی یاد کر رہی تھی اور کہہ چلا تھا کہ اس نے اس کو گھوٹے والے سے کہا تھا کہ وہ اس کے گھر میں
 کو رہا ہے وہ اس کے۔ لیکن پھر فرشتوں نے اس کو کہہ دیا کہ اس نے اس سے کہہ دیا کہ اس کے گھر میں اس کے گھر میں اس کے گھر میں اس کے گھر میں
 ہندو شہزادہ اور پھر اپنے آپ کا اس کے گھر میں اس کے گھر میں اس کے گھر میں اس کے گھر میں اس کے گھر میں اس کے گھر میں اس کے گھر میں

دسمبر ۱۹۵۵ء



میں اس پر دشت فربہ ہوں تو میں شہزادہ میر ج
 شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج

میں شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج
 شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج

میں شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج

میں شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج شہزادہ میر ج

مسجد میں سوتلے فرش کو کھینچ رہے تھے وہ ایک گھبراہٹ سے بچنے لگا: بارہا کون آگیا تھا؟
لوگوں سے آگاہی نہ ہوئی تھی کہ نظریہ پر فقیر نے جواب دیا
"میری کل شام وہاں۔"

سوتلے فرش پر آگیا ہے۔ جلدی دکائی پر آگیا ہے؟
مولوی صاحب فقیر مزید کہہ کر گئے: "اے عزیزو! تم کو یہاں باتیں کہنے کہنے ہو؟ یہاں صرف خداؤں کا توبہ باتیں کرنا چاہیے
جانتے گی۔ پھر نہیں انہیں ایسی کون سی مژدہ باتیں کرتا ہوتا ہے۔ یہ کہہ دے جتنے کی اور دیکھا بہار۔ آگاہی اس وقت پہنچے گا۔۔۔"
"کہہ نہیں: فقیر استغفار۔"

صاحب جو آگاہی تو ان شکوک کا: مولوی صاحب کہتے۔
دشمن کے پھر سوتلے فرش کو کسی بھی آدمی سے لگا کر پڑھا شروں کا ایک ہی اس کی نظروں کے سامنے پھر صوفیوں اور بانی خیر و کمال
و فقیر کے کو کہیں نہ کہہ سکا: "پھر فقیر ہی وہاں پر آگاہی کیا کہتے آگاہی؟"
میں نے ہاتھ کے لئے فقیر کے لئے آگاہی کر فرماتے کہا: "سوتلے پڑھنے آگاہی ہے اور کیا؟"
"کیا سوتلے؟"

"جس میں تو ان کا مولوی صاحب دیکھ رہے ہیں۔"
اس نے میں مولوی صاحب نے غصہ کیا۔ اور وہ مولوی گتھی پر ہاتھیں اور کھٹ کے تمام پرانے کے سامنے فرما جتنے کا حکم صادر کیا۔
شام کو جب وہاں گھر کی طرف دھڑ دھڑاتے تھے تو رشید کے بھائی پر سوال کی دیکھا ڈھکی۔ فقیر نے کھانا کھا کر خواب تھا۔ اسے وہاں
مولوی صاحب کی جوتیوں پر غصہ آگاہی۔ اس کا بیس چلنا تو مولوی صاحب کی ہاتھ جوتیوں پر کھانا دیتا۔
یہ غصہ ہے وہ وہاں: "بھلا ایک لڑکا ہے۔ اگر پائیس دن پڑھیں تو پھر میں یہ پڑھ کر چونک کر ہی بس نہ جھمکے۔ اس
کی دیکھ کر نہیں جانتی؟"

اگر کسی بیٹے میں ہوتے تو رشید کا قبیلہ چھڑک اٹھتا لیکن اس میں تو اس پر بااثر و سوار تھا۔ اس نے سنی ان کی کر کے کہا: بانی خیر
فقیر ہی وہاں پر گیا آگاہی؟

"نہیں کہیں آگاہی ہے۔ مولوی صاحب کی کیا بات؟ آج سے پڑھنے میں ملنے کے سامنے غرض نہیں کہ میں پڑھنے کی دیر ہے۔ جتنی دیر میں ملتی
تو اس ایک سیزمہ ہندو کہہ کر کسی کہہ کر کہہ پڑھنے پڑھنا پڑھنا ہے؟"

"نیکو آگاہی ہے بانی خیر؟"
"فقیر پڑھنے دیکھا؟"

"جہاں آگاہی ہے۔ طالع میں کہہ کیا؟ رشید نے پڑھا۔"
"طالع؟ کیوں طالع کیا؟"

اب رشید نے غصہ کر لیا: "مولوی آگاہی دیکھا کہ بانی خیر پڑھنے آگاہی ہے؟"
فقیر وہی تک ہنستا: "مولوی صاحب کی کہانی جو ہے مژدہ کا نام دھل گیا۔ اسے میں نہیں جانتا کہ اس سے یہی گھٹیا اور اہل



[illegible]

مولوی صاحب کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی دل میں آگے بڑھنا چاہیے اور محکمہ تعلیم کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے۔

فیئر تو سات دن کے حالات حاصل کر چکا تھا۔ بیکنگ ڈسپ کو روز بروز مڑنا بلنا چڑکا تھا۔ اس بدوزن کو غم کی ناز کے وقت سمجھ سے بھسک گیا۔ سب سے بڑا دھڑکا اسے اس بات کا تھا کہ اگر شیج ہی نے جہاز میں دمکھ لیا تو جہر خیر ہو، لیکن میں، شیخان پکا تھا کہ آ کر غییر سے وہ عمل ہو چکا کہ آؤں گا جس سے لوگوں کو جسم کرنے کی طاقت اپنے میں آجاتی ہے۔ وہ انہار کی کھڑی بڑائی انہار کے پاس جیسے وہ تک چپ رہا۔ شیج ہی نے جب ناز کے لئے مکان بند کر تو اس وقت ایک چھٹی سی کار میں انہار کے سلسلے انکار لگا گئی۔ رانیہ اپنی طرح کھڑی نہ سکا۔ شیج رخصت ہو گئے کہ ابھی کھڑے سے نکلے گا کہ سب سے ابھی کہ سب سے ابھی۔

تک بازار میں چھپتا چھپتا کادہ دینے کی دکانیں کھسک چلیاں گاں کی کار کی آڑے کر اس نے ایک بار باپ کی دکان پر نظر ڈالا۔ دکان کے نیچے بندھے تھے۔ ساتھ ساتھ بیڑیوں پر لگیں کارندوں کی کچھ کچھیں پرانی قیس اور ٹاٹ کا ساتا ہوا سواں جھول رہا تھا۔ ایک دکان پر چڑھ کر اٹھنے والا قریبی قناد خیمہ لے فلیٹر ڈسچا بک دھستے کچھ کر رہا تھا اور سختی لڑکی دکان کے لئے تھکا ہوا رہی تھی۔ جب رابطہ کی طرف سے دکان پر آئے اس کے پاس باکرہ بیچنے والا کادہ لڑکی سے ملا۔ اور دیکھ کر چپڑا بیچ رہے تھے کئی کی میسرانی لگتی ہے۔ جاہا جاہا:

ایک دہائی کے بعد اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک نوجوان لکھنے والے نے لکھا کہ "میں نے اس شخص کو پہچان لیا۔ وہ اب سے سو برس پہلے میں گواہ تھا۔" تم نے

کتاب کو پڑھ کر اس شخص کے بارے میں کیا سوچا؟

کتب: ایسے دل کیا دھرا تھا! مجھے شام تک یاد مرے... یہاں غم سے جیسا ہوں چار گئے نڈھالیا کچے دیہے؟
 ۱۰۰۰-۱۰۰۰

تعلیم منکر اور کجی نہ کہ دوستی ہی ہے۔ حق ہوتا ہے سول توں کر کے والے کا یا

رشتہ کی انکسور میں دلکب نکلیا، وہ عاشق سے تامل کھٹے لگا، خیر! اور میری نظر غلام میں ڈالا، "لو کہ ابھی سے میری کہانی ہو جاتی ہے۔" صرل چا چا صاحب کا بیٹ کھڑا ہے۔ چڑا چڑی کہنے کا موقع کہ کر مٹا ہے۔^۹

ساتھ والی دکان سے چپا ہر مولیٰ کے غور لگاؤ : کہیں چلا دار چلی آئے بیٹھے ہیں ان کا منہ سیٹھا کرنا چہ تو گرم گرم ہر تن میں جھپکوں :
 فحشہ کے ساتھ برلی ڈنگاؤں میں کھڑی آواز میں یوں خود بولے ہیں اور : نہیں چاہا تمہاری بات ہے شجری کا شدید ہے :
 اور :

کالی کارہ والا ملوان کی دکان پر پہنچا، کچھ مٹھائی خریدنے لگا، بغیر سہنے اپنی دکان سے باہر نکلا، اس پر کالہ کچھ دھرم چھوڑ کر گرتا۔
 صبح سے ام چلتی نہیں کی، مٹھا حال چرہ لہجہ ؟

اور اس نے مشکرا کر کہا: جی ہاں! اللہ تو کچھ نہیں چاہتا، یہی تمہاری روپیہ کا فوٹ پر تو عمارت کروا!

”بچے سرکار ای بیکنٹ فقیر سے ہے جس کو جب کاروانے کے حوالے کے فرائض نہ کم تھا، فقیر! بی محمد شہا ماما نے کھڑا ۱۲ روکنے۔“



مردا بخنجر ہلا اور کہنے لگا: "خیر سے ملے جگہ بتایا تھا کہ اس سے مراد وہاں خود کو پانچ سو سال تک رکھا ہے۔ باہر روکے گھر میں پانچ سو سال کی عمر کی ایک عورت ہے؟"

"نہیں۔" پہلے کانٹن دھریا میرا گھر لے گئے تھے۔

مردا بخنجر جلدی جلدی ہوا۔ اب وہ شیدا بننے لگا تھا۔ کیا ہے وہ؟ میں نہیں مانتے تھے کہ وہ بتاتا رہا نہیں اس کے طے ہوا کہ سارے کوئٹہ ایک ہی طرح کی عورتیں تھیں۔ ان کی زبان میں ہر جہاں کوئنٹہ بچہ لگتا تھا۔ اس کے۔ باہر روکے کوئنٹہ بچہ لگتا تھا کہ کیا؟

خیر سے ملے نہیں تھے۔ اس کے ہاتھ کوئنٹہ بچہ لگتا تھا۔ پر میں نے نہ تھا کہ کیا یا نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ دیا تھا؟
مردا بخنجر نے ہنسی کر کہا: وہ تو گھر والوں سے بات بناتی تھی۔ اسے باہر روکے ساتھ ہی کرشمہ پانچ سو سال بچے جاتا تھا۔ کوئنٹہ بچہ لگتا تھا۔ بچا لگتا تھا اور کہا۔"

دھریا کے ہاتھ اپنی کانٹن کے طرف اشارے کرتا وہ خیر سے ہوا۔ خیر سے کوئنٹہ بچہ لگتا تھا۔ خیر سے کوئنٹہ بچہ لگتا تھا۔
میں ان سے کہنے چلا گیا۔ باہر روکے کوئنٹہ بچہ لگتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہوا کی تیزی تھی۔ ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔
بھڑکنا۔ یہاں پہلے پہلے کوئنٹہ بچہ لگتا تھا۔ خیر سے ہوا کی تیزی تھی۔ ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔
کہے گا کیا۔"

ان کا وہاں پہلے پہلے کوئنٹہ بچہ لگتا تھا۔ خیر سے ہوا کی تیزی تھی۔ ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔
کہے گا کیا۔"



دھریا نے ہاتھ دیا۔ اس نے ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔

"کہا: اس کی عمر تھی آٹھ سال۔"

اب دھریا نے ہاتھ دیا۔ اس نے ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔

دھریا نے ہاتھ دیا۔ اس نے ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔
کہے گا کیا۔"

"ہی۔"

دھریا نے ہاتھ دیا۔ اس نے ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔
کہے گا کیا۔"

دھریا نے ہاتھ دیا۔ اس نے ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔

دھریا نے ہاتھ دیا۔ اس نے ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔

دھریا نے ہاتھ دیا۔ اس نے ہوا کی تیزی سے بہت دور گھر والوں کا بھڑکنا۔ جھڑکنا۔

جس سے علی گڑھ کے تعلقات اسے گہرے تھے کہ ان کی شکل جاننے کا اندیشہ تھا۔

اپنی رازداری کا وہ قدر سے ادا کیا نظر آیا۔ قریب چالیس افراد اس نے ایک سائے کو درخت میں کھڑے پایا جیسا کہ خدایا میرا باہر نکالی کر کہا : خدا آجبت کہ، چادیا ہی جاگ رہی تھی۔

”بھیر۔“

جیسا کہ پہلے سے کہا : میں نے اس سے کہہ دیا کہ آپ سو رہے ہیں۔

گہرے میں بچا کر اس نے دوا دینا بند کیا کہ جیسا کہ وہ چہا : ”کیہ کام بنا ؟“

”امید قوت۔“

جیسا کہ پہلے سے بولی : ”تیکو اتنا دیر سے ڈاکو کریں، چادیا ہی کتنی کٹا 4 پر پکے ہیں۔“

”مہرباں گھر میں سونے کی ایشیا تیرا کی قوت پر چھیندہ ہو جاتے گا۔“

جیسا کہ اس طرح اس کی طرف متوجہ ہونے سے دیکھ کر مٹی پر انگلی رکھ کر کہنے لگی : ”آجبت جیسے خدا۔“

”تیکو کہنے کو جوتو جلدی ڈا، آجبت آسا دی گھر تھی ہی گڈا کیلے۔“

جیسا کہ جیسے کہ مٹی اور پیچھے کی : ”کام کی طرح کیا ہے۔“

”سب بڑگ جاتے گا جلدی کا پتہ کی ہے۔“

جیسا کہ پہلی گئی تو دیکھ کر وہی سمیت چادیا ہی پر دراز کیا۔ اس کی نظروں کے سامنے چادیا سے میری چوٹی رنگ گھرتی گئی۔

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“

”اگر میری طرح ہو گئے ہیں تو اسے ڈاکو کریں وہاں چادیا ہی تھی جیسا کہ چاروں دوا لگین کسی چادیا۔“



وٹھپوٹھپوٹ پر ڈھکی بکری سی چانگ پر جا پہنچا جہاں بچپن میں وہ اور فقیر ایل دیگھنے دیا گیا کتے تھے۔ چانگ نہ تھا۔ اس کا ہی ہانگ
 لیکن اٹھ کر پٹری پر رکھ دے اور ایل کے پچھتے سے پس کر نکل جائی تو کرام سے گر جا دیتے، چروہو سے اگلے سٹوڑا جاتا ہوا، دوسرا ڈاکا ہا
 نکھاس کے سر پر دلتے دھڑکا پٹنے لگی۔ ڈاکوں میں ٹپکے جوتے گا میں کے کس اور دھڑکی کے ٹپکے نہیں پر بہا گئے چٹکے، جڑیہ خور سے گاڑی
 دیکھتا۔ ۱۔

پھر وہ جگمگاتی کہ قطر میں غلوں سے تو بھری م گی۔ حرف خفا میں گاڑی کے پیروں کا طرہ دیا گیا۔ پیچھے اب بھی وہ واقف کا درد کرتی
 پل جا رہی م... انگلی اٹھو میں پچھلے ہسٹے پانی کی طرف سنبھالے وہ بلا ضرورت کی جھڑپ کی طرف پڑ گیا۔

برائی کشتہ

مقیبت کو چھپا کے فضا میں غوغا مٹا ہے
 صبح آس کی طرف سے بہتیش کی بلانت ہے
 کوئلوں میں وار و آس کی راست کا طل میں جاتا
 ڈھیر سے صحت کے ملے دیس وہ آتا ہے
 کس آس کا حرف آس کی نظر میں سرچھٹکا
 وہ خال بھونکا کا شواہد وہ تا ان کا مٹیوں
 سواست مسک کو کا مسک کی ختم پس گریہ
 کال ہنگ متاع نصرت کیس ہیں ہوتا
 آٹھ مفلت مسفلت پس گاہ دھڑکیاں
 شہید و بیگاسٹر کی ہیراں کیس ہیں ہوتا

وہ چروہو سے نہ طے کر دیا ہے وہ ٹپکا ہے
 وہ ہر مسٹر میں کچھ سطر شہیا میں چھوڑا ہے
 وہ ایل کا جیل کی مٹا ہے وہ دیا ہے
 جیسے نا ہے تو یادوں کے ٹپکا ہے وہ ٹپکا ہے
 وہ کہ نا ہے بلکہ کہ آٹیا ہے وہ ٹپکا ہے
 چٹکے ٹپکا ہے آٹیا ہے وہ ٹپکا ہے
 وہ دیا ہے جسے ہوا ہے ہوا ہے وہ ٹپکا ہے
 وہ رنہ جیسے وہ، جیسے وہ، جیسے وہ ٹپکا ہے
 جیسے جیسے تینوں کے مڑنے ہے وہ ٹپکا ہے
 وہ مٹے کے کوئلے کے دھڑکیاں ہے

میں ملے کے بلوں پر گدڑی نام کا ٹپکا
 وہ ٹپکا اور تانے مڑنے صحت دیتا ہے

دستِ حلقان

کس کوڑی - اور شہزادی



مجھے دن رات کے کھلنے سے خانہ کلاں کی مسجد سے یہاں فیرتے کو جانا پڑا۔ یہاں فیرتے نے پہلے واقعات کو بہت قریب سے سنا ہے۔ انہیں انیس جنوری کی گوردہ چینی اور خانہ کلاں کے چرچ کا ہاتھ دیا۔ کتاب دیکھی۔ اور جب ہاتھ کچھ کھینچا لگتی تو دلا بھی پر لڑا۔ آخر دستہ گرفتار ہو گیا۔

”خبردار کی کوئی بات نہیں۔ انہی دن کا جن ہے سستی ہے۔ کچھ بد حالی ہو گئی کسی سے جس بار پر گزری تھی۔ میں مدد کی تھی۔
 اگرچہ ان دنوں ڈاکٹر صاحب کے سوجانے لگا۔“

[illegible][illegible][illegible]

بیس منٹ کی جنت

رحمہ اللہ

جنت کے لئے جب نہیں کھلے، تو شہر نے سنگدیز سے ٹپنی اٹھا کر تیسے ہی کاٹ ڈالے۔ تقریباً پندرہ منٹ سے وہ قسموں سے الجھ رہا تھا۔ اب یہ قریبی کا فرض تھا کہ اس کام میں اس کی معاون ثابت ہوئی۔ جب کہ یہ اسے کہنے پانی میں نہ کھلے گی کہ پانی میں کسی دم کی مانند جو گئے تھے۔ اور قریبی چٹوٹوں کے پانیوں میں جہے گھسٹوں کی طرح لگا تھا۔ سڑک پر بچے پانی کے گندے آداب میں جب عورتیں چلی گئی تھیں تو اسے غریبی دیکھ کر لگا پڑے تھے۔ کسی کو اس کی پریشانی کی قسط پر وہ اندھنی، ہر شخص اپنی کھربا کے پتہ پر غور کر رہی اپنے کندھوں پر اٹھائے اٹھائے بھر رہا تھا۔

جنت دور پہنچ گیا کہ سڑک پر پتے تبدیل کر لے گا۔ پانی میں بھیجا بھیجا وہ کس قدر محکوم نظر کر رہا تھا۔ گویا دم کٹا ہو کر ہو۔ جو اپنی دم کٹے کا افسوس کرتا ہو۔ لوہے کے قریب کر مٹی آگئی۔ قریب چنگ کے نیچے فرش پر بھی دسی پر گاڑ کھینے لگے لیکن تھی۔ چنگ پرانی وضع کا تھا۔ لیکن لیکن لنگری والا پر لڑا چڑھا جس کے نیچے دنیا بھر کی بڑی سیما تھیں۔ اور اس کی چاروں طرف ملک کر تمام اشیاء کی اپنے اندر چھپے۔ یہ چنگ دراصل مونی کی نانی لگا تھا۔ نانی اس سے قریب کی لگا کر ملا۔ اور اب مونی کی طرف میں تھا۔ اس چنگ نے خواہ مخواہ کٹر گھر دیکھ تھی۔ آج کل زمانہ تھا ایسے لیے چڑھے پٹنگوں کا۔ اور پٹنگوں کے لئے بڑی بڑی مساوی و مساوی جیسے خواب کا ہوں گا۔ جامہ دار دیکھنے کے اٹھائے سہلا ایسے مشرت کی اہانت و چٹے تھے وہاں و زوں کو میرے گھروں اور کچے کچے قریب کا رواج تھا۔ لیکن مونی کو کچے قریب سے بچنے پر مجبور تھا اور چلے گیا کسی بھی۔ کی تو آئی تھی۔ قریب پر۔ قریبی و کشوریہ عید کا سہارا بھر کر۔ اور گھر پر قریبی مرادوں والا۔ اوچے اوچے درختوں میں گھڑا گھڑا۔ جہاں چنگا دیکھ رہی ہوں۔ سڑک پر چلے گئے تھے ہوں۔ جس سے بے شمار کہا تھیں۔ اور جہاں بہتر پر تھیں کے سبے کا گمان ہو۔ اسے بھی قریبی بیچ ۱۰ سہار پرانی روایات سے بچنے رہا تھا کی نقصان دہ ہے۔

شہر نے جس سے چنگ کو دیکھا اس کا ہی ہاتھ تھا کہ چنگ پر نہ دیکھ سکے ہوں کہ وہ کہ یہ ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں شہر اور غیر ملکی مسافر کے کا مانند بھر بھر جاتے۔ لیکن اس چنگ سے ہی تو زندگی وابستہ تھی۔ زندگی کی شدت اور وجود کا احساس چند لمحوں کے لئے اس چنگ پر وقت تھا۔

باؤں میں انگلیں کر کے وہ کوبے سے باہر نکلا۔ اسے جانے کی طلب ہو رہی تھی۔ لیکن غاسا میں غائب تھا۔ اور اب یہ اسے میں تیزیوں پر کھلے میٹھی گئی کہا ہی سنا رہی تھی۔ کہا تھیں زندگی سے جتنی ہیں۔ واقعات انسانوں کی خوشی و محنت سے جنم لیتے ہیں۔ لیکن شہر کے لئے کیا تھیں اور واقعات کا وقت درہا تھا۔ وہ جانے تیار کے بغیر وہ وہ دینی چنے لگا۔ کیونکہ گھر میں وہ وہ تھا کہ وہ وہ والا ہی نہیں تھا۔ اور مٹی دان عالی بڑا تھا کہ جس کے گھر سے مریاتان قریب بیچ نے رہی پڑوں گا کہ اندری میں غرض رکھے تھے۔ اور اندری کو کھل لگا تھا۔ اور چالی نہ جانے کہاں تھی۔

۱۱ زندگی میں کس قدر تنگ ہو گئی تھی۔ اور شہر کو کھینے کامل تھا کہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا۔ جب کہ کھانا بھی



اُسے خود تیار کرنا پڑے گا۔ اور کچھ اسی خود ہی پاتا پڑتا ہے۔ بخانہ لکھنؤ اور گڑھ لکھنؤ کے لای جانے ہی پتا گیا۔

بارش بدستور ہو رہی تھی۔ دیر کچل کے شیشوں پر قطرے بڑی فریادیں ادا کرتے ہوئے تھے۔ اندر ماسا برقی جیٹا ہار ماسا تھا۔ غصا ہی غصا ہڈی کی آواز تھی۔ ورنہ کبک کبک آواز ہی غامض تھی۔ آؤ کی کہانی اور کچل کی شربت جی کی آواز بھی پس نظر میں چلی گئی تھیں۔ عورت بچوں کی جانب سے مسکاتی تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ آؤ کیوں کھیلنا کر مٹا دے گی۔ خواہر کے کھلے دُش کا دل مڑو رہا تھا کہ کھڑا کھڑا بچوں کو اور شوہر کو دیکھ لیکن بہرہ مراد وہ کتاب کے ختم ہونے پر متوثر کر دیا۔ جاتے کہ وہ صبح کو دکان کی کتاب تھی، دکان پر بھی سنسنی خیز کتاب تھی۔ اسے کیا، شاگ، کھینچ، یا جیٹ کی کوئی کتاب تھی۔ غصا کبھی ٹھرا سے دلائے کی کتاب تھی۔ جب کہ ڈراموں اور کلامات کا وقت بھی گزر چکا تھا اور شوہر کا لای جانے پہنچنے کے بعد اب کرنے میں اگر ہنگام کو ٹھہر رہا تھا۔ عورت نے ہاؤس کے ایک صوفے سے بھاگ کر شوہر کو دیکھا، اور پہلے ہاؤس سے کتاب پر نگاہیں جمادی۔ شوہر کبھی صبح بھی دسکنا تھا کہ عورت کہاں بھی بیٹھی ہے۔ ٹھہرا ہے ہی نہیں لے کر تیرے کو اور بھی دی تھیں اور کوئی جواب نہ پا کر پوچھا تھا کہ اس بارش میں ہی نکل گئی ہے، کبھی پہلے کی نظر!

شوہر کا دل مشت سے جانتا تھا، اس بیگنی تیرا ہی میں کوئی اسی کے پاس نہ جھک کر تسکین کی باتیں کرے۔ عورت کی ہونٹیں ہر تواریسی بے نیازی اور لعلی تھی کہ اس کے تمام تر عادت و اخلاق خود ساختہ سمجھی ہوئی تھی، لیکن عورت پرستی تھی کہ ہر طرح کی باتیں میں جس کا نام دنیا سے تو یہاں ہو دوند سے رہتے ہیں، اُن کی غامضی مراد لکھی اور مبالغہ پایا جا سکتا ہے۔ وہاں عورت پرستی تو ایک ایسا معاملہ ہے کہ کبھی ایسا کہیں کا کوئی کردار سمجھی ہوتا ہے، جیسے ہمدردی اور ملامت کی کوئی ضرورت نہ ہو تو یہاں لکھی اور ہاتھ سے جھرتے کہ اس کے بے نیازی اور لعلی اختیار کر لے۔



لیکن میں غصا ہی پاتا سمجھی نہیں ہوں، بلکہ شوہر بھی ہوں، مگر اسے نقشے کے شوہر نے ہی۔ وہی کھول دیا، کبھی عورت اُن کی بات تھی کہ کوئی۔ وہی آکھاس کے شہر میں بھی آگیا تھا اور کراچی میں بھی سال بھر کے کام کرنا تھا، لیکن زیادہ حیرت انگیز بات تو یہ تھی کہ وہ عورت جو غصا ہی کوئی نہیں ہی، وہی کہیں دیکھنا دیکھتی تھی، کراچی ہی۔ وہی کے کہیں ملحق نہ دیکھتی تھی اور شوہر کو ہی۔ وہی بڑا ہی بدلتے دیکھ کر مڑو ہوتا ہی تھی، اور لوگ انہی کو مڑو دے جاتے تھے کہ ادا لکھی کی بری کس قدر سہاوت اور مدد کی سہکتی ہے۔ زندگی کے قسمت رنگ کہیں کی صورت ہیں دیکھنے کی اہلیت ہی نہیں دیکھتی تھی۔

اب اُس دھڑکی عورت جیگ نے اُسے ڈھیروں ڈھیروں کی موجودگی میں کتنی جذباتی کاشمیر دیا تھا۔ مگر کوئی وہی غصا بارش میں ہو رہی تھی، لیکن بارش میں غصا، اس باتیں چلی ہی پھر رہی تھی، جافر صوفیہ پر مسکوا ہوا بدستور دھڑکے ہوا ہل رہی ہو، کچھ دھڑکیوں کے نیچے سرنگھ پوں کے کنارے سجھیلے زندگی بڑی مسرور اور مسکاتی تھی، ہر طرف شگفتگی اور بے ساختہ ہی بے ساختہ تھی، کچھ جیسے سب ہی نااہل ہیں ہر دے تھے، عورت کا دل جانتا تھا، وہی کتاب میں کوہ جاتے، لیکن وہ تیرا کہ ایسا ہوا نہیں ہی تھی، اور میرا ہی حالت میں بھی نہ تھی کہ کبھی پہلی تھیوں کی مانند ہی کی نہ تھی سچے پروردگار کی چلی جاتے اور جا کبھی انکسیر کھاتے کھاتے وہ ایک کتاب بھی پڑھ رہی تھی، یہ کتاب جاتے کس کی داستان جات تھی، کبھی کبھی اس کا بھی دل جانتا تھا کہ اپنی کہانی سناتے، لیکن اس کی کوئی کہانی ہی نہیں تھی، کہانی تو دھڑکیوں اور غلوں کی ہوتی ہے، بسکنتی، دم توڑتی زندگی کی ہوتی ہے۔ جیسے لوگ حیرت حاصل کر کے کے بعد مزید حیرت حاصل کر کے اور لوگوں کی نگاہوں میں ایک اونکے اندر کا وہی جیسے کے اپنی کہانی جان کر جاتے کے ساتھ پیش کرتے ہیں، لیکن عورت کے پاس ایسی کوئی بات نہ تھی اور جب وہ کچھ بیکار دیکھتی، تو ایک شاندار دھڑکے اور اُٹھنا دھڑکی کے ساتھ کچھ نظر نہیں آتا تھا، اس کا ذکر کس۔ وہ بہت خود کرتی تو کوئی ڈکھو میرا داغ تھا، اسی کے تھے ڈکھو کا لفظ بھی جا کبھی اُس کرم کی مانند تھا۔

سرنگھ پوں کے کنارے جیگ دھڑکی کر رہی تھی، آؤ کوئی لکچھے کے قریب تھا، اپنی کوئی ترنا سکھ رہا تھا، چوڑنگ ہوں دھڑکے اندر دھڑکی کے دوسری جانب سبز پر کرسی بھی تھیں، کبھی تقریب کا انجام تھا اور کوئی صاحب نظر فرما رہا

تھے، انکار پر اسے دل پہلے حویلی کے کھڑا تک آ رہی تھی اور اُسے وہی مسوئی ہوتا تھا کہ کوئی بروی نکالت چکا ہے۔
 اب اس کلب میں نکالت بھی ہوتے تھے، انجس سے قوتوں نے سوچا، اور پھر روٹی کے دوسری جانب جھکا، وہاں کرسیوں
 کے درمیان ایک جڑ پر چاندی کے کپ دھرے تھے، وہاں نکالت نہیں ہوندا تھا، بلکہ کوئی صاحب ہانک یا کرکٹ کی اہمیت پر تقریر
 فرما رہے تھے۔

ذہانت کے واسطے ہر روز ایک بڑے میاں کو پکڑ لیتے ہیں، اسے نیازی سے سر جھٹک کر وہ اپنے بچوں کی جانب دیکھنے لگا
 بچے اور خوبرو ناب سے باز رکھتے، اور وہ بچوں کو آگے سپرد کر دیتے ہیں اور اس کے دوسری جانب اسے تو تقریر طم ہو رہی تھی اور اس کا
 تقسیم کئے جا رہے تھے، مقصود انعام ہانٹنے ہانٹنے کو بھر کے لئے غور پر کی جانب دیکھا، اور بہت دور صوبہ اس کے بہت پر
 پسینہ لگے حقوق کے ساتھ ہی حاضرین اور نو تو گرا فروں کے چہرے بھی غور پر کی طرف پلٹے، لیکن وہ بے نیازی سے نرم تھا ہی رہی۔

اصغر حقیقت، خوبرو بصر کے لئے رہا اور مقرر کی جانب بھڑک گیا۔
 اصغر حقیقت، اسے وہ بڑے میاں، اصغر حقیقت ہیں، غور پر بھی لگ گئی، اور اسے وہ سے چسپ۔

غور پر کو غور پر، وہ تو اب تک ہے، اس قدر جان چھڑکتا ہے، کہ اتھارے ایک اضافے پر قصے کے گھر پر آگے ادا ایک
 زیادہ تھا، اہم بھی اس کے پسند کر لی تھیں۔

اسے تو۔ میں اس بڑے میاں کو کھول پسند کرنے لگی۔

بڑے میاں، خوبرو سے تب سے غور پر کو دیکھا، آواز دیکھا تھا ہی بے نیازی ہے، ایک شخص کو جیسے نکالنا دھن، انجان ہی
 جانا ہے تو اتھارے مادت ہے، غور پر سچ تو چاہتا ہے کہ وہ اپنے لوگوں کے دلوں پر قدم دھری چل جاوے، وہ اہل نیم بھی تو اتھارے
 پاسٹے بیٹھا ہے، لیکن آواز تو سوچ کر دیکھوں گی مٹی ہو، اور تیسرا دور پر لے جا رہے۔

تیس بچے میاں کے لوگوں کے دلوں پر غور پر کرنے سے حاصل نہیں کئے ہیں، بلکہ تم سے اور غرض تم سے حاصل کئے ہیں، وہ
 چسپ، اور بچوں کو ایک سپرد کر کے دوبارہ شہر کے ہمارے سونگ بچوں کی طرف آگئی، اس کا ارادہ تھا، کھا ڈوہیں کھا ڈوہیں
 لیکن ٹی۔ وہی جو سونگ بچوں کے کنارے تم کے دلچسپ، رنگ بہتے تھے، فقروں کے درمیان دھڑلہ تھا، اپنے پروگرام پیش کر رہا تھا۔
 غور پر نے، وہی کی جانب دیکھا اور چہرے کا رنگ سخت ہو گیا۔

غور پر کھیل دیکھو، میں گھر جا رہی ہوں، وہ تیز قدم اٹھاتی دوبارہ وہ اس کے دوسری جانب آگئی۔

تھارے بچوں کو کھیلوں سے اس قدر چڑکوں ہے، اس نے آواز سے دریافت کیا۔

کھیل آواز کھیل ہے، آواز دھن سے سر جھٹک گیا۔ وہ اس کے دوسری جانب اصغر حقیقت نے دوبارہ غور پر کی جانب احتیاطی
 سے دیکھا اور اسے قریب آئے نکال، لیکن غور پر سر جھٹک کر اور کھیل آواز کھیل ہے، کہہ کر آگے بڑھ گئی، اصغر حقیقت وہی کھڑا
 رہ گیا اور آواز آواز دھن ٹی۔ وہی کے سامنے بیٹھا رہ گیا، اس کے وہی بیک غرضی بار بار سر اٹھا رہی تھی، میں نے
 کچھ ساووں سے پریشانی کر رکھا تھا۔ اگلے چلنے کام کرتے کرتے، وہی ایک چھین چرتی تھی، وہ غرضی ناخون پر ٹھیک ٹھیک چلا
 ایک بات یاد آجاتی، اور وہ غرضی دیکھتا کا دیکھتا رہا جا۔ زندگی اس کے لئے مستقل، لیکن میں کر رہی تھی، اس کی اپنی مشکل
 پسندی ہے، میں اتنے، ابھار دیکھ کر دیکھتے، کہ غور پر اور بچوں کی موجودگی کے باوجود زندگی بے رنگ ہو کر رہ گئی تھی، زندگی کی
 اجڑا گیا کہ اس میں ہی چوتھی تھی، ابھی شہر کے کشمکش میں اور بچوں کو چلا میں اور وہ زندگی کے ساتھ گزرا، وہ بچوں کی خواہشات
 جانے کیا تھیں۔ اس نے ہر غور پر بچے کی طرف دالہ سے ہلاکت کا، اور اپنا راستہ خود تلاش کرنے کی خواہش، لیکن ایک رنگ گھبرا
 کے کشمکش جاننا تو اس کے تیرہ دن کر کے اور لیتے، اس کا مقصد ہی تھے، مایوسیاں اور کچھ بچنے کی تمنا اسے مختلف چیزوں میں
 لٹا کر پھرائی انداز کے آئی، اور یہاں واسطے اپنے لوگوں سے بھی چلا، جو کھیلوں، ان لوگوں کے مشن میں شہرہ مدد کھینے بیٹھے
 تھے، وہی لوگوں کے درمیان اگر آواز پر ایک آگشت ہے، جہاں کر رہی اور یہ میں تو حیلے بھڑکنے اور چلا چلا کر رہنے کو اور



پہرے کے چری انار چڑھاؤ گا اور اکاری کی سڑاکی کھا جاتا ہے۔ لیکن یہاں ہم کی ایک ایک جنبش اور انداز کے ایک ایک زیر اور کچھ کہیں قدر ندر دیا جاتا ہے، لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر پتا چلتا ہے کہ وہ کتنا دھڑکا رہا ہے۔ اور وہ چڑائی تو ان جنبش کا ہی ڈھیر لے کر ہوئی، جن کے مجموعہ میں جہاں ہم جنبشیں کہیں نظر آتا تھا، وہ صورت کہیں نہ ملتی تھی، ہر ایک خیال اور ہم لوگوں ثابت ہوئی اور تنہا ہی ان کی زندگی میں بلا پر لہر گھومتی رہی۔

میں لوگوں کو ثابت کہ میں ایک پہرے کی کٹش میں آئی تھی، کو کہے کہ ہے، تیرے لیے، خیر شہر گھومتے پھرتے ہیں، اور پتا چلا ہے، اگ چانک، داخل قریب ہیں، ایک ایسا چہرہ نظر آتا ہے جسے دیکھ کر مجھ چلا اٹھتے ہیں، اسے یہ تو دیکھ ہے، جس کی ہم جھوٹ کر رہے تھے۔

شہر کے ایک تاریک، دل میں غبار کا ایک گروہ کوئی کھیل پیش کر رہا تھا، اور آواز کے گے اسی کو سننے میں کھڑا سر مڑتے تھے شکل کر رہا تھا، اور بڑا سا ہر دم تھا گھومتا اس کے گے تمام نظریں بدل گیا، اسے اسی طرح ایک شکل کے اندر داخل ہوئی اور وہ بہتے کو سننے میں کھڑی ہو گئی، کسی کو اس کے وجود کی پہلے تک محسوس نہ ہوئی، وہ تو اچانک، اگ پہلے جگہ پر آکر رہا تھا، اس صورت پر آگیا، اور اس کا رنگ اس کے ہاتھ کے ایک آگنی لہر سے سامنے پایا۔

بال کے اہر مرنے لگے تھے، جیسے زمین میں اچھے اچھے خیالات کہہ رہے ہوں، اور خوبصورت چلنے لکھنے کا انداز بہرحال دلتے ہوں، اور الفاظ کے ایک ایک اور چرچہ بلبل دنیا کی تعمیر ہوئی ہو۔ جیسے دہلا ہوا گویا وہ تمام شہر کے اڑنے لگے تھے جو لندن کے آسمان پر کھینچے نظر آتے تھے، گھروں میں خواب کے پھولوں کی ایک کٹی، اور کالوں میں عمارات شاعرانہ طور پر بنی ہوئی دیکھ کر کے ساتھ ساتھ چلتی تھیں، اور غریب دہان کڑی تمام قریبوں سے ملنے والے اگ مختلف نظریاتی تھے، جاتے ہیں، جن میں دنیا سے بریلوں کے ساتھ ساتھ آتی ہوئی چلی آتی تھی، یوں محسوس ہوتا تھا، ہوں، انہوں نے، قرقر غریبوں سے کھینچے کھینچے پامیٹ، اور اس طرح کھاتے کھاتے اندر کے اسی گروہ میں، جیسے گروہوں کی کہاں کہاں رہتے رہتے چل آتا ہے، یا پھر کسی آواز کے بہتے کوئی دیواریں ہی نقل کر چلی آتی ہے، جو ایک زندگی نہیں بلکہ کئی زندگیوں کے وہی دھن ہے۔

موت کے پہرے میں نہایت اندسوں کے ساتھ تھا، اور تقریباً وہاں انداسا تھا تھا، آواز کی تمام تر کیفیتیں یک لخت دھن لگتی تھیں، سرور کی تمام تر کیفیت بالوں کی طرح اس کے ذہن پر بہنے لگیں، اور ایک ہی لمحہ میں وہ آواز کے دل میں اتر گئی۔ آواز کو خواہش ہوئی کہ اس پہرے کو چہرے کے قریب کہے جو اس کے منہ کے ساتھ تھا، جس میں کسی طرح کی آواز ہو، ایک باطل محرم کے زیر اثر لہرنا اس کے، داخل قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ ساری آغوش کی وہ وہاں نظر نہ کر سکتی تھی، اس کے دل میں خوبصورت کی دہرست تھا، یوں اور لہرنا اس کے، اگ سے لگ گیا۔ آواز پر غریب چلی، دھڑکنا اس کے چہرے پر آتا تھا، اور چل گیا۔ اور وہ ایک کے یہی خوبصورت آواز کا پورا ذہن پر چڑھ گیا اور آواز کے سامنے دھننے لگی، قوت کے انداز اور حیرتوں میں اس قدر بے ساختگی اور مصونیت تھی کہ پتا نہ چلتا تھا کہ وہ کیا ہے، اس کی دنیا میں ساتھ اور آغوش کے سوا کچھ نہ تھا، یہ منہ کی خوشبو سے لہر کھانے سے چھینتی جنبشیں چلی آتی تھیں، پانے کے منہ پر کھانا چاہا، اور تہہ ہی کھسکے محسوس ہوا کہ وہ حیرتوں کو لپی جانتا ہے۔ قوت کے ساتھ کہ ساتھ پیشہ آگ کے ساتھ ساتھ رہی ہے، پانے کی دھڑکیں میں، انی دھڑکیں میں آگ کے چہرہ گھومتی پھرتی ہے، یہاں دنیاوں کے چھیننے پہلے چھینے ہیں، اور وہ ہمیشہ اس کا انتظار کرتا رہا ہے جو وہ آوازوں پر کھڑی پانے پانے کر دیکھتی ہے، اور کہیں تو داخل راز کی طرف میں محسوس ہوئی ہے، اور کہیں گدگد کھڑی نہ چڑھتی ہے، اور کبھی کسی میں کے خاموشی سے تنہا کھٹے میں آواز کی کہاں میں رہی ہے، اور آواز کی کہاں میں ساری ہے، لیکن غریب کی تو سرے سے کوئی کہاں ہی نہ تھی، اسودا گھر کی اسودا لڑکی تھی، اچھے خیالات کی پھرتے بڑی خوبصورت نظریاتی تھی، جو اپنے وجود سے بڑی خوشی سننے آواز کے حسین پہنے دھننے کے لئے وہ کسی قدر تنہا کی کہ پہلے کی کہ وہ ہی لے گھر کے اسی گروہ میں، جیسے کہ وہاں سے چڑھتی تھی، اور تصویریں بناتی تھیں کہ ایک دوسرا ایک بہت ہی خوبصورت اور پتا انداز شخص، ان کی تصویروں اور خیالوں سے نقل کر رہا تھا



بابائیں سالہ موت

آکھڑا ہوا اس شخص کے چہرے پر، و حوب کی عازت تھی اور بڑی بڑی کانوں تک کھینچی آنکھوں میں گونجی اللہ سرور پرست
 جنس اور اس کی انگلیوں میں شام اور دو جبین عظمت اور حسن تھا۔ لیکن ان تمام تر غریبوں کے باوجود اس سے عشق عونیہ کو
 اتنا ہی مستغرق و مغموم کیا۔ عشق کو اتنا ہی داخل کھڑا جتنا مسلم دیتا ہے، عونیہ کو اس تصور سے ہی وحشت ہونے لگی کہ
 ایک تو وہ اس شخص اور حقیقت کے عشق کا جواب دے۔ اور پھر اس سے شادی رہا کہ غفلت سفارت خالو اور ادنیٰ
 معلوموں میں شرکت ہے، و ضرورتاً زبردست و دور کی غیبت کی غلطی میں بھی اس کی سازش کرتے، لہذا وہ گرا ہی پھوڑا
 لاہور چلی گئی، لیکن وہاں اہل انیم سامنے آکھڑا ہوا اور حقیقت سے قطعی غفلت تھا۔ اعلیٰ سطح سے کافی نیچے ہو کر بات
 کرتا تھا، اور ہر طرف میں اپنی مسرتوں کی نگینیں چاہتا تھا، وہ کسی درجہ کے مائل کا شخص تھا۔ اس کے ہاں دنیا بھر کا انجینیر
 تھیں، عونیہ کو انھوں سے دلچسپی نہ تھی، یہاں بھی اسے لندن کے راہ اختیار کرنا تھی۔

یہاں وہ لندن یونیورسٹی میں تھامس چارلس تھن، اور ٹیٹ گیلری اور پرنس ہیزیم میں جا کر تصویریں بناتی تھی لیکن
 ایک اتفاق تھا کہ یہاں ایڈوارڈ اسٹون کے سامنے آیا۔
 "تم پیشہ میرے قریب رہو گے، ورنہ اس تاریک ہال میں کھڑے کھڑے پیار سے عونیہ کے بال سہلے عونیہ کے
 بالوں سے ہلک تلی رہی تھی، وہ مددگار سا ہو گیا۔

اور جب وہ عالم کیفیت و سرور سے بڑھتا تو سامنے پہنچ کر کھیل بدستور چورہا تھا، اور عونیہ اپنی غوسلمجو
 پھوڑا کر چاہتی تھی، آواز کے اس سہانے خواب کی مدد تھی جس منٹ کی تھی، لیکن عونیہ سے ایک رشتہ قائم ہو گیا تھا
 جو کسی ٹوٹ نہ سکتا تھا۔

ایڈوارڈ اپنی شکل و شان تھا، چہرے کے نقوش کچھ دہشت سے تھے، ایک نقش کی دوسرے نقش سے کچھ طاقت
 نہ تھی، مجموعی طور پر صورت ایسی تھی جس کا جزو نہ کیا جاتا تو کچھ بھی کہنے نہ پڑتا، عونیہ کی نگاہوں نے اس کی چہرے
 کو رنگوں میں غرق کر دیا تھا، لیکن مصیبت یہ تھی کہ کوئی بھی رنگ اس چہرے کو قبول نہ کرتا تھا، عونیہ کی سمجھ میں نہ آتا تھا
 اس چہرے کے نیچے وہ حقیقت ہے کیا، اس کے تمام رنگوں کے ترجمے کرتا ہے، لیکن ہر رنگ اسے سیاہ رنگ کی ترتیب
 دیتا تھا اور ایسا کہ تمام رنگوں کو لگا، کی سیاہ رنگ قرار دیتا تھا، یا وہی تصویر کو سیاہ رنگ سے رنگ کر مونیہ
 نے اس کا دیا۔

اور پھر جب کئی سالوں بعد ایڈوارڈ کو آکر پڑھا کہ وہی چکا تھا اور دو گیلری کے ہجوم میں رہتا تھا، لیکن یہ تمام
 روکیاں، تمام غریبوں و تنہا چہرے اس کی لڑائی تم گشتہ واپس نہیں دے سکتے تھے، میں کا ایک جھلک لندن کی آنکس
 بھرتی آکر لٹتا تھا، میں منٹ کے اندر اندر کچھ تھی، ہجوم میں بھی تنہائی اور تنہا، اب یہی آواز دہڑکی اپنی اپنی جگہ
 پر چڑھ گئے، جمال ہر شخص کی تلاش میں جاری تھی۔

ایک شام وہ گراہی کے اس کتب میں بیٹھا جاسے ہی رہا تھا کہ یونانی لڑکوں کی دیوہی آواز قدیم سے غلج کر سارے
 آگئی، وہ ایک منزل کے سہارے کھڑی بے نیازی سے چاہتا ہوا دھڑکے پھوڑی تھی۔

"عونیہ وہ آنکھیں کھلتے لگا، لیکن عونیہ اب بھی اسے پہچان نہ پائی۔ اس چہرے کو اب بھی اٹھانے ایک انکار
 کی نگاہ سے دیکھا، لیکن اب بھی یہ چہرہ کوئی رنگ قبول نہ کر سکا، ایک مرتبہ پھر عونیہ نے اس کی تصویر کو سیاہ کر ڈالا
 اور اس سیاہی کی وجہ معلوم کی کہ اس کے قریب چلی آئی۔

"خاصیت قریب کے باوجود وہی میں سمجھتا پھرتا ہوا، تنہائی اور تنہا، پھر خود میرا مفقود ہے،" عونیہ نے جھپٹے
 سے ہلک کی جانب دیکھا، عونیہ گراہی کے تین بچوں کی ماں تھی، لیکن اس تمام سالوں میں بھی وہ ایڈوارڈ تصویر کو کوئی
 اچھا رنگ نہ دے پائی تھی اور ایڈوارڈ کی تصویر میں نہ آتا تھا کہ اس میں ایڈوارڈ کو اس تمام مقیم لینے کے لئے اس کی زندگی
 کو سیاہ رنگ کی ایک تصویر بنائی ہو ہے۔



غینچ چٹکے آدھی رات

[illegible][illegible]

تقریباً اسی وقت صحت یابی کے لیے ان کے لیے ایک خاص منصوبہ بنایا گیا۔ اس کے تحت ان کے لیے ایک خاص طبی مرکز قائم کیا گیا۔ یہاں ان کے لیے ایک خاص طبی مرکز قائم کیا گیا۔ اس کے تحت ان کے لیے ایک خاص طبی مرکز قائم کیا گیا۔ یہاں ان کے لیے ایک خاص طبی مرکز قائم کیا گیا۔

[illegible][illegible]

کے نام کے مطابق ان کی صحت کا پروردگار کے ہاتھ پر موقوف ہے۔ یہاں سے کہ ایک سال اور نو سو چالیس سال تک ان کے لئے کفریہ
جہت کی بات تھی اگرچہ وہ ان کی شکایت سے روک دیا کہ پھر ان کی روئے زمین پر سے اسے اس لئے بھی جہت کی بات تھی کہ ان کے لئے
تھوڑا سا عرصہ ان کی صحت کے لئے مقرر تھا اور ان کے لئے ایک سو چالیس سال کا عرصہ مقرر تھا۔ یہاں سے کہ ان کے لئے
تیس سال اور نو سو چالیس سال کا عرصہ مقرر تھا اور ان کے لئے ایک سو چالیس سال کا عرصہ مقرر تھا۔ یہاں سے کہ ان کے لئے
تیس سال اور نو سو چالیس سال کا عرصہ مقرر تھا اور ان کے لئے ایک سو چالیس سال کا عرصہ مقرر تھا۔ یہاں سے کہ ان کے لئے

آئے۔ وہ اس حیدر کو یہاں سے کہہ گاؤں کو کہہ گاؤں کی غنڈی میں لے گئے۔ اس نے گڑبڑ سے کہہ دیا کہ وہ تمہارے لئے اکل ہر جانور کے لئے ہے۔ اس وقت سے اس کا نام لکڑی ہو گیا۔ اس کا بچہ بھی اس کے نام پر لکڑی ہو گیا۔



بیچے بچہ بچہ کی تار کئی دم لٹکے سے لڑکا، اسے کرائے جھپٹا خرقہ ڈاڑھی کے کراٹھ عویں ہر۔

ہاں کی چار پائی پر کم سے کم بگڑ گھرے۔ سٹی سٹائی، ساکت اسے یوں ہی عویں ہوتا ہے۔ جیسے اس نامک سانسے والی دیار کی اوردہ اس کا غلغلہ برپا کر رہے ہیں۔
یوں جھپٹے، خرقہ سنے کے لئے۔

وہ اپنی چار پائی پر پڑائی تک نہیں۔ اسے یوں گنتا ہے جیسے اس کی اس صرست حال سے اس کا گروہ پیش اگر اس سے بے قلق نہیں تو اسے قدرتی توکل چاہی کر سکتی ہے۔

یہ امر یقین ہے کہ جب کوئی اس پر پلٹے وہ اسے دیکھ لے۔

اور میرے ساکر باگل سپاٹ، غیر رضائی ہے رنگ سکریں میں دیکھے۔

اس کی بڑیاں بھوہر پڑنے لگے کوئی نشان نہیں، یاد کا کوئی نقش تک نہیں۔

اور جب کوئی لٹکے دھار یک غلام گردش سے کہے اس گھر سے میں پیچھے۔

گھر کی پڑ پڑے جیسے وہ لے لے ہاتھ کے پرہ سے کہی ہی جیسے باہر سے ایک کر سکتے کے گھروں کی تعداد دیکھے۔

وہ ان پر کاہد ہر سٹہ ہر بچہ کی لگی ہیں آنکھ بھول، بیکری بھول یا پھر کھیت دیکھے۔

آدراہ گھول اور یقین کو ایک باہر سے بے پلگ ذبے پڑا۔

اور وہی عورتوں کو لگی، ان اصل جانے کی خواہش کو ان کے بارے میں آپس میں ہرگز شیوں کی ایکٹائی باقی میں بٹا دیکھے۔

تو یہ امر یقینی بات کہ وہاں تک ہونے کا وہ اسی طرح منظر رہے گا۔

چار پائی پر سٹی سٹائی، اسے کم بگڑ گھرے ساکت۔

اس کی گھر میں تو بچہ تارے کہ وہ کچھ نہ کہے

زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس امثال سے اسے لڑائی جاگ نہ جانے، ان کا ایک مردہ نام گردش اور مردہ ہر بڑیاں کو آنکھوں میں لگے بگڑ گھرے باہر نئے۔

گی میں گھروں کی دیواروں کے ساتھ چلتی رہے گھوم پھر کے تارہ ہوا کو اپنے جیسے یوں ہی بیٹھ ہے۔

مصلحت اپنے چھوڑ دی اور وہی کوئی لڑائی کا اس میں رہنے کی تاخیر نہ جانے بچے بچے کو وہ کہاں جا رہی ہے دیکھیں چار پائی سے کہ گھر گردش کا عدم وجود۔

اور ہر اس تاریک سانسے والی دیوار کو وہ دیکھ نہ لگا ہوں سے دیکھوں کہ جس کی اوردہ ٹکے کے ذرا سے بچہ جانے پر بچہ کی کئی نام کی طرح خرقہ، جھپٹے کو تیار تیجے ہیں، اپنے گھروں آئے۔

ان بڑیاں اور غلام گردش کے تاریک سر ہر سٹاٹے کو نظروں میں لائے غیر کہ جن سے گرنے والی کا، ہاں کوئی نشان نہیں۔
یاد کا کوئی نقش نہیں

اپنے گھر سے میں آئے۔

ایک باہر جان کی چار پائی پر بیٹھ جاتے۔



مستحکم بنا لیں گے، کھانا پانی، سہاگت۔

ایک بار پھر مشغول ہونے لگا۔

تاریک، دل دور، کچھ نہ کچھ ہونے والا تھا۔

امید تھی، مگر اب اس میں ایک بہت بڑا غلط۔

جنوری ۱۹۷۰ء



پھر غم غمرا میں پیاسے کو سراب
آسیبِ بلاؤں سے دینا ہے اسی طرح ادیب اگر
غیرت کے سراب کی طرف دیکھتا رہے، یہاں تک
کہ وہ مائل ہو جائے تو یہاں تک کہ وہ جو تخلیق
کرو۔ پھر بلاؤں سے بچنا ہے۔

ادب کے ایسے کتاب علم کی حیثیت سے ہیں
تو اس لئے پھر پچاس سو سال کے ایسے ہی ہیں
حیاتِ جاویداں، خالقِ کائنات کے ادیبوں کو
ریا اور عیب دار، اور ان کی جگہ پر ان کی جگہ
پر لگنا چاہئے۔ یہاں تک کہ وہ جس جگہ پہنچے
اس لئے اب حیات کی تلاش کی جگہ پر ملے گی
نہیں۔ اور کٹر رہ کر سوچنا چاہئے

سید
محمد رفیع

عمر تقی زہرا، لاہور، پاکستان

نامکمل کہانی

ممتاز ایازی



میرزا تھال صاحب یہ کہانی سن کر ہنس پڑے۔ کہانی تو ایسی تھی کہ وہ اسے کہہ کر ہنس پڑے، مگر کہانی نہیں
 ۱۰۰۰ لے کر چلا گیا۔ وہ صاحب کو کہتا ہے، اور میں سب سے زیادہ سچا ہوں، ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کہانی ہوسے کے کہنے کی ہے، پہلا
 کہ خیال ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، دیکھو کہ کچھ شے بہت کہانی کہانی کے متعلق، ان کے متعلق کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ

ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی
 میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی
 میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی

میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی

اسے کہتے ہیں کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی
 میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی

میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی
 میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی

میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی
 میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی
 میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی

میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی
 میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی
 میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی میرزا کی کہانی ہے، میرزا کہتا ہے کہ یہ کہانی

کیا اس کہانی

صغیر اشقر

”گدات میری گئی؟“

”پیش خراب یہاں؟“

میرے دھبے بازوں کو تھوکر میرے اس جسم پر ڈال رہا تھا۔ چپے تھا لیکن وہ مٹھوئی دیکھ کر نظری لگی کھانچا لے بیٹھواری شادی اُتے گا کہ خدا
اس کو کچھ پڑے گا کہ میرا دل اس پر ڈال رہا تھا میرے دل کو اس نے میری طرف دیکھا تھا میں چپے کے سر کاپ میں دو لگی ہوئی گئی تھی وہ اپنے فتنے کو
میرا کچھ چھپانے کے لیے اسے کچھ نظر آ رہا تھا۔ میرا کچھ غصہ تھا کہ اس نے تو کب وہ میری طرف نہیں لکھا تھا اب سے میرا کتا تو مسلسل کھول رہا تھا کہ میرا کتا
میرا کتا میری طرف سے اس سے ملتا تھا اس کو اس کے فتنے میں کھینچ لیا تھا مگر اس نے میری طرف سے اس سے مل رہا تھا۔
”میں میری ہی ہوں اس نے شہزادہ کاپ میری طرف سے ملتا ہے میرا کتا غصہ میری کتوں کے ساتھ لگا رہی ہو گی۔

میں... آقا ام سوری... میری کتوں میں نہیں آتا۔ اچھا کہ اس کو لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔

”جیسے تم لگی ہو میری طرف سے ملتا ہے میرا کتا اس کے فتنے میں لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔“

”جیسے تم لگی ہو میرا کتا اس کے فتنے میں لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔“

”that's better“ میرے دھبے بازوں نے میری کتوں کو لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔
”I mean, I love you“
”that's better“ میرے دھبے بازوں نے میری کتوں کو لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔
”I mean, I love you“
”that's better“ میرے دھبے بازوں نے میری کتوں کو لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔

”damnit“ میرے دھبے بازوں نے میری کتوں کو لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔
”I mean, I love you“

”I mean, I love you“
”that's better“ میرے دھبے بازوں نے میری کتوں کو لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔
”I mean, I love you“
”that's better“ میرے دھبے بازوں نے میری کتوں کو لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔

”I mean, I love you“
”that's better“ میرے دھبے بازوں نے میری کتوں کو لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔
”I mean, I love you“
”that's better“ میرے دھبے بازوں نے میری کتوں کو لگا لگا کھینچ لیا کہ اس کو لگا لگا۔



”اور میں اذیت۔ یہ تو آپ کی مراد۔۔۔۔۔ کہ آپ نے“

”مردی“

”اور یہ۔۔۔۔۔ یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“

”یہ تو آپ کی مراد کہ آپ نے“



”ہاں! عجب بڑا کمال ہے! اگر آپ کو کسی چیز پر بہت زیادہ پسند ہے تو یہ نہ کہنے یا کہنے پر اصرار نہ کرنا کہ اس سے پہلے آپ کو کسی چیز پر بہت پسند تھا۔“

”اگر وہ اتنی سچی بات کہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”ہاں! سچی بات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“



”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

”اب یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔“

کھائے پانی کا بندہ

شیخ احمد رنجیت

یہ ان دنوں کی بات ہے جب انسانی حق سے ہمیں کوٹ کر من میں پڑ گیا ہے ہم کر بیٹھ جائیں اور سدا پاک کا گہریں کے لیے نکلے پھیر
وہیں، پھر جب کوئی کسی کے فرش پر پانی سے صبری پرانی ڈالیں اور ڈال دینے لگے تو ہماری ان پانی کو اس طرح بے تحاشہ پشیمان ہو کر کہہ کر ہوتا
ہو انگلی دکھانے کے لیے دیکھ صبری کا دھڑکیں گئیں: "پانی کو اس جہد و جد سے نہ بھاڑ، صبر شریف میں تو لوگ غلغلوہ کو سنتے ہیں۔ صبری
پانی کا کیا قدر؟"

علی ایف کا یہ دیکھ کر میں گھبریں سوچ میں غلبہ جتا اور اٹھ بیٹھنے پر آمادہ ہو کر میرے ذہن میں، بار بار آتی کہ کوئی وجہ سبب یہ کہ میں
دوسرا پاک کے وطن ہمارے گھر میں پانی کے نکلنے لگا دین اور میرے بچے کا زبان بھٹکے دالے اور ان کے بیٹے جانتے سے سے پاک پانی پہلی اور جانے
میں میں، چٹ کر خوب نہایتی اور جی۔ یہ ان دنوں پر بھی چاہت میں چڑھتا تھا کہ ان کے لیے صیف انڈیا پر سوہم کر سزا کی تھی
ان کا طرح پسند دہائی کی طرفی مسافت کے بعد ساتھ سمندری میں سے گھبرا دوسرا پاک کے لیے پھر پھر، ان دنوں جو تھی کہ اکثریت رات کے اندر
میں ان کے ساتھ پر کوئی ملامت کہے اور نہ کہے اسب ملامت و ملامت ان کے ساتھ ہوتا تھا کہ وہ بھی صوم کو دیتے، اگر غیب و سوا
ان کے سوز کے مزم کو خدا صبر کر دے کہ اور دیکھ کر گہریں کی کوئی کسی طرح نہ پائی۔

غرب شریف کے گھروں میں لگے لگانے کی خواہش کا اظہار ایک دور میں نے اپنی ماں سے کیا تو اس نے بتایا کہ یہ پاک کی سرزمین تو زمینی ہے
اس دور میں سے پانی کا نام نہایت پریشانی کا ہے۔ وہ وہ سوخت تو میں گھریں تو سیت پیکے کہیں جا کر پانی کا گھسی پڑا ہے، انہیں دنوں میں نے
خواہش میں اکثر تر دیکھا کہ میں نے پانی کی بڑی سی شہر، میں جو صبر کے اس پہ چٹا صنف کے ساتھ دیکھ کر طرف جا رہا ہوں اور میرے ذہن میں لگے
والا شین ہے۔ یہ ایک ایک صبر ہے، مگر منہ دیکھ کر تو صبر جب میری آنکھ کھلتی تو دوسرا پاک کی گلیاں ہریں اور وہ بھی میرے اندر میں
لگے والی تھیں۔ مجھے جتنی سے سو پر بہت دعا آئی کہے خدا پر منہ ملے آنا کہ وہ اس پاک سرزمین پر کیوں پڑے ہیں جہاں خدا کا اتنا سانس بھی
جس آئی کر وہ وہی چیز برسا ہے؟

اور انہیں دنوں غم میں پڑ جاتا تھا کہ باغ والے جانے کا لکھائی ہوا اور وہ ان میں سے عالم کو اس سے چوٹی کی انگلیت میں صرا صاف میں
اور لکھائی کے دوری صاحب کا دشنام تھا، جیوی کا تازہ سے پہلے سے ہے صبری گھڑی میں سے ایک صبر کے ساتھ سے دانی سے صاحب کے جود ہے۔
پانی کا کام نہ لکھائے کہ صبری گھڑی کے ساتھ صبری چلتی میں ایک صبر لڑ میں صبرا ہے صبری ہے۔ صبری دلی کرنے کے بعد صبر چھو کا دانا
سدا کہ شہر واد پر تو صبری صاحب نے غلغلو کے بعد صبری ایک مقام پر لڑایا،

"لو! اب ایک حق بات سنتے ہیں انی جب یہ سانس دانی آج بھی ایک حق بات سنتے لگے ہیں۔ یہ بھی، دیکھ صبری کو جڑ پکے پر نہ ہے،



مرے ۱۲ سال پر کیا ہے اور حق کی جنگ انھوں کو چھوڑنا چاہیے۔

”میں نہیں سے عرب شریف میں پانی کا لے لی کر میں ہر مکان میں ان کے اپنے من کے لئے کاپا لی کھانا پر گیا اب یہ دیکھ لے
کہ سے کڑا سے خود تیل کا کھانا ہے۔ میں نے مشرق کو بولا کہ کیا کہیں پانی بہ بہت سے کسی کام کا نہیں رہا۔ اس نے مشرق و مارا مگر ملنے
پانی بہ بہت سے تو میں نے اور کمرے عمارتوں اکثر چٹا ہوا کہ عرب شریف میں خیر لوگ نہیں کے پکے بہت گہرے چٹے لگے تو سونا لے کے
میرے آگے دیکھ لیکن نہیں کہ اگر میں اپنی زمین میں خود تک اکثر کیا تو کیا مجھے پانی کا قلعہ کھولے گا یا نہیں؟ انھوں نے مجھے خفا آنا بند ہو گیا ہے۔
یہ کہنا ہے کہ سارے ساتھ ہم اس کی سائنس میں دلیل ہو گئی۔ نہیں نہیں سہہ کے یہاں میں نے تو کہا کہ رستے کے کچھ تو کوئی سائنس نہیں ہوتی
میں مجھے یہ کہنا کہ پانی اقل ہے مگر اگر زمین کہ مشرق کے بعد ہم اپنے رسول کے ساتھ ہی اٹھنے جا رہے تھے۔

تو میری فضلی کوئی دکان میں لکھا کہ سے کے ساتھ اٹھنے گا۔

اور دھبی سر کے ساتھ۔

اور میں ”ہم ہمیں سے پانی والی زمین انھوں میں تھا سے عرب شریف۔ ہمارے کے خواب دیکھا۔ داریں کس کے ساتھ اٹھنا چاہتا تھا؟
جسٹ اٹھنا۔ داریں صاحب لکھ کر کہہ دے کہ تو میں لکھ سے پہچان سواں میں۔ یہ تو ریشہ جو اس میں میں لکھا پانی چیتے پیتے
داریں کہ لکھ عمارت میں رہنا پانی پینے کے لے گا؟ آپ کی سائنس کیا فرائض ہے۔ سچ اس شے کے؟

بارگ مرقعہ



- تیرے بچے میں جواب نرد و بدل لگتا ہے

اسکے بچے کوئی سرگرم عمل لگتا ہے

- تو نے کس رُت میں نہی شاخوں سے جو بٹے باز ہے

ایسے موسم میں تراشیدار کو بھل لگتا ہے

فخر حسین کمال

آج وہ سوچتا ہے کہ وہ کون سا ملک ہے جس کی مسلم آبادی
 سو فی صد غلام کی حالت میں اور ان کی تاریخ یہ تھا
 کہ اس کا قیام پہلے ہو گیا تھا۔ کہ اس وقت اس کا قیام یہاں
 ہو کر رہا ہے۔

پھر اس وقت کے کہ جب اس کا قیام ہو گیا تھا تو اس میں
 اس کا قیام یہاں ہوا تھا۔ اور اس کا قیام یہاں ہوا تھا
 یہاں یہ قیام یہاں ہوا تھا۔ اور اس کا قیام یہاں ہوا تھا
 یہاں یہ قیام یہاں ہوا تھا۔ اور اس کا قیام یہاں ہوا تھا
 یہاں یہ قیام یہاں ہوا تھا۔ اور اس کا قیام یہاں ہوا تھا
 یہاں یہ قیام یہاں ہوا تھا۔ اور اس کا قیام یہاں ہوا تھا
 یہاں یہ قیام یہاں ہوا تھا۔ اور اس کا قیام یہاں ہوا تھا

محمد اسلم

محمد اسلم



کچھ گھڑیاں ہے، کیا اور یہ کچھ وقت سائے کی پیریں کے طرف پشت کرتا ہے :

”اے تہار ہی انھیں۔۔۔۔۔“

”کیا بھائی انھیں کوہ؟“ اس نے ٹیکہ لگا کر پوچھا۔

”جیہ۔۔۔۔۔ جیہ۔۔۔۔۔“

”کیا یہ یہ لگاؤ کئی ہے؟“

”وہ۔۔۔۔۔ کیسے کیا ہے؟“

”کیسے تو کسی ہے وہ تو ہے؟“

وہ اسے غور سے دیکھ کر کہا اب بیٹھا تھا جسے اندر کے اندر نامور مدیر کو وہ یہ کیسے بتائے کہ اس کی انھیں تو پیشانی کے گھٹنے اور منتقل ہو چکا ہیں۔ وہ مزید دوست ہیں لیکن جانبدار بہت توڑ مٹی کے کاہر مدیر کی قسم کر کے گا پھر یہ کیا اپنا مذاق اڑانے کا کیا فائدہ؟

”لو کچھ گھنٹوں نہیں؟“

”کہ نہیں رہا۔۔۔۔۔ ایسے فزاع سے مذاق کر رہا تھا؟“

”تم ایسے چند ہو کہ ٹھیک سے مذاق بھی کرنا نہیں سہا؟“

اس پر وہ چل کر بولا ”تہار ہی انھیں کیسے لگے ہیں؟“

”اے اے اے! اس کا تعجب تہار کے دفتر میں لڑائی کو تھامنا ہے اور یہی انھیں لگاؤ نہیں؟“

”میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے چند ہو کہ جس ٹھیک سے مذاق کرنا نہیں سہا؟“ وہ پھر بڑے ہنس۔

بچتے بچتے اس کی آنکھوں سے پانی چھٹنے لگا اس نے ٹیکہ لگا کر دیکھا کہ اس کی آنکھوں پر لگی ہیں۔ وہ فوراً اٹھ کر اس کے پشت کے طرف گیا تو دیکھا کہ پشت کی آنکھوں میں لگاؤ نہیں تھا۔ اس نے تپ کر سوچا میں، انگلیوں، بھوکا سے پشت کی آنکھوں کا اس میں کراہا ہوا، اس نے جب پکڑ لیا کہ وہی انھیں میں دونوں انگلیوں کا ٹھوس ٹھوسے لیٹھیں تھا کہ انگلیوں کے سرے اس کی پیچھے پائی تھیں وہ چھوٹے ہیں۔

وہ بڑھ کر بولا ”یہ میرے والے کچھ کیسے ہے جو؟“

”ہائیں! تھیں! کچھ نہیں سمجھ سکتا۔۔۔۔۔“

”اے انھیں تو خود سمجھ سکتا۔۔۔۔۔“

”ہنس؟“

”اور کیا؟“

جب وہ خفیف سا ہنر کر رہا تھا تو اسے یقین تھا کہ پشت کی آنکھ نے ضرورت سے آنکھ بند کر دی ہے :

گواہ ہے اس کا چلنا اختیار اس کا بڑا ادارہ نگار :

دو تین دن بعد اپنے پر وفسیر دوست سے ملاقات ہوئی جو انہیں یہ کہتا تھا کہ ہر کم کرتا میں داخل میں رہا ہے کل رہا تھا۔



یہ ادب کا بہت بڑا فرقہ تھا۔ تنقید کا مکتبہ ملک کے مستند ارباب و برادران میں طبع ہوا کرتے تھے۔ حضرت علامہ اقبال اس کا محبوب موضوع تھا۔ ان دنوں علامہ کے فلسفے میں نگاہ کے موضوع پر مباحثہ اور مکتبہ پر وغیرہ نقادوں نے جو حرفے جاری کیا تھا کہ انہی نقادوں میں حضرت علامہ نے ان کے تشبیہات اور استعارات استعمال کئے ہیں، بلکہ اس نے قریباً سبھی کو اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کا مفاد کہ سترہ استغاثہ ہوا، مگر وہ انہی انہی اساتذہ کیوں کہ اس کی محکمہ پشت پر انھیں نہیں اور اسے محکمہ پشت کی انھیں کے بے معارف ہونے کا اس میں شک نہ تھا۔ وہ جسے جو خود سے بے باور تھے۔

”ایک بہت بڑی اقبال کا فرض مقرر ہونے والی ہے اس میں جسے بڑے اقبال استاد اس آہستہ ہیں۔ مجھے بھی بخلا ہے۔“
 ”تو یہ سب کیا ہیں۔۔۔“

”ان اس مسئلے کے لئے ہیں۔ یہ جمالیات کی ہیں یہ نفسیات کی اور یہ کائنات اور نظمیے کے انکار ہیں۔“
 ”مگر تم انہیں پر حملے کیسے؟“
 ”انہما ہوں کیا؟“

”تو یہ۔۔۔“ ”پیشانی کی انھیں خطیں تھیں۔“
 ”تہہ انھیں تو پشت پر ہیں۔“

م — WHAT اس نے سر پر پشت پر لایا اور دوسرے سر پر لایا۔ ”یہ ان کی ڈرامہ کر تو تم سے کیجئے؟“
 ”جیسی تو۔“

”وہ خود سے بہت بڑا اور بڑا ہو گا اور اس کا نام لگا۔“
 ”جیسی اس کو تو ان بات نہیں۔“ وہ ادب جواب دیا تھا۔

”اس کو تو ان کے لئے کوئی پتہ نہ ہے۔ یہ جو۔۔۔“

”ان کے لئے انھیں کی تفسیر پر ایک ڈرامہ سیرین شروع کر رہے ہیں۔ مجھے لگتا تھا کہ میں شاید کچھ نہ پاؤں۔“
 ”کیوں؟“

”مجھے تو انھیں ہر شے کا تمام پر نظر نہیں آیا تھا۔“

پروفیسر نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا اور کہا،
 ”تجھے انھیں کا مروجہ کراؤ تو۔“

اور انہی اس بات سے کہ وہ ان کے نظریہ پر جو کہ ہر شے ہنسنا والا اور ہنسنا ہوا ہیں انھیں ہمارا۔

اس کے بعد وہ اس کو اس میں راکھوں کا آگہ کیا ان گہبہ گواہیوں کو ان کی تہہ ادبیت زیادہ تو نہ تھی تاہم پشت پر آگہ ہونے لگا تھا۔

ایک بہت بڑا اور ایک عظیم مشن جسے میں اپنے زور و جہل سے انھیں اعصاب میں زبردستی پیدا کر رہا تھا، مگر یہ بھی ایک بہت بڑا اور تھا۔ اس کے سبب کہ دیگر مفسرین اس شخصیت تھیں مگر اس کی انھیں یہ دیکھ کر نہیں کہ
 پہلے وہ انھیں کی پشت پر لگے انھیں میں غصہ نہ کر سکتا تھا جو سب سے ہے۔



کمال اور سرور پہنچا اور اس کا ہوا خاک قرأت سے لگا کر گھر کے تمام افراد کی آنکھیں پختہ پر چھیں لیکن اس وقت تو کھیا ہم
دوست کا جوئی لگا جب اس نے بچہ کو گود میں لیا تو پختہ پر درختوں کی معلوم آنکھیں پائیں۔

خیر میں اب ہر شخص کی آنکھیں پختہ پر جانچیں تھیں۔ بچہ کے بعد اس کے دادا آنکھیں پختہ پر چھیں تو تھلا کے علاوہ
کالا اس سے بڑا بڑا بچہ تو پختہ پر لگا آنکھوں کے جھوم میں خود کو گھر خدہ ہی کی طرح محسوس کرتا۔ تمام زندگی کا نظام پختہ
کی آنکھوں پر چلا۔ افسانہ ایک ہر تھا جو اپنی آنکھوں کے عذاب میں مبتلا تھا۔

ایک دن کو بڑے بڑے کے دوا بخدا یا اگر یہ کوئی شے میرے قویب اسے ختم کر دے اور مجھے دیکھنے کے اس عذاب سے
چھٹکا دے گا اگر میں سر چکا ہوں اور یہ جہنم ہے تو مجھے آنکھوں کے اس جہنم سے نکال کر آگ دے جہنم میں ڈال دے۔ میں آنکھوں
دلا چلا نہ معلوم سے بد چروں۔ بخدا! میری آنکھیں چھیں۔ مجھے اندھا کر دے مجھے اپنا ان بے سعی آنکھوں کے عذاب سے
نجات دے۔ تب اس کی آنکھوں سے سوانہا ہوا ہوں برسے۔ میں رو کر اس کی آنکھوں کو کسی مصرف میں ڈال کر اسے ختم کر دے سکوں گا
اس میں ہوا۔

دعا آئندہ سامر چکائے بیٹا خدا کی میز پر اسے کھتی نظر آفا۔ اس نے پہلی مرتبہ گندگی کی اس پر ہٹ کر رشک سے دیکھا۔
یقیناً کھتا تھا اسے افضل ہے کہ ایک آنکھ میں کھتا کھیں دیکھتا ہے کہ نہیں بلکہ ان سب سے کام بھی یہ ہے۔ آ میری ماں!
میرے قریب آ میرے پیچھے میں کیا دہ یاد ہو کر سرگاہیوں میں اسے بگاڑا تھا لیکن اگلے لمحہ کھتی اڑ چکی تھی۔
اب یہ سب ناقابلِ برداشت تھا۔ جب دوبارہ رو کر کھیں کھوں ڈالیا تو پختہ پر کی آنکھیں نوچ ڈالیں۔

(ستمبر ۱۹۷۷ء)



مگر میں بھی رہتا چہ نظر میں نہیں رہتا
کف سنگ از دست سیر میں نہیں رہتا

جانا چہ کہاں اور میرا چہ کہاں ہے
مجھے بھی تو مجھے یاد سنو میں نہیں رہتا

گمنا چہ جب ملت انسان کا ستار

السلطان خود اپنی ہی نظر میں نہیں رہتا

حیدر اسد جہاڻی

کھس کھس: نیا نیا جہاڻی



پانٹ

حنیفہ منہج احمد

”ایچ۔ ایچ۔ ایچ۔ ایچ۔ ایچ۔ ایچ۔“

اُس نے آؤ کہ انور انار کے تہ پہ سے کُسنے والی زیادہ تر خورشید، ایک دیندہ چمکنا خورشید کیا، ہری چنی اور سفید چمکنا خورشید، ان کی چوڑی پستکیاں بہت ہی نیچے لگی، ان کے سروں پہ سے اڑا کچا جارا تھا، اس کی ہڈیاں شستے قلمی گرجا پہنے کی وجہ سے گھر گرجا بہت قلمی، وہ بڑے بڑے سے آہستہ آہستہ گزرا، ایسا سلوم گرا آہستہ بیدھا سٹنے والے یہاں سے جا کر گرا جائے گا اور جب زار غرا، ایک پتیا تو باطن ایسا سرسبز ہو جائے گا وہ پہاڑی پہ سٹے جاتے سفید اور سبز رنگوں سے مٹا کے کوہ لائے میں لگتا تھا، پہنے گا نیکی جب وہ گزرا تو وہ خوش چاند سے نکلتی رہ گئی، چنانچہ پہاڑ کے پہلے پہل سے غزل کی چند ترسیں ہی چلیں سے بھی اُپر لگا گیا تھا۔

اس کے غائب ہو جانے کے بعد وہ دفعتاً آلی پہ اُتر کر گر بیٹھ گئی، وہ اتنا اس سے غمزداد تھا کہ،

گرتے کھڑے تھا، وہ اتنا باغ و خوش ہو گیا ہے اس کی دھڑ... ہے... بلکہ تہاں دھڑکتے تو اس کی جہان تھا، اُن کے سلوم تھا کہ اس نے شام پہن کر اس کی طرف سے جا آئے، وہ کسی نہ کچا اور پیچھے چلے جاتا گرتے دیکھتے گرتے، سپر جہاں سے بہت تندرستی کے بچوں، کچا پہاڑی کے پہلو مغربی سفید کپڑوں کی طرف چلتے نظر آتے تھے گرتے آہستہ میں اس کے سر پہ سے گزرا تھا، وہ تھکا تھکا زیادہ سے زیادہ آواز، حلقہ ہی سلوم پر گرا گرتے کیسا اتفاق تھا کہ، بلکہ ہی کے قلم اُپر سے گزرا ہے، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ اس وقت دُور میں لکھنے لکھ رہا ہو اور اُس کے بچے اُپر کی طرف نظر دے اُٹھتے دیکھ دیا ہو۔

وہ سدا دل لہری پستکیاں رہی، بار بار کسی انہی غزل کا شعر اُن جانتے ہی ہی میں اُس کے پہلوں پہ پڑتا، اس وقت کو سنے سے پہلے پہلے سے اپنے کوسے میں گتے بہتے کھینچا رہی، آج کہ نہ پشیمانی تھا کھینچا اور دینتر پہ لوٹ کر جہاں کے شعر قلمی کا کواں شعر رہی۔ کھینچا پر لکھتے، کھینچتے شریف نشان دہانے کے انتہائی میں، وہ ایسی پوری طرف لکھے سمجھ رہی تھی کہ ایک سو دن اچانک چر رہی چنانچہ باطن اس طرح اُپر سے گزرا کہ وہ گھر کے اندر پہنچی قلمی، آما دھتے ہی وہ پہلے گزرا، اس کی اس طرح شوری غمزداد سے اُتر چلے گئے، آؤ اور اُن پہلے سے پہلے کہ وہ پہلے سے اس نے اُنہوں نے اس کی اس حرکت کو کسی نہیں کیا، جب جہاں سے پہاڑی کو باطن اس خواب لکھ دھتاری پہاڑی گزرا تو وہ اپنی اس حرکت پہ پشیمانی چرئی گزرا لی ہی مسرت کہ بلکہ ہی چرئی قلمی کیا سلوم، وہ تھکا دیکھ رہی تھا کہ۔!!

باقی وہ چر رہی تھی جہاں کے شعر قلمی کے کھاسوں پہ جھوٹک سا بھائی رہی، اسے اللہ باطن ہمارے گھر ہے۔ ایک کوسہ ایسا ہی ہوا کہ وہ کواں کے اندر اس کے اندر اس کی تصویر ہو گئی، وہاں گلاب کے پھولوں کا خوشبو لگائی، وہاں اُپر سے چھبکے لکے کا صوم، قلمی گزرا، اُن کی ایسا بہت تھکا اچھا ہے۔ اور جب اُس کا اس خیال کی غمزدادی سے وہی چرئی گزرا، اس کے شعر قلمی پہلے پہلے لکھے



لگے۔ اتنی جلدی سے تھاڑا اور دو سال نہ عیب نہ تھاں یا پیچھے گا۔ اور چھوٹی کی چڑائی چھوٹاں جسکے چہرہ چہرہ جھانگی کی اور
چہرہ کیے کرکٹا ہے جبکہ اس کے اور چہرہ سے گھر کی خفا خدائی طائی ہے چہرہ میں تو پیچھے وہ پیچھے میں کسی
اور چیل کے پتھر پر میرے نام ایب خط مجرا دیتی ہے۔ تو کیا میں صرحت اس چہرہ کو کھنکھ رہیوں گی خود اسے کچھ دیکھ سکوں گی نہیں
وہ شہرہ کے دیکھ کر کہے گا۔ کیا اس کے غلوں کی خفا نہیں تو کرکٹا کا جس کے قدموں پر حرام تھا اس طکر کی خفا کی منہ سے دینے بہرہ حال
کرکٹا خفا۔ اس چہرہ کے دلوں کے اٹھائیں کرکٹا ہے۔ اور چہرہ چہرہ کو پریشان چلا دیتی کہ وہ اتنی اور یا کا کسی حراج جانتے کہ یہ واقعہ ہے ہر
پتلے اپنی سرور کی کہ اس میں دلانے، اپنی خفیت خزانے، خوشی کے طور پر اس گھر کے طاعت کرنے آگاہ ہے تاکہ عیب وقت
جائے تو اس کے آواز اتنی اس کی دھن ڈال کر یاد رکھیں اور اس کا ذکر کریں، واضح ہے کہ یہ اصرا میں طاعت کھنکھ خفا۔ اس
کو نظر انداز نہیں کیا خفا تھا، اس کو تو کہوں کہ دیکھ کر سے نہیں نکلا یا کھنکھ خفا۔ اس سے یہ نہیں کہا یا کھنکھ خفا کہ وہ اسے گھر
پنچیں ہیں وہ آگاہ تھا کہ دیکھ کر اس کے بارگاہ میں لے کر دیکھا کہ آگاہ اس طرح کہ یہ آگاہ اللہ سے یاد رکھتی، اس ہائی کو کہ اسے خفا میں پیچھے تھی
جس کا کوئی دل کو سخت عقروں تھا مگر پیچھے ہی ایک بار خفا دہائی تھی وہ پورا چہرہ اور اس چہرہ کو ایک ایک خفا تصور کیا کہ اس کی نظروں
میں ساری خفا یہاں ٹھیکہ چاہئے کہ خفا میں خفاں میں اس کا خفا ہے، اس کی نظروں کے سامنے خفا ہے۔

ایک فراموش کردی کہ ان کی محنت سے اب ہر ایک میں وہ چھوڑ دیا، جس جنگ سے سب سے لڑنے کے اس نے ایک کمانڈر کی طرح کام کیا۔

۷۰ ابن آدمی — ہر شخص کا ہے۔

”اُمی نہیں! اوتھو! دھڑکی تھوڑی ہے، وہ چلے گا۔“

”اب میں اس واقعے کی کمی —“ ذکر یاد آ رہا۔

۱۰ "مذہب کی بنیاد پر تفریق نہیں ہونی چاہیے۔"

© 2004 Blackwell Publishing Ltd *Journal of Internal Medicine* 255: 105–112

1000

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

[illegible]

گزارش سے محرم شام کو ایک گریب جو جانا تھا غریب کا گھر سے ایسا بھی گھر سے گھر سے بدل اٹھے اور انھوں نے پھر



کے زلیخہ ظالم کی طرف بہتوں اور مستحق پہنچے ہیں :

اور یہ بزدلانا شاید پیشتر ہی سے اس کے گھروں میں چھپتے لیکن، انھیں معلوم تھا انھیں خود ہی کر رہی ہیں، اس نے عدالت سے لڑنے کی طرف دیکھا ہے اور اپنی دائی میں کہ لوٹ کر نہ لگا ہے

بس، اس کی انگلیوں ہی تو کام کی ہیں، ذاتی تو کہے... اس نے اپنے جان کا انھیں سے لڑنے کا ہے : ہی کہ اس کا ساتھ کر کے سمجھ، میں ہی اس کی انگلیوں کو نہیں اور دماغ چلا :

استاد چاہ رہی جس پر ہے ۔

اور اس کے کانٹے ذاتی کر رکھ ہے، اس کے ہاتھ کے درد لگا ہے، بخالی بیٹھا ہے قاتل ہر طرف گزراں نظروں ہی اور تو تو اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے ۔

اور یہ تو اس کا یقین والی کی تحقیق سے ظنی تعلق نہیں رکھتیں، اس نے ہی کا ذکر بھی انھوں نے ۔

استاد باتوں میں لگ گیا ہے اور لڑنے کی نظریہ وہی ناظرین کو کہنے کے کہ ہے، ہائی جی ایم ایک ایک کرنے چلائی ہے ۔

یہ گزری اس کے ہوش کو اس پر مشغول ہو کر رہی ہے، وہ گزری سے نہ تباہ ہے، کچھ سر پر تو ہے ہوش ہو چکا ہے، پانچ لڑنے کے کہنے کی تہائی میں ہلاکتی گزری کر گھر سے جا کر وہاں سے کہہ کر ہی سے شاید معلوم ہونے لگے ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ گزری انھوں نے اپنے سے تھکے جسم کو نہ سنا، سنا ہی اس کی اس کی سر پر کو مشغول اپنے جانے کی ہیٹ میں دے رہا ہے ۔

یہی نشان ہے کہنے والے محنت کے پانچوں کے گزریوں میں گزریوں جانے لگیں گے ۔

گھر لاکھ لکھ کر گزری کے دھبے پر ہوش ہو چکا ہے ۔

اور اب وہ نشان گزری کر گھر سے چلا جا رہا ہے، اس کے تپ ہی پر جانے سے کچھ کہہ رہی ہیں، اس کا پیرہ پہنچا گیا ہے وہ بہت

خوف زدہ ہے، اتنا کہ اس کا خوف معلوم ہو گیا اور اس نے دیکھی ناگوں کو برابر کہنے والی وجہ کی پہچانی، خاک لڑائی کی طرف پہنچا ہے جو پہنچنے کو پہنچا دینے کے کہنے پر جا رہا ہے، اس کے استاد چاک ہی گزرا ہوا ہے، اس نے لڑنے کو بہت سے چلے لگائے ہیں ۔

اور اب لڑنے کی انھوں میں خون اتر آ رہا ہے، شاید چلائی ہوئی گزریوں کی طرف کی انتہائے اس کی کہ بے گزر کر رہا ہے ۔

اور یہ محنت لاکھ اور تپا ہے ۔

۱۰۰ سالہ ہیں : تو یہ بڑا بڑا ہمارا ذاتی خاکر سے کی چ لکھ پر جا رہا ہے ۔

کانا، ایک چشم، ایشیائی لوگوں کے نزدیک محسوس اور یہی ہوتا ہے اس کے کہ وہ بیڑوں اور زندگی کے لفظ ایک زندہ نظر رکھتا ہے

تو کہ وہ لوگ تو وہ انھیں دیکھ کر گھر کی ایک ہی زندہ کو دیکھتے ہیں، اس کی ایک کی پانچویں تو رہا ہے ۔

گراں باتوں کا زمیرین حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں ۔

پہلے ہی حقیقت نے اپنے آپ کو بڑی طرح سوزائش کی ہے اور وہاں ناگہب سے نکل گیا ہے ۔

۱۰۰ فیروز کی وہ ملکی چاہاں اٹھ سید ہے فیروزہ :

اس نے اپنی ایک آنکھ سے لکھنے کو گھر دیا ہے، وہ تو چھ مستحق خطہ کے جڑی پانچ کو بہت اور اس کے پہلے ہی وہ لوگوں کے لفظ ۔

اور یہ حالت ہے حال کی، اس نے چھ لکھ لگائی : ہمارا حال اٹھ سید ہے فیروزہ حال :



”یہ کون سی زبان ہے؟“

”ہندی“

”تیسرا لفظ آتا ہے:

”اگر دُعا تو میں نے سراسر اچھے کہا؟“

”سورہ تو کچھ ہے؟“

”ہی۔ اس کا نام اُوریت ہے۔ انگریزی اس کے (Urethra)“

”اور یہ کون سی زبان ہے؟“

”ہندی“

”تیسری سہی زبان آتی ہے؟“

”ہاں۔ اچھے میں آخر میں ہا جاتا ہوں۔“

”ابھی اب ہلا۔ کون ہو تم؟“

”سکندر ذوالقربی“

”کہہ کر وہ اٹھا اور ایک طرف کمر کھانے لگا۔ پھر اس نے مجھے متحرک دیکھا۔“

”اور تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟“

”میرے سوال کا جواب میرے اس پہلے سوال کا جواب دینے میں کیونکر کرے گا؟ یہ بات آخر میں نہیں پڑے گی۔“

”میں جانتا ہوں۔ تم جھوٹ لکھتے ہو۔ تیسری سہی پاپیٹ (Papillae)“

”سہا کیا ہوتا ہے؟“

”تم کچھ ہلا۔ مٹی کو سوزنا ہے؟“

”تیسری سہی میرے لیے لکھا ہے؟“

”ابھی تم اسے لکھنے کے پاس دو شخصوں سے بڑے سونے پانچا کے بیٹے آ رہا تھا۔ تو جب میں اسے حاصل کر سکا تو تیس

کچھ ملے گا؟“

”تم نے فراہم کئے حاصل کیا ہوا تھا؟“ میں تو دوسروں کے لئے لینے جا رہا ہوں۔ مجھے ضرور ملے گا۔ جس تم نے راستہ بتلایا تھا

مشکوٰۃ

میں نے آخر کار ایک اور دو گھر کو آؤں گا۔ وہ لکھنے والے ہا۔ کوئی حق اور ایک خوبصورت جگہ کے ساتھ ساتھ

اس نے اور آخر کو دیکھا۔ ہائیڈروپیکٹا، مانی پیکٹا، پھر آگے چلاؤں گے اور اسے کہہ آؤں گا۔ میں بہت ہی

سرکاری آؤں گی۔ لیکن آؤں گی کہ کام۔ وہ تو اس وقت ایک شخص کا سر تھا اور اس بات کی خبر نہ تھی کہ وہ یہاں نہیں رہتا

تھا۔ اس نے میں کو پانی نکال دیا۔ پھر یہ وہ تھا کہ اس کی خوبصورت دیکھ کر اس نے جو اس کی دوا میں مائل نہیں رہتا تھا کہ اس نے ایک

دوا یا فطرہ لیا۔ اسے کچھ عیب نہ محسوس ہوا۔ اسے لکھ کر چھپنے کے لئے اس نے جلدی جھوٹا کر ڈال دیا۔



میرے بچوں نے کہا: "پڑھائی کے اہم لحاظ اور ان کی پروا ہے میں۔ یہ جیسی تعلیم سے ہوا ہے اپنے آپ کو اچھے سے مانا جائے اور اچھے سے لکھے۔
 ان کی دل سے ایک اور مرحلہ کو اختیار کیا ہے اور یہ ہے کہ، میرے بچے ایک اور نئے نئے شوق کی ایک ایک کھینچ لگے ہیں کہ ان کا۔
 میں تمہارے قریب آؤں گا۔"

[illegible]

میں۔ مگر ان ہفتہ میں اس کا جیل سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر اس کا کوئی سہارا ہے۔

مکتبہ اسلامیہ کراچی۔ پرنٹنگ اور پبلشنگ کے لیے

”ہر ایک کو جنگل نہیں ہے، تو یہیں رہنا ہے۔ یہاں تو سب جنگلی بات ہے۔“

مکتوبہ پورہ، ۱۳ مئی ۱۹۳۷ء



سنگر تھی بے سوز و آہ بھول گیا، جامنا سون: انھوں نے بھی بے زور و بے غم تھے۔ انھوں نے لوگوں کے غم کو دیکھا اور

کے

تعمدات

مکمل ہو کر مجھے بڑے خوشحال لگتا ہے۔ اس لئے.....

”میں نے تو تم سے قریب کا ہاتھ جوڑ لیا تھا کہ تم کو اس کی طرف سے کچھ نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ تم کو کچھ نہ ہو سکا۔“

2. Land Use and Land-Use Change

مغفور ہوا، جس کی تپنی نہیں ہے۔ یہ تو کمال (جہاں کھنکھارے اٹھتے ہیں) ہے اور اس کے لئے ہی تپنا ہے کہ تپو۔

246

1237

سورج کے منہ کا طور سے چھوٹے ٹکڑے تھیں، ان کو گریسی بھیل پر چھوڑ رکھا تھا۔

مکن در آفرین خدای فکر و آب حیات هرگز نریزید و هرگز نریخت.

[illegible]

— *W. J. G. B. J.*

”ایسے میں اگر بھی بنا پارے تو اُنھیں بڑے بڑے پھل لکھنا پڑتا ہے۔“

وہ اپنے کہہ دے سے ہیں کیا اور ان میں پہلی ڈالے۔ وہ روزِ محاسب ہر عمل کی صورت اور ہر نکتہ کی جگہ پر لکھائی رہی

اب اس لمحہ میں پہلی گول کو تو اس نے پہلی طرح کے سیریز کا رنگ ہی دیا۔ پہلی گول کا ایک لمحہ اس نے بلڈ پمپ کی دھڑکی کی طرح

۱. زمیں پر مہاجر کونسل کے لیے تجویز شدہ رنگ: بالکل زرد (خالصیت)۔ اُس پر ہر آنے والا کافر میں ہے کہ اعلان

”خوبی کیلئے کہ بعد صرف خواب نہ دیکھتے۔“ ہاں۔ یہ ممکن نہیں ہے اس کا سچا علم اور گنجائش، اپنے دور و وقت۔

”ہر ایک کے لئے ایک نیا سفر ہے۔“



ایک ایک، بھر بارش ہوئی۔ آپ بڑا کی بڑی بارش جو جیل کا پیروں کی گھبراہٹ کا سہارا بن گیا۔ اس میں سے وہ بھاگنے لگا۔ وہ پانی میں گئی اور نفس لیکن پیدا ہوا اور غوطہ کھینچ لیا۔ اس نے کہا۔
”تجسین لکھنی چاہیئے؟“

”نہیں، میرے صحت مندرجہ کا پابندی؟“

وہ پھر اپنے کو پاؤں سے راجھا، اس نے بے رحم کے کوٹھیل کھانے اور جیل کی طرف گیا مگر اسے مسدود ہو چکے تھے۔ یہاں گئی کر پڑی ہوتی اور کچھ ہو گئی ہے۔ وہ اس پسے گئے نہیں سکتا تھا۔ وہ واپس آگیا اور پھر کھانے کہا گیا۔ ایک دو تک آکر جنگل میں رہا وہی صلیب تک آگئی تھی۔

”میں نے سوسا“

لیکن اسے سننے والا کوئی نہ تھا۔

۱۹۵۵ء



مگر نرم رنگین شاخوں پر بہت سی نرم رنگین چٹریاں
کڑی سرحدوں کا کرلے دوسرا
کہ جھوٹا گزرتی چوڑی کے آزاد جھوٹے
کھلی کھیتوں میں لکے آسمان سے لکے کچھ کھیلے سانس پچے کی ٹہکت
بڑوں کی لڑائی کچھ دھنک، آپس میں شیریں شکر پہنچنے والے پہنچے
رنگین کے ساتھ سے — (جو کچھ بنی ہو سکا) — مل کے والے دھوکن
کوئی ڈکھ بوری داستان چڑھ کے آنکھوں میں آجائے والے پہ آنسو
بہت سی ملے خون پر حسرتیں چوڑوں کا انجام سے بہت جبر پر کھینچا
بہ کچھ نوجوان دیکھوں کا صلاح دیا
اقتدار، مگر غرض میں خیر
خداوند عالم کے قدموں میں
اچھے کھیلے رہے عاقبت آکر دکھ کر
شیکہ وار ہوتا ہوا ساری ہوتا

میں نے تحریر: علامہ شبیر احمدی



[illegible]

اندھ جردی اور اس کی لاشوں کی کہانیاں تصویر کشی ہے تو کیا پتہ چلے کہ وہ اپنی مری کباب نہیں چاہتا ہے۔ یہی پتہ چلے کہ بت نہیں ہے۔ وہ اپنی بات چاہتا ہوگا۔ وہ ان خوالوں کو جو زندگی سے پہلے اس نے دیکھ بھول گئے، اپنی زندگی میں سمجھ کر اسے نوکھار دے تو کھانا ترناؤ پانا چاہتا ہوگا۔ لیکن مجھ سے بڑی اس کی کہانیاں اور زندگی اور صفت کا دنیا میں ایک مسلسل حجاب میں سرکشانی پر چلی ہے۔ "حیرت" بدلتی رہتی رہتی وہ غم سے اپنے ہی غم میں ہیرا رہ سکتی۔ سوچو تو یہ ان، وہ ان کے لئے کھسکے کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے قریب رہتے ہیں تو غم نہیں رہی۔ اور ان کے کہہ چاہتا ہوگا جب وہ دیکھتا ہوگا کہ اس کی جڑی کے پھول پر مسکونہ ہٹ کر چلے گئے وہ ان کو قصہ دے رہے ہیں۔ دیکھو تو یہ راہ دیکھتے ہیں کہ ان کی ہڈیوں کی کھسکیں ہیں۔ لیکن صحت نے ان کو دیکھ کر ہٹا دیا۔ یہی پتہ چلے کہ۔ یہی ہوتا ہے۔ اس طرح دیکھتا ہے کہ تم صحت میں اپنے صدمہ کے ساتھ غم میں دیکھتے ہو تو تم بھی اس الجھن کا ہیرو بنے کہ تم کو قصہ کہیں چاہئے اور یہ صرف تم ہی ہو تو تم نہیں اس قسم کی کباب دیکھیں یہی ہو تو تم ہی۔ کیا۔ ؟ اور۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ یہی ہمیں بھی ہوتا ہے۔ لیکن ہم تو تم لوگوں سے مختلف ہیں۔ دنیا ہی پر ہے کہ۔ یہی ہوتا ہے کہ تم



”بلکہ کاشا و جواد میں نے بہانیت سماعت مندی سے اس پر دیا۔

تھوڑی دیر تک باہر نوجوان خاموش رہا پھر اپنی شریع شریع آنکھوں کو زمین پر گرا دیا اور مرنے سے ڈھٹے کو دہائی ادا ہے
پاشن باتوں میں مشتعل کر کے اور اس کو زبردستی ہوسے مرنے سے ڈھٹے کو دہائی ادا ہے۔

وہیں یہ بڑے تھے فرزند سحر و دہے سلا میں دے رہا۔ پاشری چاہی تھی اس نے کی اور وہی کہتا ہے یہ تمام کا وقت ہے
یہ نعلی وقت ہے اور بہت ہی گھڑا ہے اور مجھ کو کہتے ہیں اس کو بچنے کے لئے کوئی طریقہ نہیں کر سکتے۔ گ۔ یہ پوری
خود تیرے پاس آئی ہے خود سحر و دہے اس سنگروں اور دہوں سے یہی کہتا ہے کہ اور اس ام کے وقت کو اپنی ہر سال سو
دہے میں بچتا ہے۔ اب کے یہ صحت لپکا کا کہے گا۔

میں نے سراسر اس ام کے وقت کو بچا۔ ہم اس وقت اس کے بچے کو لے گئے تھے۔ یہاں وہی سحر ہے ہلے
میر کا مہر دہا۔ یہاں بھی ہوئی اور یہی ہوئی تھی اور وہی تھا میں۔ یہ خود شاہ اب اور اس ہر دہا کی پختہ تھی۔ اور اب گھنٹہ چوٹی
اور شاہنشاہی کی گیت کا گائی چلا۔

میں نے نام سنا ہے پر اپنی دعا میں ہی کہ اب اس کو دہا۔ بااقد سے نے ایک طرف بخارہ کر کے وہ گھبرا دھنک کر باہر چلے گئے
میں دہی ہاں ہی اور میں ہی بچے دہنا تھا۔ اس کے بعد بااقد میرے لئے گاؤں سے بستر دہا پلائے ہوئے تھا کہ اس کا بھتیجا کہ وہ
تک وہاں تھا۔ اس سے خوش گھبرا کر آ رہا۔ ہر دہا ہر دہا سے نصرت ہو کر تھپے میں دہا میں اپنے گھر چلا گیا اور میں ام کے اس وقت
تے تھپا گھبرا کر اس کو لے کر گئے کہ ہاں میں سوچنے لگا۔

میں کہان سے چلا تھا اور کہی آ گیا تھا۔

اس نئی زندگی کا آغاز تو ہو چکا تھا لیکن انجام کی طرف میں ہی سرور ہر سحر جاری تھی اور میں دہاوں کا تھا اٹھانے دہا مانگ
رہا تھا کہ یا خدا..... اور اس سے آگے بچے پاشری کہ میں نے کیا کیا..... سنا وہ کہی کہیت ہے کہ بچے کساہ
کا شہر آگاہ ہر دہا۔

”گھبرا کر دہا چو پاشری فر سحر کے لڑکھو دہا توں مانگ توڑ دی۔“

اسی کہیت میں پہلی زندگی نے مجھے اس سحر دہا کی سرور دہا سحر کے پٹ کھول کر دیا وہاں میں مستحب ہو گیا ہے اور
ساتھ ہی میرے ہی میں ایک خیال کا گونا گونا کہ اس خیال میں تھا کہ وہ غفلت گدھیاں گھبراہٹ میں میری کاشت کروں گا اس کی کیا
کے غفلت ایک مجھ کا سارا خیال غافل تو کر دے گا اور جب کہ وہیں جو جو مرنے کا توام کے اس کے غفلت کے ساتھ کہ غفلت ہر دہا
میرے سے جتنی امید اس نے لکھی تھی کہ اس کو دہا۔

اب صبح بااقد میرے لئے بستر ہر دہا کی اس دہا سے کہ آقا تیری اپنے دل میں یہ۔ اہل غفلت کہ چکا تھا کہ اگر تو اس کو تو
کو میرے لئے اپنا دہا کو غفلت دہا ہے گا۔

میں نے اور ادا سے نے بلکہ گھبراہٹ چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے وہ دہا ہر دہا میں میری غفلت کہ۔ اب میری غفلت
فلت چکا آقا تھی اور بااقد میرے ہی میں تھا پاشری کہ میں نے کیا کیا..... سنا وہ کہی کہیت ہے کہ بچے کساہ
کا شہر آگاہ ہر دہا۔



سب سے پہلے — وہ دونوں بھریوں بابا توڑ کے کرب کو کہہ کر مزید ایک لفظ کہے بغیر واپس چلے گئے۔

وہی چاہی ہے۔ وہی کہنے کے جواز پر گئے ہوئے بابا کو اس سے پوچھا۔ بلکہ کب اس بات پر تھا کہ جب وہ آتی تھی تو بابا توڑ کھرا کر مٹھ کر دیکھ لے اس نے میرے دھوکے کو نظر نہ کر کے گاؤں کے سسٹن کو تھا۔

وہ بات کہ ہے۔ اس نے لپڑا پر اس سے جواب دیا اور پھر کچھ سنا پہنے کی دولت دیکھ لگا۔ میں نہ مٹھ کر ہوا۔ اس نے کچھ باتیں پوچھ کر دیکھ لگی۔

آپ کا بیٹے میں بل جانا ضرور ہے۔ چنانچہ میں وہاں سبزیوں لگانے کا ارادہ کر رہا تھا۔

”چاہا ہی، میں اپنے کچے میں سبزیوں کا طشت کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے بات پھر دہرائی

”کاکا کا تیرا بیٹا ہے جو مٹھ چاہے کا طشت کرے۔“

”یہ بھی اس کے سٹے والوں بل جانا ضرور ہے۔“

”وہ میں چاہتا ہوں گا۔ یہ تمہارا کام ہے۔ اس کو ختم کر کے وہاں لگ جائیں گے۔ اس میں کوئی بات ہے۔“ بابا توڑ نے جواب دیا۔

اور کھیت کا کام ختم کرنے کے بعد بابا توڑ کا کام وہاں اپنے کچے میں بل جانا تھا۔

انھوں نے وہی بل لگایا۔ جب بل لگانے کے بعد بابا توڑ میرے پاس آئے اور میرے منگتے اور سارے اڑھائی سو روپے میں فروخت کر دیئے۔ اتنے ڈھیر سارے کٹے میں شاید نہ تو کچھ لگایا ہو۔ میں نے اس بات کو مٹھ لیا۔ میں نے بابا توڑ کو کچھ روپے دینے کا ہے۔

”میں کھیت کی آپ کے اس کھانسی۔“ بابا توڑ نے کہا۔ میں نے کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔

”وہ سٹے لگانے کا کام اس کے ختم کر دینا۔“ میں نے کہا۔ میں نے کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔

اور میں خرچہ سارے لگایا اور وہ کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔

گرفتہ کی دولت سے میرے ذہن میں ایک خاص بات کی کہ کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔

کوئی اور کام تو ہے نہیں۔ میں اس کا کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔

”کاکا کا ایک بات ہے۔“

”کہا چاہا۔“

”میرے چاہیے۔“ وہ دونوں نے کہا۔ میں نے کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔

”میں نے کچھ لگایا۔“ میں نے کہا۔ میں نے کچھ لگایا۔ میں نے کچھ لگایا۔

”چاہا ہی، میں اپنے کچے میں سبزیوں کا طشت کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے بات پھر دہرائی

”کاکا کا تیرا بیٹا ہے جو مٹھ چاہے کا طشت کرے۔“

”یہ بھی اس کے سٹے والوں بل جانا ضرور ہے۔“

”وہ میں چاہتا ہوں گا۔ یہ تمہارا کام ہے۔ اس کو ختم کر کے وہاں لگ جائیں گے۔ اس میں کوئی بات ہے۔“ بابا توڑ نے جواب دیا۔



یہی طرٹ متوجہ کر لیا۔ اب اگر ہم صبر و صبر پائے تو یہ رشتہ بھی بات سے ہاسکتا تھا۔
 ”میں نے کئے کی بات نہیں۔ یہ سب بار سوزا اپنی اپنی توفیق میں ہو سکتا ہے تو اس حد تک ہے جو میرے اندر قیاس کے درمیان چلا آ رہی ہے۔ لیکن نتیجہ تھا۔ آغا صاحب سے ملنا ہے۔ آغا صاحب کی ہولناکی ہے۔“

”میں بات کہہ رہا ہوں۔ ہمارے لئے ہمارے کو اس حد تک کی کجلیت دینے بھری ہوا۔
 اور یہ کہ گویا۔ لائے کہ خدا کو کہیں ہی میں توفیق نہیں ہوں۔ وہ تو اپنی اس لئے کوئی کجلیت دینے دے وہاں سے چاہتی ہے۔ میرے اس سے کہیں بات نہیں کہ تو کیا ہوا۔ لیکن خدا کو اس لئے صاف بتا کر کہ تو اب میرے ہی گناہی ہے وہ نہ
 میرے ہاتھ کی۔“

”پھر یہ چاہا جس سے میری آواز میں ہو۔“

”پھر نہیں کیا بتاؤں۔ میں بھی تو اپنی ہی کجلیت چاہتا تھا جو میرے لئے چاہے میری ہو کہ ہے۔ وہ نہ تو اس میں تو میری کج
 کمال توفیق ہے۔ جو میری کے گناہی کا خدا کو اس لئے کہ تو میرے ہاتھ سے میری توفیق۔ میرے وہ توفیق میرے ایک دم کیسے آئی ہو۔
 میری نہیں توفیق اس کے آنے کا میرے کہ تو میری توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہوئی ہے کہ اس میں میری توفیق میرے توفیق میرے توفیق
 میرے کہ تو میرے میں توفیق ہے۔“

”تو کیا یہ میری توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔
 میرے توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔
 تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔
 تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔“

”تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔
 تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔
 تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔“

”تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔
 تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔“

”تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔
 تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔“

”تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔
 تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔ تو میرے میں توفیق ہے۔“



[illegible]

”آپ جنگ کے بارے میں جانتا ہی نہیں؟“

”ہاں بیٹے۔۔۔ میں نے ہلکی ٹھیک بتا دیتا ہے، ہمارے کسی سے لڑائی تھی نہ دشمنی اگر ہمارا کوئی باؤڑ کسی دوسرے کے کینڑوں میں پناہ مانا تو ہم ساقی مانگ جیتے، کسی دوسرے کا سر لٹکی ہمارے کچھت میں لگس آتا تو ہم سامنے کر دیتے۔ کوئی نہ تدارک نہ تاؤم نہ لیٹر کر پٹا بیٹے، ہم اپنی اور اپنے بھوکوں کی ہی نہیں، سب کے مال و مہیال کی خیر پڑا جھٹکتے۔ کسی دوسرے کو قتل اور غارتوال دیکھ کر اس حد کی آگ میں نہیں جلتے تھے، ہم نے لڑائی جھگڑے اور دشمنی کی ساری باتیں بدکردی تھیں۔ لیکن یہ لڑائی؟۔۔۔ تو جیڑے کیسے باہر سے آئے۔ کیسے اویسے سے نازل ہوئی، پتہ نہیں اس کے کیا اسباب تھے، کئی چہا تھا، کوئی جھوٹا کوئی حق پر تھا، کوئی گھوڑا۔۔۔ ہم غریب لوگوں کو کیا مسلم ہیں جس تو آفتابہ ہے بیٹے۔ ایک دلی دھماکے کی آواز سنائی دی اور سارے غنچے داؤد ڈھکیٹا اور چربا بھول گئے۔ مضافا میں انگڑوں کی خوشبو کی بگڑا دھوکے بڑھیں گئے۔ اس سے پہلے کسی ہوائی جہاز گرتا تھا تو میرا بیٹا بیال کر کہیں پہلے یا چھت پر چڑھ جاتا اور کڑتے ہوئے ہوائی جہاز کو دیکھ کر قوت و حوصلہ کی آواز سے کہتا کہ یہ جیڑے کو روک دھوکے ہوائی جہازوں نے اٹکے ہیں، وہ ہم کی اور ہوائی جہاز کی آواز سن کر جو کئے تھے، جنگ کر سب سے پہلے ہی غنچوں میں لگس جاتا اور ہم نے بڑے بڑے دھوکوں کی روایت پر گھروں کے قریب کھڑی تھیں۔

”منا ہے آپ کے میاں نے جلالت ہمارے سے لڑتے ہوئے ہائی دہشت“

”میں بھی نہیں جانتا۔۔۔ خدا اگر پتا ہو دے“

آپ کے میاں کے بارے میں یہ بھی دیکھیں تو



ایچا ایچا۔۔۔ میں بیٹا ایچا آدمی تھا۔ عشق اور جاندار، اپنے کام سے کام لیتا تھا۔ بیٹے سے اسے بہت محبت تھی کہ کاج سے دشتا سب سے پہلے اس کو پرچتا، ہم کو ہم کسی کے کال سرخ کو بتاتا، کہتا تھا، اے بیٹا اگر کے ساری شکوے آتے تو اپنا چہرہ وہ اپنے چہرہ کا کھن، پاتا تھا، ہمارے بڑا آدمی بنا، پاتا تھا، ہمارے باغی سال کا ہمارا ہم نے اسے بڑے دھوکوں کے سکول میں داخل کر دیا۔ شروع مطلق میں وہ نور سے کہہ رہا تھا کہ سکول ڈاکے ہانا تھا چہرہ ہم غریبوں کے ساتھ خود آئے جانے لگا، اگر اسے اس کی بڑی فکر تھی، خدا اور جو حال ترسے ہیں ہو جاتا، بھوکوں سے بھی محبت کرتے ہیں، بیٹی گریز دیا، قریب اپنے بیٹے کا مطلق تھا۔ وہ تھا جو بڑا خوبصورت، جبرتا جانا سا، گڑھی بھریں بڑے دھوکوں کے پاس لیا، وہ بھی نہیں دیکھتے ہیں، ہم بڑے تھے، بیٹی کو ہم اس کی حفاظت نہ کر سکے۔ اُسے تو ہمارے گھر میں پیدا ہونا چاہیے تھا، وہ تو شکل و صورت سے بھی گھریں دیا، کھلنے لگتا تھا، آغا کیا ہی اچھا ہوتا، وہ کسی دوسرے تو ہم عجیبے یا لگس میں پیدا ہو جاتا

”میں آپ کے میاں کی شہادت کے بارے میں یہ بھی دیکھتا ہوں“

ہاں بیٹے، وہ شہید ہو گئے، جیسے ہی کچھ۔ جب لڑائی ختم ہو گئی اور آہ میوں کی کھل گئی تو اسے بھی پکڑ کر لے گئے۔ گوریلوں نے جلا آغا۔ بدعت نہیں اور لڑائی جھگڑے سے تو بہت محبت ہی دھشت ہوئی تھی۔

انگریزوں نے کھاد سے نہ جانتے، ہمارے کاموں کو دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ مارنے کے شکار نے ہی گھر لیا

”میں نے ہی کھانا بھی دیا۔۔۔ جنگ ہی لکھتے ہیں گئے“

”آپ نے اتنا دھوکا دیا ہے، آپ کچھ اس کے بارے میں تحقیق سے بتائیں“

میں کی جانتا کتنی بڑی جیڑے کی اور لگتی ہے۔ میں تو اسے اس حیثیت سے بتاتا تھا کہ اس نے کچھ بڑا لگ کر

کوپی

فریاد و غور و گداز



عالمگیری سارنگستان

پیار کا کیا پتہ چلے گا؟ کب ہو؟ کس سے اور کیا ہو؟ یہ تو نشہ ہے کہ چہ چہ تو بول گئے ہو گیا ہو گیا۔
 بچہ صاحب ہاشمہ ارشد و مصلحت نہائی یہ تو کیسی کھیل ہے۔ گھر میں کس چیز کی کمی تھی؟ ہر شے حاضر اس دافتر کا موصوفی
 جان کا رنگ ہو گیا۔ ایک شا اور دو چیلان پان پوس کر بٹا کر بیٹھی تھیں۔ بچے اپنی مانی جو زندہ دار اور کچھ دار تھے۔ اُن کا
 سب سے پھوٹا بیٹا زلمہ ہوتا تو وہ بھی اس تک آٹھ نویرس کا ہوتا۔ چھوٹی بیٹی چچی کے لڑا پیار ایک عرصے تک چلتے
 رہے، لیکن وہ بھی کسی سیانی ہیر چکی تھی۔ بیٹم کے میاں خان صاحب ادھر توڑی آجانی موصوفی زندگی بسر کر رہے تھے۔
 اس طرحی ذوق اُن کے پاس پاگل کے رکھنے والے جذبات تھے اور نہ ہی بڑھاپے کی دایہ سیالی اور ہتھکڑا دے۔
 چار مہینوں کی عرصت ہر گز نہ ٹھیک اور عادی تھا۔

بیٹم صاحب کو گھر کا کام اب کام نہ لگتا تھا۔ یوں ہی خان صاحب اپنے جیسے پرغاؤں تھے۔ اور یوں اپنے چار مہینوں
 اور چار مہینوں کی کمی تھی، ہر کام کے لئے اُتر باہرے حاضر و حاضرا ہر شے بجا ہوا یا ہیئت رہتی، ہر شے مکی تھی، لیکن اب
 کتابوں میں کیا رکھا تھا۔ وہ اگر کب کوئی شے "چراغ کی گئی" دیکھنے کا مزاجا تار تھا۔
 ایک دفعہ انہوں نے اچانک جانے کہیں خیال کے تحت "لوگوں کو جمع کیا۔ اور اچھا خاصا کچھ دیتے ہوئے کہا:
 "جاہلو تمہاری آئندہ زندگی میں جاہل ہی رہی گی تم ذکر ہو۔ ہمارے بچے میں برکت ہی مانجھیں گے اور
 ہنسیا چائیں گے۔" لوگوں نے جواب دیا۔

"جنتاب ہمارے قسمت میں یہی نکلتا ہے۔ کیا کریں؟ گھر بڑے اور گھر بڑے ہوں۔ ڈھونڈیں تو بھوکے دروازیں؟
 بیٹم صاحب کو اُن کے اس اتفاق جواب پر نہایت غصہ آیا۔ گویا انہیں شکست ہو گئی ہو۔
 "بیہوشی بھائی جیو۔۔۔ ہمارے بچے جانتے جا۔"

"بھلا کوئی بچہ زندگی کا راستہ ناک سمجھا ہے۔ جب کہ لوگ اُس پر چلنا تو انہی غفلت کی غفلت کی غفلت کے مصداق
 سمجھے ہیں۔۔۔ بیٹم بڑبڑاتے جاتی تھیں کہ خان صاحب آئے۔ یہی کوئی خان چان پر چلا تو پھٹ پڑی، اپنی
 ذات کے اظہار کا خیال تھا یا اصلاح قوم کا جذبہ کہ انہوں نے ایک اسکول کھولنے کی اسکیم میاں کے ساتھ
 پیش کی۔ خان صاحب بڑی کا دل پہلائے رکھنا چاہتے تھے۔ بولے: "بھلا تو میں شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ میں غریب ہوں،
 شہر کا گھر، ایک ایسا کام ہے جو کہیں بھی ختم ہونے کا کام نہیں لے گا نہ شیطانی کا مشغلہ، تو اب کا تو اب؟
 بیٹم تو پچھلے ہی تہیہ لگاتے بیٹھ تھیں، غریب والدین کو امداد کرنے میں بھی وہ نہ لگی۔ بچنے کے اندر گھر کے
 پچھلے آئینگی میں اور میں دوسری بچے خیر و اعلیٰ کر کے کی غرض سے جیسے تھے۔

برائے نام کی سیر میوں پر پتہ چلے جاتے اور بیٹم صاحب سے کسی ڈالے آنکھوں پر چھٹک چڑھاتے لڑھی استانیوں
 کی طرح انہیں چڑی پکڑے بہت روٹا کر کریں۔ بچے غصے کی جگہ کیا فرض استعمال کرتے اور غصوں کے بجائے شہادت کی
 آنکھیاں۔ مکان کی گلی سے شروع ہوتا تو بچے زمین پر پڑے۔ لیکن لگتے جیسے کڑے۔ قاعدے اور دوسری ضروریات کی
 چیزیں بیٹم صاحب سے خاص اپنی جگہ سے ہر جگہ پر پائی تھیں۔ ہائی کے لئے گورے تھے رکھوا دیتے تھے۔ کھانے کی جگہ زمین کا

کھنڈر دکھایا گیا۔ پھر پتے دلت ہے دقت کو کہتے تو بیگم صاحبہ کا پارہ چڑھ جاتا اور دل صرست اور طغیانت سے بھری ہوجاتا ہے۔ وہ عورت ہی کام کو نہ لے دینا میں انشرف لاتی ہیں۔

ان ڈھیر ماسے پھولوں میں بعض کندڑ ہوتے تھے یا اپنے ٹوکے اعلیٰ کی رو سے پڑھائی میں دلچسپی نہ لیتے تھے۔ بعض اوسط دینا کا ذہن رکھتے تھے بیگم صاحبہ کی کے ساتھ قصصی ذہن تھی تھیں۔ نگین اور پیار سے پڑھائیں۔ انعام اور شہنائی کا لڑائی لڑائی تھیں، لیکن میں سادہ بڑوں کے سہانے کی کوئی اپنی طرف میں لکھی لیا تھا جیسے وہ ان کا اپنا پڑ ہو۔ چہرہ سا زمین، سا نوا امت مند باریوں پر کیا دیکھیں تھا کہ بیگم صاحبہ کی انگریز اور انگریز پر بھی رہتیں۔

"قریب سے قسمت کے کچھ صورتوں کو میں میں دیکھتی ہے۔ وہ گھر والوں کے سامنے اس کا ذکر کرتے ہیں کہ کبھی پیار کی ہنک کا انحصار کچھ فرق نہیں۔ بعض لوگ بڑھاپہ تک اس دور کو نہیں کہہ سکتے اور کچھ نہیں ہی اس کا شعور رکھتے ہیں۔ ہماروں اگرچہ جتنا سنا تھا، مگر محبت ہماری نگین کی پہچانتا تھا۔ پھر بڑے گھر کی آسودگی، بیگم صاحبہ کے ساتھ ایسا دھنوس پر گیا کہ وہی ہر گھر کا شہ زکرت۔ وہ پیار و زکرت کے ہی نہیں یا سوجا، لڑائی، انشکار لے جاتا۔ لیکن دوسری جگہ گیت پر نہ تھے یا انھوں کی دستک ہوتی۔ "اے جان دہم کھولے۔" اٹھیا ہوں؟

ماتا بیگم کے سامنے حواسوں کو چکا ہوا تھا اور وہ گیت کھولنے کے لئے ہلکی جلی تھیں۔ چھوٹے سے سینے کے لئے کاٹھا کر دیان، پشت کی طرف ڈھکا ہوا، آگے سے داسی اٹھا ہوا۔ نگین شکر سا ہمارا گیت کہنے کا انتظار کر رہا تھا۔ بیگم کو دیکھتے ہی فوراً ملتے پر ہاتھ رکھ دیتا۔

"بھلا ام اٹھ جاتی۔" بیگم صاحبہ جھوٹ مٹھ جھٹکتی۔

"ارے۔" فرائی جی۔ اور تو جانگاہ کیوں نہیں پختارے۔ شکر شکر وہ جھٹتے ہوئے اس کا ہاتھ کھینچتے اٹھتے جاتیں۔

جب بیگم صاحبہ ملاوچہ کام ایک کر دی ہوتیں۔ ہاویوں کچھ پر چپ چاپ منہ رچتا۔ پھر کلام ایک کے اوراق کو اٹھ سے چھوٹے کی کشش کو تو بیگم صاحبہ بڑے سے ہاتھ جھک دیتیں۔ "دھم سے ہاتھ چلی جیتے۔" پھر وہ گھومے ہاتھ دھولنے کے لئے ڈولوں کو جگتا پھرے۔

"ہی! اٹھنا۔" آپا کھا گئی وہ پر گیا۔ اور پھر سے ۱۱۔

بھائی جان کے جنگ کے قریب جا کر وہ ہاتھ کا مناد اپنا گا۔ چھوٹی خند کے لئے میں کوئی اور کھلی آنکھ سے دیکھتا تو ہاوی جھٹ سے بھلام "وہ آٹا دیا۔ اپنی پیاری بالوں سے اس کے گھر کے کام اور کس سے ہوتے تھے۔ محنت آپا لے جو انگریز ہی ادب کی طاہر تھیں اس لئے بیگم صاحبہ سے بڑے بڑے دیکھو۔ اب سارا گھر اسے کیونکر بہت۔

بہنوں کے گھر میں اس حق کھلی جاتے سے بیگم صاحبہ کو بڑی گنا جیسے ان کا پھرنا ویک نعان داپہں آگیا ہوں میں کہنے تنہائی میں چھ کر وہ کہہ ہاوی کرتی تھیں۔

بچوں کا سکول جیسا تھا جیسا تھا بیگم صاحبہ معروف رہیں۔ ان کی مصروفیات میں ہاویوں کا اتنا حصہ تھا انہیں معلوم تھا۔ وہ ایک محبوب زندگی تھی کہ سب خوشی خوشی نکالتے۔ جنت آپا کیونکر رہنے سے انھیں تو کس خیالی ہاتھ میں آئیں۔ بھائی جان ہاتھ سے کھڑا نہ لکھتے تو کا غول اورد بیٹیوں سے پھر کہیں، ہاویاں جاتے کی کیا بنا کر دیتے رہتے۔ اور اپنی نگین اپنی سلائی، رنگائی، دھلائی کے سامنے ارمان ہاویوں پر رہتے کہیں۔ گھر بھر کے کپڑوں میں سے کچھ بڑے ٹکٹے خوب کام آ رہے تھے۔ وہ مختلف رنگوں کے ٹکڑوں کو ملا کر لباس کے نئے نئے فریاضی ایجاد کرتی۔ ہاویوں کے شہانہ ہاتھ پر ایسے بچتے کسب دارو چتے۔

بچے سنے ہاویوں کو کپڑے سے لڑائی، کپڑے کی آسب لوگ ہاویوں کو بھر بھول گئے۔ کپڑے پانا اور مختصر نام تو جہیز کو کپڑے کو کس پہنہ تھا۔ وہ جسے فریاضے ڈولوں کو جگتا، "میں کو کپڑے ہوں۔ پیار کا تیر چلنے والی ہے؟" یہ بات اسے محنت آپا نے اچھی دین دیا ہی تھی۔

غریب بیٹی کے لوگ کو کپڑے کو نہ کھڑے کا لڑا دیکھ کر جھٹتے تھے، بیگم کو طرح طرح سے اور دم ستانے لگے۔



انہوں نے لکھی کہ اس سکتے کو نیا کر کہا کہ اگر وہ پسند کرے تو بیچ مستقل اُن ہی کے گھر میں رہے۔ وہ اُسے اپنے بھائی کی طرف ڈالیں پر سیں لگی اور پٹھا کھانکھار کر گردا دیں لگی۔ سکتے کو اور کیا چاہتے تھا۔ آگ خدا مانتی کہ جا بر ہونے کی بجائے کھلٹ کیا۔ اُسے قتل بھی کر بیچ پیش آنکھوں کے سامنے رہے گا۔ اور اس کی زندگی بھی ہی جاسکتی گی۔

کبھی کبھی جانے کیوں چھوٹے چھوٹے لٹے بٹاکر کو کچی کے منہ میں ڈالنے کے لئے سکتے کا بھی ترپ اٹھتا۔ اس کے ارد بھی چار چھ پتے تھے، ایک لکڑی آخروں، دوسری لذ اُن سے بننے کے لئے آکا تو وہ اُسے خورن طواریں کر دال دیتی کھلتی۔ وہ مزے مزے سے کھلتے جاتے، شام کو داپس جانا تو کپڑے پچھلے اور پیٹ میں زیادہ کھانے کی وجہ سے اینٹیں ہوتی۔ بھائی جان ڈانڈتے، مگر یہ طوائف صاحبہ کو کہہ دیتے۔ اس روز کی کب کب سے تنگ آکر بیگم صاحبہ نے بیگم صاحبہ کہا کہ سکتے اپنے تمام بچوں کو مٹانے کے لئے آیا کرے۔ جن دن سکتے بچوں سمیت آتی تو ہر گھوٹے میں چار پانچ ٹول دی جاتی ہیں اور مال بجات کی دعوت ہوتی۔ یہیں بھائی جانے لگتے تو کوئی خندہ دیویر کے لئے چپ سا ہر جاتا، سکتے حریف بھی لڑائی نہال کر چل دیتے۔ بیگم صاحبہ سے یہ نظریں رسدداشت نہ ہوتی تھیں۔ ایک دن اُن سے رہا گیا تو انہوں نے سکتے کو سمجھاتے ہوئے کہا:

”دیکھو بی اگر تو اپنے بچے کی بہتری چاہتی ہے تو خورن ہی جذبات کی قربانی دینی پڑے گی۔“
”اچھا بیگم صاحبہ۔“

سکتے بھلا ہر سکا کی بہتری رخصت ہوتی، مگر اس کی ڈنڈائی ہوتی آنکھوں کے خیال میں۔ بیگم صاحبہ کا ہی بیٹا غوطہ کھا رہا۔

رفتہ رفتہ کوئی کو اپنے گھروالے اور اہول بھرتے لگے۔ اب وہ قداسی بھی لگنے کی برداشت نہ کر رہا تھا۔ سراج کے طلائ کوئی بات نہ ہوتی، امداد نہ لگے۔ اسکول کے دوسرے بچوں سے اپنے آپ کو الگ اور ایش بھتا۔ کیوٹو سی کے پاس رنگ برنگی بنی شریں سکتے سے سوٹ اور بڑے، سوشل اور ٹو بھرت، تو یہاں نہیں۔ اسکول کے مساجد میں وہ اچھا خاصا جگہ کا کار تاجت ہو رہا تھا۔ بات میں چھری بچنے، ایسے دوسرے بھانجے بھائی بھائی کر لگے، ادا ادا کی لکڑی نئی شکا نہیں بھی کرتا۔ بچے اس سے بچتے تھے۔ بعض ہی دارمق پاکر چھوٹے سے کوئی کی اچھی طرح مروت کر چھڑتے۔ وہ روز چھٹا بیگم صاحبہ کے پاس آگیا، وہ بچہ لکڑی ڈال کر لہا تیں اور دھب سے کہتیں۔

”بچے لاگوں کر بھڑا۔“ میں قوسب کا بھلا چاہتی ہوں۔ کڑی بچ ہی رہا ہے۔ خود چار رہتا ہے؟

ایک دن سے چنگ کر گیا: ”اپنا اپنا نصیب ہے بیگم صاحبہ! آپ نے اُسے گروے لیا ہے تو اپنے بچوں کی حالت اچھے اسکول میں بھراؤ نا۔“

مور دھ کی اتنی بات بیگم صاحبہ کے سینے کو چھیدتی چلی گئی اب غلبہ سے زیادہ انا کا سوال تھا۔ وہ اپنے پیار کو بچا نہ کہت، بھائی جانی تھی، اچھے اسکول میں داخلہ کے لئے تنگ وہ شروع ہوئی، بچاؤ کرکشنشوں اور مسازشوں سے انگریزی اسکول میں سیٹ مل گئی۔ اب کوئی بڑے خاصے سے بھائی جان کے ساتھ بنگلوں پر بیٹھ کر پڑھنے جاتا۔ سکتے اسکول میں کوئی نہ جاتا تھا کہ اس کا باپ پھر یہ والا قرار میں فروغ ہے اور اُن کی منی لوگوں کے گھروں میں برقی بجلی جاتی ہے اور اُن کے دوسرے صاحبے بھائی بھی نہایت غریب سے، کروڑہ اندوہ اور گنے ہیں۔ بات بے بات گالیں دیتے اور لاتے ہیں۔ کوئی تو مان سوتا صحت مند بچہ تھا اور پھر آنکھوں میں خوشنوی کی سی مصعوبیت اور شگفتہ۔ اور ایک دفعہ جب سکتا اپنے گھر آکر وہ مالی کی شاہد تھی۔ دیکھتی رنگت کہتی تھی، کھلتے پتے گھرانے کا شہرہ چارخ ہے۔ وہ اپنی طرح کے مطابق آ رہا، پس میں سیکو گیا۔ بڑا کر سوتا نہ ہوتا اُسے کھانے کا مزہ ہی نہ آتا۔ بڑوں کے دریاہیں نہایت فیز اور سلیف سے بچتا اٹھتا اور بات چیت کرتا۔ کچھ آتش کی اتاق میں تھی اور بھولی تھیں۔ وہ اُن کی بات مانتا بھی تھا اور نہ مانتا بھی۔

کوئی کچھ سمجھ رہا تھا تو اس صاحبہ نے اچھے علاقے میں نیا گھر بنوا دیا۔ بھائی جان نے وہاں اپنا کھینک کھول دیا۔ کچھ کارے بھی اس طرف پڑے تھا اور کوئی کا اسکول میں۔ اس کے علاوہ جب سے انہوں نے کوئی کرگور کیا تھا خورن طبقہ سرپردہ اُن کے خلوت رہتی تھا۔ خورن میں تو رہنا کہا کرتی تھیں۔ کیا لال جوشے لے چھوڑے ہیں۔“



چاندیس سالہ حضرت

خود میں ایک ایک کر کے، لوگوں نے اپنے بچوں کو بیگ صاحب کے اسکول سے اسٹاپ کیا۔ بچے گھروں میں آکر بھرتے، بیگ کا نہیں توڑتی۔

خوبصورت اور چالوں میں سمجھتا اور نفرت دونوں واقع جذبہ ہوتے ہیں۔ خود غلو اور دیکھنا کسی کے سرخوش کے باعث کوئی جذبہ نرا وہ دیر ندم نہیں دیتا۔

خان صاحب نے اس مسئلے سے اپنا ذریعہ اٹھا کر اپنا بھلا کیا۔ نئے گھر میں جانے سے سب کو فائدہ پہنچا۔ پر سکینہ کو بڑی دکھ تھا۔ جیسے زندگی کی کچھ سانسیں کم ہو گئی ہیں۔ خان صاحب کی کوٹھی کیا خالی ہوئی سکینہ کی گود خالی ہو گئی۔ اتنے بچوں کی ماں، سکینہ، اکڑی کے لئے کوٹھ پکڑ کر رہ گئی۔ روزی تھی اور دیکھ کر تھی، اُس کا میاں بھی ایک لالہ بچہ چپ سادے رہا۔ سکینہ کی اور اسی ختم نہ ہوئی تو تنگ آکر اس نے بیوی کو دو چار لگانیں اور کہا: ”بولا کار جاتا، تو کیا کر رہی۔“ بچے لوگ اُس کی زندگی جانا چاہتے ہیں اور تیری دستا موٹا رہی نہیں رہتی۔ چاہے جا کر لڑکے کو اور بڑے آپا بھائی کے لئے آنا تو سکینہ کو کون کون کرے چھٹی تو باقی والے کرے میں مہربی پر ہی روتے ہوئے اچھوٹا بھوکا بچہ دیکھ کر ہی کھانا کھاتے ہیں، اور تو کار میں اسکول جانا ہے؟“

بیگ صاحب کے ملک میں کہیں بھی تو تحصیل نہ تھی۔ یہ نہیں آتے جاتے کہ بیسیانا ہو گیا۔ سکینہ کو اُسے واپس لانے کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔

بارہوی سال میں قدم رکھ کر کے زندگی بھر نے لگتے ہیں۔ کبھی جوانی کا احساس ہوتا ہے، کبھی بچپن کا۔ میں مانی کہنے کو ہی بے قرار رہتا ہے۔ گھر سے باہر کی دنیا میں تحقیق و دریاخت کے لئے طبیعت چاہتی ہے۔ اور وجود کے اندر جو نکاوے والی دنیا میں جہنم لیتی ہیں۔ بچے جاتے ہیں کہ لوگ ان کے لئے دھوکہ دہلی تسلیم کر لیں۔ اپنی ذات آزما نے اور مرنے کے مواقع کچھ گھر سے باہر ہی میسر آتے ہیں۔ کوئی اس کو روک رہا تو اسے قید و بند سے آزاد ہونے کے لئے مواقع تھے۔ سکینہ کے گھر میں ہر قسم کی نازیبا بات کی جا سکتی تھی، اچانک چاہے اس طرح چاہے اُسے بچھا، اُسے جانے، اگلی دے یا برائی کرے، کوئی نہ دیکھتا تھا۔ بچوں کے دماغ کے لئے اس وقت سے ہی ہر وقت گھر میں اُس کے پڑاگ تھے ہیں اور بچہ کی تلبیاں کو دہر پڑ گئی ہیں۔ وہ وہیں توڑنا چاہے تو کسی وقت بھی توڑ سکتا ہے۔ یہاں ہر وقت گھر میں مینے والی بھی نہ تھی۔

”گھر کو، بیڑی بڑا، بچہ بچہ کھاتا ہے گا۔“ اتنی بے گندے لوگوں کے ساتھ کھیتا ہے۔ اتنی اس نے بیڑی بیل پالش کاغذوں پر لپک کر پھینک دیا ہے۔ وغیرہ۔ نہ ہی صفت آپا تھی کہ ساتھ چلتے ہوئے کہیں۔

”قیر سے چلو۔ راستہ دیکھ کر چلو۔ یہ کھڑا یہ چنگ ایک دن غلط تیرا ایک ہیڈنٹ گراؤں گے۔“

ماں کے گھر میں تو وہ چنگ ڈھانڈا ڈھانڈا، بانوں جو تڑا اور ٹوٹے کے دھیر سب اپنے پاؤں سے پال کر دیتا۔ اور اُسے کوئی تنگ نہ سکتا تھا۔ یہاں اُن کا کام نہ کرنے پر وہاں کھانا، گرنے یہاں نہ دانتے تھے۔ سکینہ کے گھر کی غذا کھلی اور آنا نہ تھی۔ آخر جہانیاں سکینہ کی یقین دہانی رہیں:

”میں اپنا خوں ہی اپنا ہوتا ہے۔ پڑھا کھا رہے ہیں تو اپنے فائدے کو۔ روٹی، پکڑے پر پڑھا کھا

فہم کیا کرتا؟“

سکینہ اُن بڑے اور غریب تھی جو پیشہ کو پیدا ہوتے ہیں، کشش داس، سمجھتی تھی، اس کے دوسرے دور کے نمونوں پر روٹی پر تکی پڑنے پر مہنام ہو گئے تھے۔ وہاں وہ کھانا نہیں کھاتے اور دس روپے ہزاران کو بھی لا کر دیتے۔ سکینہ اُن پر اعتماد کرتی تھی۔ اُن کے مسئلے میں کوئی تانوں میں ہلا، بگڑا ہوا چھوڑا تھا۔ کبھی ماں کے لئے کوئی خفہ و غم نہ تھی اس تو سکینہ کا دل خوش نہ ہوتا۔

آخر بیگ صاحب کے گھر میں کوئی چم بگس آیا تھا۔ چھوٹے موٹے کپڑے، اوکھڑی کی زیبا کش کی چیزیں، ہیں، پشلیں، آئینے، کوئی ڈاکٹر کی چیز لایا تھا۔ خروں خروں میں کئی کئی اعزاز نہ ہوا، لیکن جب تو اس سے چرواں ہونے لگیں تو



پانچویں سالہ عید

گھر کے بلانہیں سے پرچا گیا۔ ڈنڈا اور چٹا اور خواہ کھائے ٹھیک کی دھکیلاں دی گئیں۔ چڑیں گھر سے لے کر تھیلے کوڑا
اور دھکے لے کر گئے۔ کوئی پرکھنے کی جگہ نہ تھا۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ کوئی پر ازام لگا لگا دھکے کھانا کرتا۔
جگمگ منہ سے بات لے کھانا چاہا جس کو انہوں نے ٹھیک لگا دیا۔ گھر سے باہر اپنی توہیں کا احترام کوئے کا آگے میں
پارہ تھا۔ ہر کوئی کے لئے آتے دوسرے سے پہلے ہوا پڑا رکھتا تھا۔ اپنی جگہ پر چڑھ کر ٹھیک کی آج اسے جھلسا تو
سنگی تھی جگمگ جگم نہ سکتی تھی۔

کوئی اب گھر سے دل دی ہر غائب رہا۔ کوئی پرچھا تو بے کھاسا جواب دیتا یا ہوسرے لگتا اور جگمگ کا ہی آواز تھا۔
"اسے ہے اس عرصے کے پہلے ہی کرتے ہیں۔ ٹھیک ہر جانے گا۔"

دلت گزرا گیا۔ جگمگ صاحب بچوں کے بیاد شادابی کے جگمگ میں پڑ گئیں۔ اب کوئی کی طرف سے برس تھی اس نے بچہ لڑک
پاس کر لیا تھا اور جگمگ صاحب سوچ رہی تھیں کہ اسے کالے میں داخل کر دیں۔ غصہ آتا تھا اس کے بعد بچوں والی ہو گئی
تھیں۔ بھائی جان پند کی روکے کی خیل میں اب ایک سوار سے چلتے تھے۔ چلتے تھے کسی کو پسند کر کے نیکو بھی دے دیا تھا
سنگی ہو چکی تھی۔ یہاں تو اذان نعلوں پر تھیں۔ آگاہا، مہاں، لے والے۔ پچھتی ہر وقت معلوم رہتی۔
وہ اب کوئی کے ساتھ کہے کہ بحث کرتی اور کوئی اپنے آپ کو تنہا تھا عرصے کرتا۔

پچھتی کے پاس شمس آتے ہوئے تھے۔ وہ گہرائی کوئی گھر کے کھان میں لگی ہوئی تھی۔ اپنے بچوں کے قہقہہ
کے کھانے تیار کر کے بھانے لگاتے۔ آفریں خود اپنے سونے لگی تو سنگی کی انگلیوں سے غصہ تھا۔
اتنے اراہی ہوسرے دن میں سنگی کی انگلی گم ہو جائے۔ لوگوں کے ہاتھوں کے طے اڑ گئے۔ وہی دلی باز پرس
ہوئی۔ پچھتی کی اس کے کان میں ہلکے پڑی تو وہ چلا گئیں۔

"کوئی ہے پچھتی۔ اس عرصے میں کوئی نہ پڑ جاتی ہے۔ پچھتی نے میں کیا جاتا ہے؟"
کوئی نے بڑی کی کوئی بچے ساتھ آتے بھانے گھر سے چلا گیا۔ اس کے اس طرف چلے جانے پر سب الزام پڑھا تھا
انہیں بڑی کی سے طرف کی بھی تھی اور ان پر غصہ بھی کرنا تھا۔

گھر کا ایک مسلسل اور بدامنی قسم کی خاموشی نے گہرا لیا۔ کوئی بھی ایک دوسرے سے کھل کر بات نہ کرنا تھا۔ بات
کے کھانے پر بھی مزید آگست گرد چوسکی کسی نے بھی خوشگوار سوچوں پر چڑھنے کی کوشش نہ کی۔ میز پر کوئی کی چو
خالی تھی۔ اس کی غیر موجودگی کا سب کو احساس تھا۔ وہ دیر تک اس کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ
دات کا ڈنڈہ آج گیا۔

نیند ابھی بھی پچھتی کی ہر کے گپاؤ نہ کا گیت دور سے گھڑکا۔ جگمگ صاحب وہ پڑ سنبھالیں، اللہ اللہ کرتی
انہیں۔

"پہرہ کوئی کے ہاتھوں کی دھنگ توڑ تھی۔ وہ تو آہستہ سے بھانا ہے۔"
جگمگ سوچنے اور قیاسے لگا رہی تھیں۔ گھر کے تمام افراد کو گھر کا جگمگ آتے تھے۔ جہاں دھنگ ہو گئیں۔
جگمگ نے ہر جگہ کو دیکھا۔ کوئی وہ گھر سے لے۔
پڑا نہیں۔"

جگمگ صاحب کا جگمگ سے رہ گیا۔ اس اطمینان کا کھانا دیا ان کی طرف چھٹا اندر داخل ہوا۔
"اے اے۔ کوئی مر گیا۔ اس نے خودکشی کر لی اے!"

پھر کیا تھا۔ ان کی آنکھیں گھر میں گہرا مچ گیا۔
کوئی کا خدشہ کہ سب لے، ان لیب کو اس نے خودکشی کی ہے۔ اس کی دھن دیکھ کر سب کو یقین تھا کہ
وہ مر گیا۔ لیکن یہ کوئی نہ جان سکا کہ وہ کیوں مر گیا۔ کیونکہ کا تیرا آواز کیوں چلا گیا؟



کونے کے

پیر و شہداء، جدیوں کے غضب سے بے خبریوں میں مبتلا رہی مگر بعد ازاں فریادیں ہوئی، یہی ہمارا حال تھا، اس سے بڑھ کر یہی
 اپنے دوستوں، ساتھیوں کی طرف سے بھی ہو گیا۔ اس کی طرف سے بھی یہی ہو گیا کہ اس سرسبز سے زمین پر جانوروں کے جھانپنے میں ایک
 حد تک سبکدوشی ہوئی تھی۔

خدا کا کہنا تھا کہ پہلے ایک بار دیکھ لو کہ تم کتنا اچھے ہو، یہاں تک کہ تم کوئی بھی نہیں دیکھتا۔ تم کوئی بھی نہیں دیکھتا۔
 پھر آتا۔ بعض لوگوں کو کھینچ لیا تھا، ایک جدیوں کی دکان پر آ کر کھینچ لیا تھا، ایک جدیوں کی دکان پر آ کر کھینچ لیا تھا،
 ان کے چوشی ڈالنے، حرکت پر پڑے ہوئے حالت، دیکھ کر کھینچ لیا گیا کہ یہ کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 تو وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 ان کو کھینچ لیا تھا، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا

مگر یہ نہیں، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 وہاں پر جاتا تھا۔ — پھر آتا تھا، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 وہاں پر جاتا تھا۔ — پھر آتا تھا، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 وہاں پر جاتا تھا۔ — پھر آتا تھا، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 وہاں پر جاتا تھا۔ — پھر آتا تھا، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا



یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا

یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا

یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا

یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا
 یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ دکان پر آ کر کھینچ لیا گیا

ہو بہن واپس آکر رہا۔ اے ابھی یہاں یہاں کھڑی تھیں، کچھ سی آئی چلتی سی اچھی سی، اس کے کہنا پر شریں ہو جی
جی کے گریوے کہتے تھے کہ انہیں دیکھنے کی ہمت نہ تھی کہ وہی کچھ دیکھیں۔

کچھ ہالوں پر تھے ابھی صاب ہو کر سی کھڑی ہیں ہے آپ کی کچھ کو بارش سے پہلے ان کی جھانکنا ساتھ لے گئیں، پھر سے کہہ گئی تھیں
لو آپ کو اطلاع دے دوں۔ دیکھو کہ ان کے آپ آپ سے ہے ہیں؟

”جیسے ہے“ اچھی سی ان کے کھڑی ہو کر سے کچھ دیکھ کر فرما دیا اب دیکھو اس کے ساتھ سب نے چھوڑ کر انہیں پروردگار
جیسے تھیں نہ کہ ہارو کہ وہ ایک سوز اور غمزدگی سے ابھی بدترین کی کچھ لکھ رہی ہیں۔

اس کے آپ لکھنا و کھتہ بڑی عالم ہے، اچھے لکھنا وہ ہندو کو روکا دیتی ہے :

دیکھو ۲۱



اگر اے آنا سن چرکے کہ راحہ ملیں۔
تو نے جیت لڑوئی کہ مہمان خانہ کا دیوارہ کھلے رہا
پر سے لکھ

کہ اس کی خواب گاہ میں اس کے خواب رکھ لیں
جو تیسری پہل کے نیچے بیٹے والے ۱ سوڑوں کو دریا سے دھو
رکتے ہیں کہ دریا کے ایک تھکے ہوئے جاتے
اے شہم کی خواہشیں تھریں مانتے کا عمر سے گزر جائے
تھرتے تھے اس کے بیان تھا لیا
کہ وہ میرے خواب میں کھڑے جائے
نہیں چھوڑیں

طہر تھری۔ نسرین اکبر لکھی



گٹھڑی

عقرا بخاری

یہ اس کے بچوں کی گٹھڑی تو دیکھا کہ اس سے آنکھیں چلنے لگ رہی ہیں۔

”اس سے اب گٹھڑی کا بچہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیا تھا۔ مگر اس کے ادا دوائے اطمینان نصیب نہیں ہوتا تھا۔ وہ گٹھڑی گھبراہٹ سے تھوڑے سا گڑبگڑتی تھی، اور وہ غصہ دیکھ کر آنکھیں دیکھ رہی تھی، اور اسے کام میں مصروف بار بار جھپٹا رہی تھی۔
 کبھی سوچتے سوچتے اس کا ہرہہ شہلے سے نکلتا تھا، کھول اٹھتا تو جلتے اور اس کا پیچا جتا، اور کبھی بلند آواز میں سوچے۔
 ”اسے یوں تو لگتا کہ اس کا حق لڑنا ہے کہ ہر گز نہیں پہنچتا تھا۔ اس نے کچھ طور پر اس کی چٹک کی گئی، اور اس جنگ کا احساس اسے پہنچے
 ڈال رہا تھا۔ کیا وہ اس کی جگہ کی گزری ہوئی ہے؟“ ہاں مگر دوسرے کے جب وہ اپنے لیے یہ حق تو کرتی تو اس کی آنکھوں سے
 بے اختیار آنسو ٹوٹنے لگتے۔

”ٹھیک تو ہے، لڑنے پر کہ وہ دیکھیں گے وہی کہیں گے“ ادا کی بات سے آنسو پھینچنے پونچھنے ہوئے گاں پانچواں اس کے چہرے
 پر آئی تھی۔ نئے پیرے کیل سے سزا تھا کہ ادا کی طرف دیکھا تو بھروسے سے نہیں کر لیا۔ ”اچھی بات کہہ کر آئی۔
 وہ اپنی پریشانی کو سوچ رہی تھی کہ یہ خبریں سن کر گئی۔ اس نے گری اور عجیب نظر والے بچوں کی طرف دیکھا۔ اور اسے
 عین اس ہوا جیسے یہ آواز سنی کہ من سے نہیں غور اس کے اندر سے نکلتی تھی۔ اس کا دل کڑکڑا گیا اور وہ منہ پر کر
 کھٹکتی تھی۔ حاکمیت کی خبر نہ دیا جائے مگر اس دنیا میں قورہ راضی و مسیحا ہو چکا تھا۔ وہ اس کا کھٹکتے کو کس کس سے
 چھپاتے گی۔ اس کا دل ربا پا کی لڑکھنڈ سے ملنے لگا کہ وہ یہ جود جب اس سے ٹپکتے میں اپنی صورت دیکھ کر وہ اسے اٹھا
 لیا کہ لگا کہ اس سے فوراً غفلت نہ لے کر اس کا کمر بند دھو ڈال۔

”تھا گیا بڑا ہے نیاز ہے۔“ اس نے کس صابر و شاکر انسان کی طرح آخر کار ٹھنڈا سا اشارہ بھر کر سوچا۔

اداکار کے دیر پہلے تو قیامت لگتی تھی۔ اور وہ اسے دیکھتے ہی کھیل لگتا تھا۔ فوٹا ہوا اندر آتا۔ اور اس نے وہ گٹھڑی
 میں لٹکی جا رہی تھی کہ وہی۔ خبر کچھ تو کچھ ہی کہہ سکتے۔ ادا نے اپنے اندر سرت مسووم کی گئی اور اس وقت فوٹا ہوا اسے
 دیکھ کر لڑنے کی طرف لپکتی تھی۔ گٹھڑی تو کھول کر دیکھنے لگا کہ وہی غور ہو رہی تھی اس کے اندر پیدا ہوئی تھی، مگر یہی اچھا ہوا
 کہ اس نے یہ اتفاق حرکت دیکھی اور توجہ سے خبردار رہے کام لے کر نہیں کھینکے تو فوٹا ہوا کے ساتھ کمرے کے اندر لپکتا۔
 فوٹا ہوا پر ٹوٹی ہوئی قرینہ مسکا ہٹ لے کر سما چڑا لنگھ چلا ہے چھوٹا تھا۔ جیسے اس وقت بڑی اچھا لگا۔ بڑا کچھ
 سمجھ کر خود فوٹا ہوا گھومتے اس وقت بہت دور تھا اس کی بوٹ نفرا دھاکا۔ اور اسے خیال آتا تھا کہ فوٹا ہوا اچھا ہے۔ بہت
 اچھا ہے سب چیزیں کو اس ایسا ہونا چاہیے۔ ایک بار تو اس کے پی پی آن لگتا کہ وہ اپنے اپنے جذبات کا اظہار کر دے
 مگر یہاں پہنچا اس نے غصے سے کام لیا اور فقط اظہار نیاز مند سے کام لیتا رہی، ”کیا کھاؤ گا؟“ اس سے پوچھا،

”خُشدا مٹکوں؟“

”نہیں، اس وقت خواہش نہیں۔“



پانچویں سالہ عورت

”ہائے“

”خانہ بگ کوئی ہائے پیے کا وقت ہے۔“ اچھا تھوڑی جوتیاں بنائی ہوں گے تو چلو۔“ ”نہیں بھئی اس وقت تو کچھ بھی کھانے کو نہیں چاہتا۔“ کھانا کھالو پھر آٹھ ماہ کے کھانے چاہئے کہ“ دراصل دال پکا رہی ہے اس لئے پوچھ نہیں رہی تھی۔
 خوشامبر مسکراتی رہی۔

”آج نامہ ہے نا۔“ اس نے خود ہی شرمندگی طے کر لیا۔

”اچھا بھئی میں تو نامے کا پتہ نہیں چلتا۔ ایک دہائی گوشت منگو کر فریک میں رکھ دیتے ہیں۔ دوسرے دن بھل یا مرلی پک جاتی ہے، میرے بچے تو دال کے نام سے جانتے ہیں۔ اپنے لئے کچھا کھار یا لٹکا کچھا مری دال بنوا لیتی ہوں۔“ دال بچوں کی کچھا وقت ہے۔ میرے بچوں کو کھانا دیکھو دال کے نام پر کیجئے ناک بھوں چڑھ سکتے ہیں۔ مگر مجھ کو سب سے دفریک خرید لوں مگر مکان میں آٹھ گھنٹے کاں ہے۔ چھ مکان کا بندوبست ہو جائے تو پھر خرید دوں۔“

”ہاں یہ تو ہے۔“ خوشامبر بڑی فراخ دل سے مسکرا رہی تھی اور اس کے ہلے ہوئے شہسہ پوتھوں پر اب اسے بندھی ہوئی گھنٹہ لگا کر گن رہا تھا۔ کچھ دیر بعد کھانے کی خوشی کن بے تکلفی میں خود بخود ایک تکلف سا نمودار ہو گیا تھا۔ اسے محسوس ہوا تھا جیسے اس کی خوشیوں کو کئی گھنٹہ چپکے سے گر چکا ہے اور اس کے آواز کو کھل ہوئی جا رہی ہے۔ ”اچھا یہ جلتی ہوئی۔“ خوشامبر نے ہانگ پیسے ٹانگ آٹاری تو وہ کہہ اور کچھ کھائی۔

”جسٹری تو آئی نہیں۔ کچھ کے پاس میں کہ بتایا نہیں کیسے ہیں۔“

”دو دن ٹھیک تھا کہ میں۔“

”نہیں لگا ساتھ آئی۔“

”کسی دن لاؤں گی اس وقت جلدی تھی۔ آج بڑے دو دن بند کچر کا پروگرام بناسے۔“

”مگر کچر میں تو ابھی بہت وقت بڑھاسے۔“

”ہاں اس سے کچھ کچھ شایگ بھی کرتی ہے۔ سس روکا آ رہی ہے۔ بچوں کے لئے گرم کپڑے وغیرہ خریدنے ہیں۔“

”تم جلدی ایک سال پہلے کے بچے کو تو وہ پاتہ نہیں رکھتے۔“

”یہ تو ہے۔“ اس کی آواز مطلق خشک ہو چلی تھی۔ خوشامبر چلی گئی۔ مگر نہ کیوں اہانک مرے کر رہ گئی تھی۔

یہ بات تو واضح تھی کہ وہ اب خوش نہ لگا مگر اب وہ کیوں اور کس وجہ سے خوش نہ لگی۔ اس نے اپنا بھرم دیکھنے کو

منہ پر جھوٹ لی ہے تھی۔ مگر میری وہ مطلق ذہنی تھی۔ وہ کھوئی کھوئی کسی کمرے میں چیزوں کو بے مطلب

ایک جگہ دوسری جگہ پر رکھتا ہوا تھا۔ بھرا پانک اسے باہر سے بالائی آواز آئی۔

”اے اسی گھنٹہ میں کیا ہے۔؟“

وہ گریہ کرنا تو خشک خواب سے بیدار ہو گئی۔ وہ تیز سے باہر آئی اور بالائی طرح جھپٹ کر گھنٹہ والے کے آگے

لوٹا۔ پھر وہ اسی تیز سے آگے لگا اور گھنٹہ کو بڑے شرم سے دیکھ کر دیا۔ اس کا ہاتھ بڑے بے گنجی سے دھڑک رہا تھا۔

آخر ہو گیا تھا کہ اس کے جوتے اس قدر آٹھ ڈال کیوں ہو رہے تھے وہ کم سمجھا اور پانک نے جوتے آئی۔ اور دال بھگت کے

کی۔ میں اس وقت ایک چٹھا آٹھ ڈال کیوں ہوا۔ اور میں سوئے کے بعد ہوا۔ دال بھگت تیار کی پھل دال کا جواب نہیں۔ میں خوشبو آرائی

کا آواز کو ٹوٹے ہوئے تھا۔ ”کچھ میں ایک دن میری والدہ کی گوشت کرتی دال منتر پڑھ کر بھوتی ہے کہ بچوں کی کھانے کی سلاہ ہو جائے

اور دال پکاتے ہیں تم یہ کہان کہ دوسرے کو حاصل نہ ہو گا۔ اس طرف سے خوش ہونے کا بجائے اس کا دل کہہ اور میں، چوکی

چپکے کے آخری دن تھے اور مطلق چھ دن سے دال پک رہی تھی۔ گھنٹہ کی ہمارا خوشبو ضرور بھونکے تاکوں تک پہنچاں چکی۔ مگر

اب کیا لگائی جا سکتا تھا۔



خالد احمد صاحب

پڑوس ایک باؤنڈا ملے۔ کہ ککڑی ہو گئی تھی اس لئے کھیا ہے یہ ہے پڑوس کی طرف دیکھا اور بولی "آج ہاتھ تھا۔"

پڑوس اس کی معذرت کر کے مناکر کہ بولی۔

"اگھ ڈیہر کہ آلا آلا آلا تھی جی گئی کی"

"ہاں آئے کہ شاہجہنگر جا گیا۔ سرور آ رہا ہے بھلا کے ہے کچھ گرم کپڑے وغیرہ خریدے ہے۔"

"ہاں ہیں سرور تو آ رہا ہے۔ ایک بادھی ہو گئی تو گرم کپڑوں کی ڈھنڈا پہن جانے لگے۔ پھر ہر دم بھی گھس روز بازار میں۔"

"مرد چٹو گھس نے بھلا کے کپڑے لٹا اور ان کے لئے فوٹا برک پیسے دے دیے ہیں۔ آئے ان چیزوں کی بڑی بچاوت ہے۔"

"جیس تو ہمارے کچھ سوکھا خرید چکے ہیں۔"

"ہاں ہیں ہر سال بوجھ ہو تو سب اب بچوں کو تنگا تو کھڑ نہیں کئے۔"

وہ دھڑکے اپنے غریبے میں کہ یہاں کپڑا دیکھ کر لٹکے گئے ہیں۔ گرمی آئے یا سرور آئے یہ فالتو خرچا تھا یا بچا ہوا ہے۔

بھلا شاہجہنگر ایک ٹیس کے برابر ہیں۔ "آئے بھلا کے ساتھ ہاتھ جو سوچیں کہ ان بڑی پٹائی ہے۔ جھیرگ میں انہیں لے دیا ہے۔"

وہ ان مکان میں جاتے تو کراہتے تو منہ دے۔ سوچتے ہوں وہ کہیں کھڑے کر کے چلے جائیں پھر آہستہ آہستہ رہے گا۔

مگر چلے تو گر لڑتا ہوا آئے گا۔ بس اس خیال میں ہوں کہ کہیں سے کھلا پیسہ آئے گا۔ آہستہ تو کام شروع کر دیا آہستہ سے سال نہیں تو اگلے سال تو آئے اور آئے مکان میں بچے جاتے گئے۔"

پڑوس ہوں ہاں کچھ بغیر مسکرا دی گریہ کا لانا سب پرانی اور کئی بار کی سسٹھ سالی تھی۔

پڑوس بولی گئی تو اس کی آنکھیں پھر چمک پڑی آئے تو اس کی آنکھیں کھٹکے اور باہر سے پر آواز میں۔ مگر بچہ

مکمل سے آئے شروع ہو گئے تھے۔ اس سے آنکھیں پھر کھلیں اور کھڑیوں میں وال نکلتے گئے۔

دست فروش پر جب سب بھلا کو بٹھا چکا تو اس کی نظر کی دیر تک بچوں کے چہروں کو ٹٹوٹا رہا۔

کھم کے چہرے پر کبھی کسی طرح کا بڑا غم سرور نہ تھا۔ گریا سب کچھ معمول کے میں ملے جاتی تھیں۔ حالات بڑے ہی بڑے کو

کہا تھا بھلا بھلا تھا۔ خوش ہوئے کی پہلے اسے ڈکھ ہوا، اگر اس وقت کوئی کچھ مزہ ہو رہا تھا تو اس کی کٹھوری فرس ہو

رہی دیتا تو اسے جتنا بڑھ خوش ہوتی کہ اکی بچوں میں بڑے بھلا کی تیرا لے۔ بچوں کو بڑی حالت کا مادی ہو جانا بچکا۔

اس کے فوج اور جذبات پر ایسی کہ کڑی چھا گئی۔



نوشاہ اور اس میں ایک سال کا فرق تھا وہ روز کی شادی بھی ساتھ ساتھ ہوئی۔ یہ قسمت کا باب تھا کہ نوشاہ کی شادی

ایک کھاتے پتے گھر سے ہوئی۔ اس کے دو بچے تھے اور وہ ایک مٹھن اور خوشال زندگی بسر کر رہے تھے۔

اس کے شوہر کی محنت، مستقل آمد اگر قدر کرنا تو وہ اندیشے سے کام لیا تھا تو وہاں ایک خوشحال گھرانے کی بیٹی اور

کتنی تھی۔ مگر جو ان کی شادی کے چار یا پانچ سال پہلے سے گزرنے کے بعد جو بچوں کا آٹا بھنجا تو سفید چٹکے والی گڑا کر

دیا گئی۔ اور اب تو ان کی حالت اس قدر بگڑ چکی تھی کہ کچھ بچے کے آخر میں کچھ دیکھ کر وہاں ضرور چلے جاتا۔ اور آج فوٹا پہنے تو

اسے گریا زلے ڈھونڈنے کی کیمڑ میں دھکیل دیا تھا۔

چلے پڑوس آئے جہاں کے بھلا کے ایک بار بھی پھر فوٹا برک کی ذہنیت پر غصہ آئے لگا تھا۔ آخر اس نے اسے سمجھا

دیا تھا۔ وہ اتنی بھی گڑا نہ تھا نہیں کو لگ اس کی چمک کر بے پردگی میں۔ اور اسے حرکتیں کر کے کہ اس کو اس کے معصی

بچوں کو دوسروں کے غصے پہنچے پڑے۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کی سوچیں آ رہی تھیں۔ اور اس نے دل میں حقیہ کر لیا تھا

کہ وہ اس بے لڑائی کو فوٹا برک فوٹا کر دے گا۔ مادیات چار سو روپوں کی تھی۔ اسی معمول رقم کے لئے وہ دوسروں

کی نظروں میں کیوں آجیٹ ہو۔ آخر رقم جتنا نہیں دیکھیں سے حاصل کی جا سکتی تھی۔ کیا وہ اتنی بھی نہیں کر سکتے۔ کہ شش

کی حاصل نہیں ہو سکتا اگر یہ رقم مل جائے تو سرور کی ککڑ سر سے اتر جائے۔ یہ چار سو کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔ وہ آج

مزدوروں سے بات کرنے لگی۔ ایک تودہ ایسے مست آدمی ہیں دوسرے لوگ ہاتھ پاؤں اڑتے ہیں کتے وراثت سے پیسہ کھاتے ہیں گراہیں تو قبیلہ ایک نام آتا ہے کہ وہ خاتم تک وہ زمین سرائے اور ہر ماہ وہاں کھا جاتی تھیں خواہ انہیں پیر و سرکر بے فکر ہو گئے۔ کہیں اودے ہادیچے پیدا کرنے کا بھی تو نہیں نہ ہوئی۔ لیکن اس پر خواہ کچھ ہو جائے انہیں تو چار سو کی دھنور تم کہیں نہ کہیں سے مزدور پیدا کر لے کر لے آئے گی۔ وہ اس وقت تک پیسے سے بچنے نہ دے گی۔ رقم کے لئے اسکا مات پر مزدور کرنے کی کہانے وہ اٹھا جائے گا سب لگائے گی۔ دو دو سو سو کے کپڑے اودھ جتے اس اتنا رقم میں مزدور میں پوری ہو جائیں گی۔ اس سولہ کے اسم کے لعل دل اور زچہ کو ہلکا ہلکا کر دیا وہ یوں اطمینان سے اٹھ بیٹھے ساری تکلیفیں حل ہو گئی ہوں۔

اس وقت کچھ دن گذر گئے تھے اور مزدور چھوٹی مزدوری اور حکایت کی بجائے قناعت اور صبر کی عیادت تھی۔ اور اس کا دل ایک اور بھر پلا گیا۔ کچھ کتے و لڑکے دودھ بدلتا تھا۔ اور چھوٹی کٹی و لڑکے اور چاروں سے بچنے میں نہ آتی تھی۔ وہ ہر وقت دودھ کے لئے پکان پرتی اور اس کی جان میں پشیمانی دنگ آکر وہ اُسے بے گناہ پکارتا تھا۔

اس وقت وہ روٹی کا سوکا ٹکڑا اس میں دے دے اُسے جو میٹھی تھی، یہ بچہ ایک دن دوسرے بہن بھائیوں کی طرح اپنی عروسیوں کی شکایت کرتا بھول جانے لگا۔ اس نے کئی کوگروں میں اٹھا کر اس کا منہ چا اور اپنے ہاتھ سے اس کے گھبرے ہاتھ کو سٹوا اور یوں اطمینان عیادت کیا جیسے اچھے دیں آ یا ہیں چلتے بول پیسے کے محض تصور میں بھی اس قدر رونے لگا کہ اس سے رقم مل جانے کی توقع سے اسے سر دھک دیا تھا۔ اب زندگی اتنی بیکار اور مشکل درپہ تھی۔

اُس دن اس کے سامنے کچھ پر تصویریں آجروں اور اندھیرا ہونے لگا انہیں ہستروں میں تھک کر رہا۔ اس دن وہ ہمہ تن خوشی کی منتظر تھی۔ اس کا شوہر بھول سے گھر سے دیر میں آیا۔ اُس کے کھانے باغریں چہرے کو دیکھ کر اس کی موت آگئی تھی۔

’ہاتھ لے ہارے دن کو مجھ کے پاس کیسے کام کرتے چورنگے۔‘ عجب میں بھول کر گئی انہیں اور ہر دن اتنا دور، وہ جلد سے گھر میں ٹھٹھا پالنے آئی ہاتھ لگا کر اور باس تبدیلی کرنے کے بعد اس کا شوہر غسل خانے میں گیا تو وہ جلد سے کھا کھال و لڑکے اس کا شوہر اس کے کھان میں سولہ سٹوری پر صحن مزدور تھا۔ گھر اس سے حیرت کا انہاں نہیں کیا۔ بلکہ سر جھکائے نوازے کھانے پر رہا۔ اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر وہ جب بہا ہوا تو یہ صحن و کھن خور بصورت اور بھر بھر تھا۔ رنگ کیسا دلکش تھا۔ گراپ تو جیسے کسی سے چہرے پر ڈھول بکیر لگا تھا۔ وہ پچھلے دنوں کے مقابلہ میں شہر بلینڈ سے شیر جانے کا وجہ سے چہرے پر کچھ بگڑا لائی تھی۔ سکا وہ محض چندا دن کے لئے شوہر سے جھگڑ کر اسے نرا ادا کرتی رہی تھی اور اتنے زور زور سے چیخاں کھاتی تھی کہ آواز مزدور مزدوروں سے سنی ہوگی۔ وہ بھی کچھ وقت باطل دیوانہ ہو جاتی تھی۔ اسے یوں تو نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اب اسے انچا اس حرکت پر ملال اور افسوس چور ہوا تھا۔ یوں لڑنے جھگڑنے سے کیا کھلے جاتے ہیں بیکس آسان چور ہاں ہیں۔ وہ بھگتیسی اٹھنے سے۔ اب وہ ایسا بھی نہیں کرے گی بلکہ ابھی مٹا جتے ہیں اپنے ڈکھوں کا حال دھونڈے گی۔

رات کو کچھ بندوگے جب وہ بچے تو اس سے آہستہ آہستہ گھٹکھا آغا دیکھی۔

’مرد آ آ رہے۔‘ بچے دوسری طرف سے بچنے کے لئے کچھ چھپا ہوا تھا۔ اب کے کچھ کہتے تھے ہاں سرکہ رقم مزدور دیکھو۔

’اساتے میں سب ٹھیک کروں گی۔‘

’تھا تو سوت۔‘ اس کا شوہر صحن سے کھلا۔ تھا وہ بھرنگوٹ نہیں پڑھا کتا بلیڈ سے شیو بنایا۔

’میں نہ ہوں۔‘



”کہوں“

ہو دے کام نہیں ہے گا۔ یہ رقم میرے کمر چھوڑ دوں گی آج تک کبھی کوئی فریاد نہیں کی۔ قسم کھاؤ کبھی دوسری طرفوں کا طرح نہ کیا اب دیکھنا ہے۔ یہ میری اس پہلی فریاد کو کوئی احترام کیے ہیں یا نہیں آپ کو میری بات کے منہ میرا مردہ دیکھیں جو میری بات نہ مانتا ہے۔ میں بھی چار سو روپے سے ڈاؤن۔ یہ رقم کوئی اتنی بڑی ہی چیز ہے کہ چپ ہو گئی ہے؟ اچھا کہ شوہر دم بخود چلا سوچ رہا تھا۔ تین چار سو پیدا کرنا گویا پانی سے ڈو دو ٹکا لٹاسے۔ یہاں تو کسی کا مردہ دیکھنے کا حوصلہ بھی نہیں ہے کیونکہ مردہ دیکھ کر مردے کو ٹھکانے میں لگا نا پڑتا ہے اور اس بڑی ناگاہ رقم خرچ ہوتا ہے۔ مگر اس نے خوف کو آج ہوا کیا ہے؟“

شوہر کا خاموشی سے اس کی آنکھیں چمک چڑھیں اب وہ مسک مسک کر رو رہا تھا۔

”اس زندگی میں کیا دار فرماؤنگا اور ہنر لے چپ سا دھل۔ میری قسمت خراب ہے۔“ آخر یہ معمولی رقم کیا آپ کے لئے بہت بڑا ہے کہ اس کے حصول کے خیال سے آپ خاموش ہو گیا۔ نہ چوں نہ پاں کچھ تو کہنے کیا ہمارے بیک باگ لگے گذرے ہیں کہ آپ انہیں لگے پیرتہ کہتا چلتے ہیں۔ میری بات سن رہے ہیں۔“

اس کا شوہر بھر گیا اس نے اندھیرے میں اسے نفروالہ سے ٹھوٹا۔ پھر لولا۔

”نہیں۔“ میں بھی اسی کو کہہ ڈالا۔ تم ہنسی کے کوشش کروں گا کہیں سے مل جائے۔“

”کوشش نہیں رہے کہیں۔“

”دھرو۔“

”ہاں ہاں دھرو، چند دنوں کے اندر رقم دلواتے گا دھرو۔“

”ابھی اتنی دھرو ہی کچھ۔“

اس کا دل بھی آٹھا نہ رہے ٹوٹ

”اے کیسا ڈھیس ڈھکا دھرو ہے پکا دھرو کہیں۔“

اس کے لیے کے اطمینان اور شکلی پر اس کے شوہر کا ہنسی آئی۔

”تو کیسے ایسا نہ باتیں کر رہے ہے۔ آخر تو کیا کھولے کیا بھراک دیا گاں میں۔ کیا دانہ پٹیا آیا۔ اچھو طرے جانو ہے۔“

اس کے فریب شوہر کے لئے یہ رقم ہرگز سہول نہیں ہے بھراک جلتے ہیں اس میں چنگم آتی کہیں کی۔ گریں سوچنے کے بارے میں جب اس نے مضبوط لپٹے میں کیا۔

”ہاں لپٹا دھرو وہ تو خوش ہواؤ۔ تو اس نے اپنے ذہن میں فرحت محسوس کی۔ پیسے رقم حاصل کرنا تو فی کوئی مشکل بات نہ تھی۔ اسے خود اپنے خیال پر یقین تھا اب اسے ساری شکل میں چوٹ لگے۔ بہت دن بعد شواہد گری نہیں گئی۔“

مگر وہ بہت جلد ہی ناخوش یا ریا۔ یہ شوہر کہ بھراک کو کھلایا۔ بھراک کے سرور یا تھک کر انہیں سہولت فرشتہ کیا۔

اس وقت اسے سارا گھر میں شغف تھا دھرو کا سکول اور دفتر میں محنت سے بھرا بھرا لگا رہا تھا۔

شوہر میں مایوس تھا اسے ابھی لگتا تو اس نے آہستہ سے بولھا۔

”آج انتظام ہو جائے گا۔“

اس کا شوہر مسکرا دیا۔

اب اتنی جلدی تو نہ آئی ایک ہفتہ کے اندر ضرور کوئی نہ کوئی انتظام کروں گا۔

”لیکھ ہے۔“

اس نے کسمپختی گندرج کی طرح کہا۔ ابھی مردہ کی کوئی گناہ نہ کروں میں کچھ کیڑے اور زہر مرنے کا موسم



تھا اور سوئے ہوئے کا موسم تو حقیقت میں ایسا ہی تھا۔ وہ بھڑکتا والا تھا۔ جیت دن پڑے تھے۔
 گھر میں ایک مکان میں مچھلا دینے لگا تھا۔ لڑائی مچھلا کے پکڑے ہوئے تھے۔ وہ دھبے اور ٹکڑے آواز میں بات
 کرتا اور گھڑی گھڑی سمجھنے کے لئے مچھلا دینے لگا تھا۔ یہ لڑائی نہیں بڑی خوش اسلوبی سے نہ لڑا اور بات کو دلوں میں ہی جوتی سوتی
 سے بیٹھ کر دیر گھنٹوں تک کرتے۔ گھنٹوں کے دوران وہ دن میں بھی آواز دیتی، گھر کی دھن۔
 دلوں کا کڑکنا، اور بات کو سننے ایک دوسرے سے نہیں کیا تھا۔

دلوں کا خوش اور اپنے اپنے طور پر مٹنے تھے۔ اس بات کا ایک نیا ہی تھا اور بات کے ساتھ سوئے ہوئے
 اولے گئے۔ اور کچھ ہوتے ہوئے تھوڑی دیر میں پیدا کر دینے والی سرور ہوئی اور لڑائی بھانے ہوئے تھے۔
 گیارہ سوئے ہوئے کو دیر میں پڑے۔ ایک آواز سوئے ہوئے کو آگیاں بھانے دیتی تھی۔ پڑے ہوئے کے
 سوئے ہوئے کی بہتر حالت میں تھے۔ مگر چھوٹے بچوں کے سوئے ہوئے کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کیونکہ وہ ایک کے بعد دوسرے
 بچے کی سوتی تھے۔ اس نے خاموشی سے ٹھک جیسے بندھی ہوئی گھڑی نکال۔ اسے کھولا۔ گھڑی رنگ پر گئے ہیں
 ایک ایک سال بچے ہوتے سوئے ہوئے اور گرم کڑیوں سے بھری سوتی تھی، ان دیر میں انہیں اٹک کر دیکھتے رہے۔ ان کا تہیج
 بھی اس آواز سے تھا۔ بچے کی گھڑی نکال کر کھینچے ہوئے تھے۔ اور چھائی نظر دلائے سوئے ہوئے کو رنگ رہے تھے۔ اچانک ان کا
 تھک جاتا تھا کہ شوہر کی طرف دیکھ۔

شوہر کی طرف دیکھ کر ایک سوتی تھا۔

”فریاد ہی تھی۔“ وہ جذبات سے خالی سرور آواز میں دیا۔

”اکھلے جیت۔“

چال دا قلمی ہاتھ سے سلوم ہوتے ہیں۔ اس کے شوہر نے اس میں ہائیڈرولک اور ایک سوئے ہوئے میں لے کر گئے دیکھا۔
 لڑا لڑا۔ ایک پہیلا میں لڑا۔

دولہ لڑا۔ یہ صریح دیکھ دے دیکھ گیا اچھا لڑا ہے۔

”مڈھی پڑے۔“ ایک اور گئی ہے کہا اس نے خاموشی سے سب کو بلایا اور سوئے ہوئے کو بچے۔ جب کچھ سکول اور
 شوہر دھڑک چکا تو وہ دیر میں دیکھ کر فریاد دے کر طعنے لگے سوئے ہوئے کی چیت کو کھنڈ رہی۔

وہ بندھا ہوئی گھڑی نکال تھی۔ اور اس کی حالت اور طاقت اغوشیں کا سیدھا ناخن ہو چکا تھا۔ یہ تو
 کھانڈا کے گھڑی کی گھڑی تھی۔ گراں گھڑی کی سزا اس کے بھونے بھانے معلوم ہوئی کہ جھٹکا پڑ رہی تھی۔ اگر
 ایسا نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ ایک بچہ پانچ کے ساتھ اس کے سوئے ہوئے اور۔ آسٹوئل کے دو سوئے ہوئے نظر سے اس کے
 رخساروں پر لڑا جک آئے۔

دیر چلتی

کچھ بہ سردی اور جھٹکا ناہیں بھڑکا میاں نام ہے۔ کھن میں
 خوب جانتا پڑا دھندلے سے کچھ ہی نہیں ہوتا۔ ابتر جھٹکا ڈاؤن
 اور پڑا نہ گھر میں لیے وہ کہتے ہیں؟

میں نے لڑائی

میں نے لڑائی



پانچ لفظوں میں جہاں نما

ایجازِ صمدیاتی

”عبداللہ آٹھ کل کیا کر رہے ہو؟“
 ”اور تو؟“ عبداللہ آٹھ کل کیا کر رہے ہو؟“
 ”ابھی تو آٹھ کل کیا کر رہے ہو؟“
 ”کیا کرتے ہو اب؟“ دونوں کیا کر رہے ہو؟“
 ”عبداللہ آٹھ کل کیا کر رہے ہیں؟“

عبداللہ گذشتہ کل ایک دولت سے چھ بیکلر مسلسل ٹرن رہا تھا اور ٹرن کر اس کا جواب ملا دے رہا تھا۔ آٹھ کل تو اس نے ٹرن کیا جس کو تھا کچھ بیکلر کھسکی کہ ہاتھ اس چھ میں کیا کیا کچھ بے مستعد ہے اور جو کچھ اس میں پرستید تھا وہ اب اس پر بھارنا پڑا۔ ہاتھ اس سے وہ بھر چکا تھا اور بیزر ہو رہا تھا، ایک بے نام سی بیزر کی اور آٹھ کل سے اور دھما دھما سا پچھڑ پچھڑ اس کی تلاش کو ہمیر کر چکا کہ کاش چلا، جہاں کے آٹھ کل وہ بھر چکا تھا اور وہی اس کا جواب دے رہا تھا اور آخر میں جہاں کے عبداللہ کھسکی کہ ہاتھ کچھ بیکلر چل رہا ہے پوچھتا ہے کہ عبداللہ کیا کر رہے ہو تو اس کے ساتھ وہ کچھ بتاتا کہ اب کچھ کچھ تھا کہ ابھی جو اسے بیزر کر رہا تھا اس کی کہ خود فی ٹیمپٹ کا گراف آٹھ کل پر آٹھ کل تھا۔ عبداللہ کچھ کچھ اس کا احساس تھا۔ فوارے کے کنارے جہاں تھا۔



فوارے پر ”ابھی تو عبداللہ پچھڑ پچھڑ دے دے کے بھڑک چکا ہے، کیا کر رہے ہو آٹھ کل؟“
 عبداللہ: ”ابھی تو آخری بار وہ ۱۱:۵۵ بجے تھا، اب تھوڑا دیر ہو چکا ہے؟“
 فوارے: ”آٹھ کل سے کبھی برس نہیں گئے ہیں؟“

عبداللہ: ”اے بھئی، پتہ نہیں چلا اور اتنا طویل وقت گزر گیا ہے۔“

فوارے: ”ابھی اس وقت کچھ کرنا ہی کھینچ رہا تھا اور تم نے ایم۔ کے کر لیا تھا؟“

پھر آٹھ کل تو اس نے فوارے کی اس ڈنڈی کی گنگٹھوں کو سخت اس کا ہنگو فیلچر کرنا شروع کیا، اتنا میں۔ عبداللہ اس پر غور کر رہا تھا۔ عبداللہ اس پر غور کر رہا تھا۔ عبداللہ اس پر غور کر رہا تھا۔

عبداللہ فوارے پر پہلے اس پر غور کر رہا تھا۔ فوارے نے کہا: ”ابھی تو اس وقت کچھ کرنا ہی کھینچ رہا تھا اور تم نے ایم۔ کے کر لیا تھا؟“

”عبداللہ! میں نے تو بہت کچھ کہا تھا، بہت کچھ کر کے دکھایا، کچھ بھی نہیں ہوا، کاش کچھ ہو جاتا تو میں اپنے آپ کو بہت فرائض قسمت قبول کرتا۔ تاہم فرض میں کوئی بھی چیزیں کی تاہم تم کیا کہتے ہو؟“

اس لمحے نے عبداللہ کے ذہن پر عمار کی جوست کو ختم کر دیا، اسلم! عمار سے ایک خوش قسمت مظلوم معلوم ہوا، اس کی انجمن ہوتی طبیعت میں ایک قوی انگلی، اسلم! عمار نے اسے تم کیا کہتے ہو؟ سوال کے بہانے ایک نئی محبت سے دوستانہ اس کر دیا تھا۔ عبداللہ نے غصوں کی اس پانچ انگلی سوال نے اسے ایک سہام جھپٹے حاریت کر دیا ہے ایک ایسا سہام جھپٹے جس میں وہ لوگوں کے ہاتھ کی ایک جھلک دیکھ رہا ہے، کوئی جھلک اسے دھڑک رہا ہے، کوئی جھلک اسے خنداں دعوں کر رہا ہے، کوئی جھلک اسے لائے کو دھڑک رہا ہے، کوئی جھلک اسے ہوشیار کر رہا ہے، اس سہام جھپٹے میں وہ بہت کچھ دیکھ رہا تھا، اس سہام جھپٹے میں وہ بہت کچھ دیکھ رہا تھا۔

ایک دن میں سہام جھپٹے دیکھتے دیکھتے دھڑک رہا تھا، عبداللہ کو اس سہام جھپٹے کی سی جھپٹے دیکھ کر اسے لائے کو دھڑک رہا تھا، اس سہام جھپٹے میں وہ بہت کچھ دیکھ رہا تھا، اس سہام جھپٹے میں وہ بہت کچھ دیکھ رہا تھا۔

تم سب یہ کیا کہتے ہو؟

یہ تم سب کیا کہتے ہو؟

تم سب یہ کیا کہتے ہو؟

(پروفیسر، ۱۹۶۸ء)



خدا اک چراغِ حرامِ سوا ہے رکھا ہے
ہمارے دل کے بھر دے خدا ہے رکھا ہے

بھین ہے حرب تمبا نظر میں باجِ فیروز
دیا امیر کا دستِ خدا ہے رکھا ہے
دل و نظر کا زون تھا سوزِ غم ساں ہم نے
وہ سوزِ غم کا سوزِ خدا ہے رکھا ہے

پروفیسر، ۱۹۶۸ء



”جس رات۔۔۔ سوئیاں اور چلا رہے تھے۔“

”گندم اور کپا، دوسکر“

”یاں۔۔۔ یاد جانی اس وقت عریض تھیں، جہاز اگھر نہیں، پولیس والے طیر میں دھریں گئے۔“

”یار گاڑی کب آئے گی میں تو بروہو گیا ہوں۔“

”بس چپ چاپ بیٹھو۔۔۔ آئے گی۔“

بیش کی گرنی اور اسٹیشن کے پھر بیٹے بیٹے فرش سے اٹھی ہڈی کی سیلیں دانر کی چپ کے ہلوی اس تک آتی ہے۔
 سلاخوں پر رنگ دکاتی ہے، وہ دم قرارہ کر کے تسلی آنکھوں کو سلاتا ہے اور بڑا آتا ہے۔۔۔ رنگ بے رنگ آہستہ آہستہ
 وہاں میں گھٹکر نہیں کرتے، انا کی باتوں کے طور سے آتے والے مسافر تک ہوں گے۔

اس نے گہری سانس لے کر اسٹیشن کی طرف گھبرا۔

”یار گاڑی کب آئے گی؟“

”تیار سے کسی جہان سے آتا ہے۔“

”جہان سے ہی آیا وہ۔۔۔ انا اور جہان آدمی میں مگر تم؟“

”میرے بس اپنا رہے ہیں مسافر سارے، جہان پہلے ہر ستر میں، اس سے سارے پارتی گئے۔ چلو یا تو سے پڑ گئے ہیں گاڑی کا
 سلاخوں کے ہر چل بیٹھ ترتیب جھیں، وہ رہے اسٹیشن کی جیتاں اور نیچے گی میں وہی چیزوں کی کھری ڈھیر پلا تاہیں
 کے کنارے پڑی گھر اور سحری کا اجڑا اشارہ آتے والے مسافروں کا ہر وال دست ہے، حذیروں کی حذیروں کے مزہ دراز ہوتا
 دہرہ دہرہ اون کی آواز میں، انا کی صدا اور کسی پہلے سے کسی آواز کے واسطے وقت کا آئینہ میں۔“

”اُت اٹھ گئی نا موٹی ہے۔“

گاڑی جانے کے بعد اسٹیشن جہان کی طرح خاموش چوہا آتے۔

”یہیں گاڑی آ رہی آئی ہی نہیں، یاد کیا کرتا ہے؟“

”اے خود پتہ نہیں اس کا اپنا پٹا آ رہا ہے۔“

”گاڑی تو کی گشتے لیٹ ہے۔“

”گلاب فروج جہاں ہے، انتظار کریں یا نہیں؟“

”انتظار۔۔۔ میں تو کی دہی سے آ رہا ہوں۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”اُنا۔“

”میں خود۔۔۔ کنی دہ۔۔۔ کنی رات۔۔۔ یاد نہیں۔۔۔“

”چپ دھو کی چہر آ رہا ہے۔“

سلاخوں سے باہر پہلی جھنڈ چہ بے اثر فحی سحر کی، مگر سرجی پر جھنڈی ہے، جھنڈی کے داہے اور بائیں شہر کے لٹ



کہتے ہیں ایک بار برائی میں کوئی باوجود حقان کو نہایت سے لگی تھا کہ وہاں میں اللہ کے اس بندے کے شب و روز میں کئی چیزیں ملتی
ہوئی ہر روز صاف زار میں موصوف نے ترمیم قبول فرمائی، جیسے گئے تھے ویسے ہی آگئے جیسے سرکے سالن ویسے ہرے ہرے جادو کے

خسرو میں اگر بسکے دو تو چار باد جنور خسرو باد

کرب لعل بنو صوفیہ کے روضہ میں وہ دن تھا جس میں مشفق حق کا ایک رنگ لگا دینے لگا اور ایک دھندلی دھندلی ہوا میں صرف ایک ہی رنگ میں صوفیہ سے
چلتا رہے ہیں، اپنی چپ کی پٹے کھینچ کر آگے کی جانب میں جھپکیا تھا، جب لگا تھا تب میں وہ کب لگا تھا، کوئی اس کا جسم نہ لیا تھا وہ جسم بھی
وہ نہ سمیت وہ نہیں آگے جیسے پھڑا ہوا پچھلا گیا کہ آغوش میں پہنچی کر میں صوفیہ کہتا ہے اس طرح ابھی میرا دل نہیں آغوش کیوں اس میں ہے میرا
خفا صوفیہ پانی کے ساتھ چلا رہے تھے، لہذا کہ ناقص طرفہ اگر بڑی کے من لائے تھے وہی دلتا تو تھا، استیصال کی پادشہ تھے غلغلا
مرویت کلا بھٹکی تھی اتنے ہی گنگن کے غلو بہہ رہے تھے، پانی تلخ ہو گیا کہ اس نے ان صوفیہ کے بارے میں کیا سننا سمجھا تھا اور کسی کے
یہ کلف تھا کہ آپ جب بھی کچھ صاحب کاست میں کیوں گھومنے کا استیصال دینا سے پہلے وہ دنیا والوں کی طرف سے کم انتظامی ہر
کس دن کس میں لگائی پانی چلا رہے تھے صوفیہ کے شب و روز کا اس کے قریب سے سنا کر لیا کہ وہاں تو پتہ چلا کہ یہ بے صوفیہ ہر روز صوفیہ
کا گھڑی چم رہے، اسی بے صوفیہ نے اسے ان صوفیہ میں پہنچایا تھا۔

میں حقان کو جب کبھی وہ بچے تو بچہ دیکھ کر بڑی بڑی باتیں اور ایک آدھ سرگرمی سے دیتا تو میں اس کی حیرت براتی اس پاس
کبھی میرے غلوں میں صوفیہ کا پاؤں اچھٹا پھٹکے گئے کہ آؤ تب میرے گناہ اس کے انھوں میں وہ قوت نہ جاتی کہ اتنا بلی بیانا
تھی، بکری لڑنے کے گناہ انھوں کے من کی زبان اس کے دل ایسا دھندلا دیا کہ کیفیات پھر برآ شکار کر رہی تھیں۔ جیسے بغیر ہے کہ
ایکے کسی شے کے لئے اگر میں حقان کو غلوں اور دھوکوں میں دیکھوں تو وہ اس کے دل کو اس کا صوفیہ گھر کا تار سے لگا
لیکھ کر چلا اور دھوکا کہتا اس کے لئے بچے تھے کہ نہ لانا بغیر نہیں آتا کہ ایسے دگ میں پیدا ہو سکتے ہیں کہ ایسے بے نیاز ہیں کہ اس
بے نیازی میں وہ مداخلت کا عنصر میں شامل ہے بے لوثی کوئی اور نہ اس کا لگا۔

ایک دن باقویہ باقی میں نے حقان سے پوچھا: تم نے کبھی محبت کی کیا ہے۔

حقان بہت طوطا گھبراہٹ میں جھک ایک لمحے کا اگر غائب ہو گیا اور اس نے اقرار میں گدلی چا دی، جب میں نے محبت کی
دستاویز بننے کا حلقہ کا پیر کیا تو اس کی آنکھوں میں ٹپکے اور پھر نہ آتا تو اگر شہر گئے اور پھر کچھ کہنے سے فیروزہ پناہ گاہ میں نے
بجتر چلا، رات کے سالن اور ناشتے کے ٹرسٹ اور کھن کا ٹروہ میں بنایا، مگر حقان نے بے شکام سپرد میں خود ہی ہاند میں کو بہت
محبت پر ہی میرے پاس آکر رہی کیا بات ہے سو گیا آپ نے حقان کو دیکھا ہے جواب سے دیا کہ

”بھئی قرآن میں ہے اس کی ہر صفت میں اور میں اعجاز کو دیکھتا ہوں طوطا کی کے انداز میں بولی۔

”پھر کہ بات ہے ایسا تو کبھی نہیں ہو کہ حقان ٹرسٹ اور کھن کریں پھر دگر چلا گیا ہو۔

”باہر چلے گئے اس طرح پھر نہ اختہ ہونے سے محفوظ ہو کر میں نے نوشی، دل سے ایک سوال مانا۔

”تم نے کبھی محبت کی ہے؟

”میں نے سنا، اعجاز کو دیکھا، باہر میں یکدم گھبرا گئی، بولی سے چٹکی لگا اس جگر گھٹن کے انداز میں بولی، اکی بے صوفیہ
میں نے کہا یہ سوال میں نے حقان سے کیا تھا اس کے جواب میں وہ دوا اور دوا تھا ہوا چلا گیا۔



کرت دیکھ کر وہ اسے ٹھوکر کھڑکھڑا کر پیش کرتے تھے جب جوش غصہ ابھرا اور ہاتھ لگے کہ "تو کچھ غصہ طلب کیا تو وہ جوش کر لیا کیا نام پر
جنگ کرتے ہیں ایسے؟"

فان پر: "ان جادو ہیں!"

ایک روز مجھے سڑک سے میرا مشرقی پارک و سہ ماہی کی کڑواہر سرگرمی کے ذخیرے میں ہوا۔ "صاحب کی یہ پیدائش
کہاں ہے۔"

فان نے غصے کے بارے میں شاید زندگی بھر کچھ دیکھا تھا انہی کے جھڑپوں کی خبر فانی آدنی اس کی تاریخ سے دعا تھ جب
میں نے اتفاقاً سمجھا یا تو اس نے چاہا کہ اسے کچھ کے بارے میں سادہ واقعات اور معانات اس کے ذہنی میدان میں نہ بھٹکے اور اس کے ساتھ
ساتھ ہی نو جنگ پر چنا چاہتا تھا۔ اس بات کو دیکھ کر اس نے اسے دے دیا۔ بار بار کیا اگرچہ بار بار وہ مجھ کے مشن، اس کے
مکاتہ سکات مشن کے ساتھ کچھ نہ کچھ کے ایک بات اپنا مک وہ مجھوں غائب ہو گئے اور اپنے مشن پر توجہ مرکوز کر گئے۔
میں کو بر حال ذہنی کیا جا سکتا تھا، اگر فانی کو صاب آئی کہ جتنے جتنے کا طریقہ برآوردہ تھا سیکھا کر لے کر جی گئی فانی کے تھکوں میں جا کر
وہیں رہ گیا۔ میری بھر پی کو یہاں ہے کہ جب اسے تھکوں سے اٹھا کر لیا تو اس کی حالت اتنے غصے تھی کہ میرا ذکر بھی تھی۔

"میرا مشن۔"



دیکھا تھے خزان کا صبیہ نامہ
اک ایک ورقِ کلاب پڑھ لے

یعنی غفر سے چھوٹ سا دیکھ حسن
انہیں سہا کرئی کتاب پڑھ لے

حی علی

حسن توفیق حسن احمدان

و بہت دنوں بعد لڑائی تھی۔ میں میں کئی انہیں حق اور میں کھڑے میں اداسی کا پسینہ ڈر دیکھ رہا تھا۔
 "ہانی" مجھے اندر لگاؤ۔

اس نے اٹھ کھڑے کھڑے کہتے کہ "اور میں اے کتا بگیا۔"

ہم دونوں ایک خدمت سے سب سے چپ کر گئیں۔ میں دلا دلاں اور وہ داناں کے پیچھے میں کچا کھا رہا تھا۔ رہے تھے۔

اور وہ مجھے دیکھ کر گرج رہی تھی۔ "یہ اُس نے کہا تھا۔"

وہ دیر تو کھڑا تھا۔ میں چلی آئی تھی۔ وہ تھک سب سے پڑا تھا کہ اور میں میری سادہ تھا۔

وہ میری گردن پر ہاتھ تھا اور میں بیٹھنے لے کتا بگیا۔

وہ چٹائی کے پیچھے کھڑی تھی، جو کہ مٹی اُس کے سونے پہاڑ اُڑا رہے تھے اُس اُس کے اُٹھے ہوئے دونوں بازو وہ اس کے چمکاتے
 ملک پیچھے جوتے تھے۔

میں وہ داناں کے ملک لگاؤ۔

"ہانی"

اُس نے پوچھا "اور اُس نے اُس پر اُٹھے ہوئے دونوں بازو چھوڑ دیے۔ وہ میرے گے میں جھولی گئی تھی۔ اُس نے کہا میرا چمکا کتا تھا
 اور وہ چمکا کتا ہی تھا۔" میں نے اس کا چہرہ دیکھ لیا۔

اُس کے چہرے پر اس کے کانچے جیسے بالوں کی چمک دیکھنے کی پڑی تھی۔

"ہاں، دیکھو۔ اس کا نام کوئی چمکا ہے؟"

اس کا آواز بہت دھڑے آواز۔ چہرے کے ہونے دیکھنا دیکھنا ہے۔

اس کا نام "میں" لگتا تھا۔ میں اس کے پانی میں کچا نہیں تھا۔ وہ بہت دیر تک میرے دونوں شانوں سے پیچھے آئی ہوئی
 ہاتھوں کے ہاتھ لپیٹ رہی تھی، چہرے نے کہا تھا۔

"ہانی، میں چپ ہوں گی، تم مجھے ڈھونڈو۔"

میں چپ کر رہا تھا۔

وہ دیکھتے دیکھتے پیچھے چلے گئی اور اس نے کہا۔

"چلو ایک دوسرے کو تلاش کریں۔ تم میرے دل میں چھپنا، میں تمہیں بہت جلد سمجھ لوں گی؟"

میں چپ آئے کتا بگیا۔ میں اُس کے پیچھے پاتا تھا کہ وہ آخر جلد کی کیوں کر دیکھ رہے۔

وہ دیکھتے بہت چھٹی تھی، لیکن میں خود ہی کا تھا۔ میرا کچا میری پہلی تھا اور اس کا دل جو رہے تھے۔

اور وہ اُس سے چپ لگتی تھی۔ میں نے اُسے چھپنے کو دل میں لپیٹ نہیں دی تھی۔ وہ پہلا میری بہت دشوار تھا۔

دیکھتے ہوئے لگتی تھی اور میں نے اُسے ڈھونڈنا نہیں چاہا۔ میں اس کے دل میں اُس کی باتوں کے جواب میں چپ رہتا تھا۔

اور میرے ساتھ رہتا تھا۔

میں اُسے چھپا دیا، میرے دوا دوا سے چھپنے کے ڈھونڈنے لگے اور میں سب کو کھتہ ہو کر کھتہ رہا۔



میں اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہوں گی کہاں گھر گیا، جہاں ہے ایک خیمہ اپنی بیوی خدا کے پاس تھی۔
”تم نے مجھے پہچان لیا؟“ اس کی کارواں سے اُٹا۔

پھر وہ اپنے خاتون سے بچے کافی ہوتا وہ سوتی سماعتی، مجھے وہ اُن کی وجہ سے یہی لگتی تھی۔
میں نے کہا تاکہ وہ میری کمرہ چاہتا تھی۔

میں میں جہاں کہ نظر نہیں آتا، اتفاقاً جہاں ہوا، اُسے جانے کہاں سے پہنچاؤں تھی۔
میں میں وہ ایک لمحے کے لئے نہیں آتا اور پھر وہ سوتے سے پہنچاؤں تھی، جہاں کو شاید سے چٹائی ہوتی ہے لگتی تھی۔
وہ اس میں ایک لمحہ ختم تھی اور مجھے وہ سوتے سے پہنچاؤں تھی، جہاں کو شاید سے چٹائی ہوتی ہے لگتی تھی۔

(۱۹۷۱ء)

تحقیق کا بنیاد شرط میدانِ طبع ہے، لیکن 'حق'
وسعتِ مطالعہ، مآخذ پر مضبوطی، و نیز محنت کا اخلاقی
نرمیاء ہیں، لیکن طبع میدانِ سبب ہے، خوبیاں
بے مغزی ہیں۔



خبریں
میں

اس وقت تک کہ پہلے گھوڑی اس کی چوری چوری اپنی کانٹے سے جڑی ادا کرتے تھے۔ اگے اس نے جڑیاں چھوڑ کر طرف دیکھا، جس کی طرف اس نے اشارہ کیا اور کہا کہ یہ جڑی جو۔

”نہا۔۔۔ اس زمین کے سنگھڑا ہوا کاشہ فوٹا ہوا اور پہلے گھوڑی کے قدموں سے زخمی ہوا رہا ہے۔
اگر گھوڑی پھر وہاں پہنچا تو اس نے تھوڑی دیر تک اس کی طرف دیکھا اور گھوڑی کے گالے سے اس نے تھوڑی دیر تک دیکھا۔
اس نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ اس کی پہلو سانس سے پیسے اس کے پیٹ سے اس کی آغوشیں نکلتی رہیں۔۔۔
گشت ہے وہ بات میں سننے کا ہے۔۔۔ دیکھنے کا نہیں؟“

جڑیاں غور سے دیکھ رہی تھیں۔ اس کے گالے سے اس کی آغوشیں نکلتی رہیں۔ اس کی پہلو سانس سے پیسے اس کے پیٹ سے اس کی آغوشیں نکلتی رہیں۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔

”اگر۔۔۔ مارے دینا آپ کے ساتھ ہے۔ آپ جہ تیار ہیں کہ آپ گھوڑی کے گالے سے اس کی آغوشیں نکلتی رہیں۔“

”وہ؟“ تم تو یہ کہہ رہے ہو کہ اس کی پہلو سانس سے پیسے اس کے پیٹ سے اس کی آغوشیں نکلتی رہیں۔“

اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔

”جڑیاں جب کہ آپ اس کے گالے سے اس کی آغوشیں نکلتی رہیں۔ اس کی پہلو سانس سے پیسے اس کے پیٹ سے اس کی آغوشیں نکلتی رہیں۔“

جڑیاں کہیں اس کا اشارہ نہ کر سکیں۔

”جڑیاں؟“ جڑیاں کہیں اس کے گالے سے اس کی آغوشیں نکلتی رہیں۔ اس کی پہلو سانس سے پیسے اس کے پیٹ سے اس کی آغوشیں نکلتی رہیں۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔

”اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔“

اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔

”اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔“

اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔

اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔

اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔ اس نے جڑیاں کو تسلی دینے سے کہا۔



ایک اور بچی کا عادی دھرم تھا اور چٹائی کی شادی نہ رہی تھی۔ کوئی — دونوں کی ادنیٰ پہلا لگی چاروں شاہ جیت پر فتح ہوئی۔ نہ راجہ
 دی و گزشتہ جو لوبہ ہو چکا تھا وہاں چکے باغیچے اور ٹیٹے بھی رونق دھونے لگے گروہیں آ رہی تھیں۔ دونوں نواب و مولوی کے فریاد اور مریضوں کے
 کہتے۔ ٹیٹے کا یہاں داخل ہونے سے اور جاہل تھا، گھر کا یہاں بالکل آشنا نہ گھر کے لوگ شہر میں وہ لوگ کہنے کے سہلے جانتے تھے۔ وہ سکران
 کی بڑی کا باپ صرف ورنہ مرے گا تاکہ عادی تو اب ہو۔ نقشہ نہ رہی کو کام کر رہا تھا۔ دو کام کہنے کی عادی تھی — آخر کریم کے باپ
 امر پر اس نے گناہ کیا بھی تو مرنے میں اس کو ڈال دینے۔ اس میں کریم رو دیا۔

اب یہ دانا بیکار ہے، نہ کہ لڑائی لڑے گا، ٹیٹے اپنے چکے چکی دوری ہے اور میں یہاں اپنے گھر میں نہ رہاں کے ساتھ سہلے کے باغ
 تیرائی کے ساتھ نہیں ہوں۔ گروہ کے بچے لائق بندہ، ہم اس عادی کو نہیں کول سکے۔ پھر اور غور شدہ ایسی اس عادی کو کھانے کی طاقت
 رکھتے ہیں۔ اگر آپ کی بات پر گروہ عادی بندہ کی تو پھر یہ کہانی کبھی فتح نہیں ہوگی۔ یہ بھی جانتی رہے گا۔ میں آج ہی اسوں مافقہ کے پاس جا
 کر بات چوں گا کہ ان کے لئے اس کہانی کے کرداروں کو عادی بنا کر دے دیا جائے اور کہانی کو اس کے نوری آواز اور دست و گرس
 کر لے دیا جائے!

۰۰۹ ق ۱۰۱

خوشی کی بات نہ کر ان اُداس لوگوں سے
 یہ سادہ لوگ ہیں، رکھنے ہیں آس لوگوں سے



زمینِ سفر میں ہے، اپنی جگہ ہے کون یہاں
 سہارا مانگنا کیا، بے اساس لوگوں سے

ستارے ٹڑٹے رہتے ہیں ٹھنڈے رہتے ہیں
 تو کیا اُمید ستارہ شناس لوگوں سے
 — صاحبِ نظر

میں غور سے دیکھتا ہوں

کاش میرے ساتھ کوئی کانا آدھی بیجا ہو !

یہاں تک کہ کوئی بھی نظر نہ پڑے گا کہ کوئی کانا کھانے لگا ہو گا۔ ایک پروردگار نے، ہر شخص کے پیچھے فرشتوں کی سیاحیوں میں ایک فرشتہ جو فرشتہ فرشتہ ہوتا ہے، اس کے کانا کھانے کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ:

میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا:

فرشتہ فرشتہ !

وہ فرشتہ فرشتہ کہنے لگا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

فرشتہ فرشتہ کہنے لگا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

اور وہ فرشتہ فرشتہ کہنے لگا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !

میں نے کہا: "میں نے اس کو اپنے سے دیکھنے کا یہ فرشتہ فرشتہ، یہاں اس کو کانا کھانے کا یہ فرشتہ فرشتہ !



جو امر حرام ہے جسکے عید میرا ہے آہستہ آہستہ شنگ کی طرف بڑھا اور میرے انتہائی تسلیم سے شیخو سلطان کے لئے کوہِ بڑیا
 پھر میرے اس حرام اور عظیم کے جذبہ کے ساتھ زنج کو چٹا طلب کیا
 "خیرمہ آپ ایک عظیم قوتیست ہیں؟
 اس نے جواب دیا: "خیر، کب تو؟
 مجھے کیا؟ "خیرمہ ایک آپ میرا ایک نماز پورا کر سکتا ہیں؟
 کیا؟
 "کیا آپ مجھے اس قدر کو چنے کے ہانڈ دیں گے میرے شیخو سلطان جو اس کا کام پید کیا ہے؟
 زنج نے اپنا افسرہ مسکے کر دیا۔
 میرے اب سے جسکے زنج لگا کالی، لنگھا کو چم لیا۔

جولائی ۱۹۵۹ء



”جسکے کشت و پنجہ نہ ہوتا ہے۔ کی چیز کہہ دیکھتا ہے؟“

آکھو کہ وہ نہ دیکھتا ہے نہ پتا نہ کہ جس کی ہر طرف سے میں سمجھتا رہتی ہیں میرے ہر طرف سے میرا نہ دیکھتا کہ
 میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ
 میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ
 میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ میرا نہ دیکھتا کہ

مکمل تقریر: ڈاکٹر عزیز علی مدنی



میں تکلیف ہے کہ میں صوبہ ایک دوسرے کا تختہ لٹا رہتے ہیں، نہائی کامتا بن کر کے کی جاسے تو اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔
 "خیر اور اصل میں جو فرق ہے تقسیم سے پہلے جو کہ صوبہ علیٰ ذلک میں آئے تھے وہ اس کے بعد صوبہ ہر گاہ میں سے ہی صوبہ خروا شروا
 میں بطور یکتہ کر کے ایک کی توڑی دیا جائے گا، کوئی پانی، دیگر صوبہ علیٰ ذلک میں آئے تھے وہ اس کے بعد صوبہ ہر گاہ میں سے ہی صوبہ خروا شروا
 اپنا حق کا سنبھالنے کے لئے اپنا اندیشہ کیجئے چند ہونے کی زیادہ اہمیت ہے اس میں سافرین سے جو شکستہ تھوڑا تھوڑا اذیتوں کے لئے بھی بھگتیں
 ہو گياں۔ نہ صرف توڑی شکل پر جاتی بلکہ وہی بدھائی اور تکیہ کی حالت میں ہے۔" صحبت میں جاتی "خیر میں نے سمجھتے تھے کہا۔

"تقسیم نے اس کو دفع فرما کر دیا ہے۔ یہ گاؤں میں یہ چھ تھوڑے چھوٹے اس کا سرحد میں سے منسلک دیا تھا کہ خروا میں سے اس کا
 میں قابل تفسیر ہے اسے قسم کرنے نہیں تھا، وہ ٹھیک کہا تھا کہ اسے مزید سے بڑھاؤ پر خیال نہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا تعلق نہیں کہ اس سے تعلق
 کا صوبہ بنا۔ وہ نہ تو اس کا حصہ اس میں آئی ہیں۔" صحبت میں کرنا "صحت ہے۔ ایسا نہیں ہے جو بڑے صوبہ کے کہیں باقی قائم کر دے، بلکہ
 شہاب الہی نے وہاں دیکھ لیا تھا۔"

چھ سال پہلے سرحد سے کہ وہاں کریم دین کی نظروں میں گوم گیا وہاں میں جو منسلک ہے صرف اس کا زیادہ شدت کے ساتھ اس کے پاس
 میں ان کے ساتھ رہنے لگا۔

"گاؤں میں جو دیکھ جھوڑا کہ ان کا خون جس نے جس کر اور میں شہر میں ہائی جا کر رہتے ہیں۔"

ابھی آپ بڑوں میں شہر کا ہر گاہ میں کریم دین کے ساتھ رہتے تھے اس کے بعد ان کا اور شہر صوبہ دارانہ میں رہا۔

"نک میں رہا کہیں ہے؟"

"کوئی دھڑلے آ رہی نہیں، ایک شہاب الہی نے صوبہ دار۔"

"صوبہ دار نے میں میں صوبہ دار کے ساتھ رہتے ہیں یہ بڑے بڑے ہیں۔"

"چراغی پر کی آپ کا کہیں میں آئے تھے، اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔"

"میں کہا نہیں جاتا بلکہ بڑے بڑے ہیں، اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔"

"تو ان کی مثال چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔"

"مثالی والی کہ نہیں، اپنے اشتغال کے لئے نکلتے رہے ہیں۔"

"تم کہاں سکھ رہے ہیں، اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔" اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔
 اس میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔

"یہ نہیں کہی کہ ہے، یہ چار برتنوں میں رہتے ہیں۔" اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔

"یہ نہیں کہی کہ ہے، یہ چار برتنوں میں رہتے ہیں۔" اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔

"جیسا کہ ہے، یہ چار برتنوں میں رہتے ہیں۔" اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔

"یہ نہیں کہی کہ ہے، یہ چار برتنوں میں رہتے ہیں۔" اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔
 اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔

"یہ نہیں کہی کہ ہے، یہ چار برتنوں میں رہتے ہیں۔" اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چار برتنوں میں رہتے ہیں۔



اتفاق سے اس روز کو تھا اور لڑنے کے بدلے سے چنے کا اھون کیا گیا تھا اس کی لکڑی ہر آبی تھا لڑنے کے بدلے میں کھانا تھا اور اسے چھڑ گیا تھا اس نے
 اپنی لڑائی کا نتیجہ تو اپنی کامیابی پر چل کر ہی دیکھا وہ دیکھ کر اس حوالے کے آئے کہ کڑی پی کھی، اسٹون کا پتھر اسے کھانک دیتا ہے
 نہیں ہائی تو اس کے ہاتھ پہن کے لئے کچھ کچھ کھانک لیا گیا کڑی پی کھی، اپنی لڑائی کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا
 لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا
 کی لکڑی چھڑ پر لٹائی ہے جتنی نہیں اور ہم ناگہان پر لڑائی تھی تو میں نے یہ دیکھا کہ وہ لڑائی تھی اور لکڑی چھڑ پر لٹائی ہے
 لکڑی چھڑ پر لٹائی ہے، اس کی لڑائی کا بدلہ لکڑی چھڑ پر لٹائی ہے

"بلی آج نہیں لڑا کیلئے وہ لکڑی چھڑ پر لٹائی ہے"

پتھر اس کے لڑنے کی جگہ پر لٹائی ہے، اس کے لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا

"آج تم جیت کر دینے میں لگے ہو، میں اس کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا، لڑنے کے بدلے کھانا تھا"

۲۰۰۰



یہ شاعر ہوں و وطن کا اور وطن کے گیت گاتا ہوں
 و وطن کے ڈرتے ڈرتے کو میں اٹھو دھتے لگاتا ہوں

مثال سبزہ پامال ہے گورنہ گل میری
 مگر میں فعل تو بہن اکبر زمین پر پہلے شاعر ہوں

ہٹا ہر وہ دیا ہوں جو یہ نہایت طاق نسیاں کی
 مگر مجھے تیار ہے جب سورج تو بھی ہے جگمگاتا ہوں

عسکریہ المصطفیٰ

وہ اس بات پر کھوکھلے اندر بننا، تم سے کس نے کہا کہ انعام کا کوئی بیٹا نہیں وہ لکھ کر ڈال دیگا نہ کاہل ہے۔ میں بھی ان
میں سے ایک ہوں۔ تم۔۔۔ تم میرا شاغف کو کھڑا نہیں بنا رہا جتنے۔۔۔ تاکہ میری شناخت نہ ہو سکے۔۔۔
کوکھ نے یہی نظارہ میں کھڑے لوگوں کو مستحضر کرتے ہوئے کہا: دو کھوکھلوں کا حلیہ دیکھو۔۔۔ اور دیکھو کہ انہی اکہٹا ہے میں
کا انعام کو بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ جاہل۔۔۔ ہی رہا ہے۔
نظارہ میں کھڑے سب لوگوں نے اس کا لطف دیکھ کر طنز پر انداز میں کہا: کاکہ انعام کا بیٹا۔۔۔ یہ کوئی باہل ہے۔۔۔
باہل۔۔۔ افسوس ہے دور دراز قبقرہ لگا یا۔ اور کوکھ نے اس کا خادم ایکسہ غصہ پر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

انکھڑا ہوا



آج بھی کوئی معلوم ساز بھی نہ ملے گا کہ وہ حسن منسوب بنیاد کرتا کیسے ہو چکا
مصر کے حلیہ ڈھنگوں سے۔ یہاں نے کاج۔ ہر جگہ نامتو اور گھوڑائی کی عمارتیں ہیں
کوئی نہ کوئی تعجب غریب معلوم رہتا ہے۔ میں سننے سے لکھ کر لکھ کر کہ میں جو پہلی
گئے ہیں میرے۔ وہ نام معلوم ہو کر خود ہی باوجود نامی کے کسی واقعہ کا نام نہاد
عمران گوارا لے گا کہ مستحضر ہوا گیا ہے۔ دوسری حالت یہ ہے کہ نامتو گوارا۔ بہادر
قریب۔ یہاں کا علاقہ جتنا کہ غریب ہے۔ غریب ہے کہ صورت اور دستار کوئی رعایا ظن نہ
لیجے جو یہ علاقہ دیکھ کر آج کل کے صورت و لباس اور عمارتوں میں بھی یہی اس کا فائدہ
بہادر سمجھ لے گا۔

کھس کوئی نہ کا حق یہاں

بکس پر غصہ۔ جب اس نے اپنے کانوں سے کھڑکی ہوئی، ریت کو جھڑا تو لکھنے پر تے سب کے سامنے ہم بٹھائی میں اس کی چوڑی کا منہ چاڑی کا طرح سے نمودار ہو گیا تھا۔ اس نے جھڑکی کی فونٹ دیکھا جس کی جھڑکی پر ایسی گڑبڑ تھی جیسے ریت میں بھری ہوئی ناخنوں کی سنے اپنی نظروں سے ٹکرا کر کہتے کہ جوں پر ڈال لیا اور خود خیال میں پھاڑوں کی اور چلی نکلی۔ وہ بھڑکی سے ہر سنے بھڑکی کی دکھا اس کی آنکھوں میں تیرنے لگا اور شام کو جب وہ لوہا ایک جڑ سرخ ہوئی کے ساتھ ہاتھ لگا کر چھو تو ایک ٹکڑا دلہنہ چمکا کے جس میں نے درجہ اس کا بڑی، اس کی گور کی پوری مٹھان کو مٹھو کر کے ہر سنے ایک معصوم سکرامٹ کے ساتھ سیاہ ہوا ہے۔

جور کی غلطی



سردود پہلے پہل، ڈھاکہ کے مشاعرے میں شرکت کے لئے آئے
تو ڈھاکہ کے اور باب ورفی کو اپنی شخصیت، اپنی شاعری اور اپنی
آواز کا گڑبڑ، بنا کر واپس چلے گئے۔ بعد میں غالباً غلط فہمی میں
جب وہ ڈھاکہ کے مشاعرے میں آئے تو میرے، ہمیں کے چور تھے۔
لوہا کے ہیں اور کے چور کے صورت یہ نکلی یا نکالی تھی کہ وہیں
ابھین شرفی اور دوسرے حضرات کا آؤں سب کے چور
جا رہا تھا۔ یہ ایک چور کی عذر دیت تھی مگر اس کی سب سے
زیلہ، میرے اس کے شراوت کے لئے نکالی تھی۔



تم نے کیا کیا نہی جو مجھے اپنے آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہت دلوں سے ہمارے جانب اور میرا کام اور ملک کے لئے
 پڑا ہے۔

ایسا دودھ بھی نہایت پر جان ہے۔ ہم نے تو آٹا نہایت ہلے دیکھا ہے۔ یہی گائیڑ کو کہتے ہیں۔ یہ سبلی ہے جسے سائلے کہتے تو بازار سے آٹا نہایت پر جان ہوتے ہیں اور کھانچے سے بھی بے طعم ہر جان ہے جب خانا ہے گرد و بیاہی ہو یا چتا چوہا یہی گندم کا کھنجر ہر جان کا ہوتا ہے اس نے اس کی کیا تھا تا کہ دودھ بازار سے نہایت پر جان ہے۔ اسی کو اس نے دیکھا راستہ بھی گھوڑوں دودھ کے ڈبے اور حبیب میرا رت حق شہدائے نظر بھی آتا۔ دکان میں ڈھیروں دودھ کے ڈبے تھے۔ دودھ روٹی پر بھی چڑھا تھا۔ بے چارے دیکھ کر میں بھی حق حق کر رہی تھی مجھے نہیں دیتی تھی۔ اسے تو کچھ نظر نہیں آتا میں خود ہی دکاندار سے مانگ کر اسے دے دوں۔ میں دکان کا طرف آئی تو وہ میرے ساتھ چل کر آگے آگے آئے۔ دکاندار کے دھیر کا طریقہ نہیں دکاندار کو دیکھنے لگی۔ گردن کہیں بھی نہ پھرتا تھا۔ جاننے کہاں چلا گیا تھا۔ ایک ڈبہ اٹھا ہی لوں۔ شاید وہ اٹانے میں نہ لے لیں۔ اٹانے کے لئے اٹھ چلایا تو اس نے ایک کریرا اٹھ کر پیچ لیا حبیب میرا رت ہے۔ ابا سے سب کچھ نظر آگئے تاکہ مجھے اتر ہی نہ گئے۔

یہاں کے پھر رات آگے بڑھا یا تو وہ سوچ کر ہلے۔ اندھوں پر کیا۔ دیکھتے نہیں سنا ہے۔

مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

ای سناپ کے ہر اجڑے پر ایک سناپ کھڑی ہوتی تھی۔ اس کے اندر ہر سناپ بچنے والے سناپ کے ساتھ تھا۔

سیرتِ ائمہ بھیجے ہوئے ہیں چنانچہ اُن کا جواب دینا چاہیے کہ یہ مخالف کے بارے میں کیا اور عجیب مبالغہ آرائی کی ہے۔

یہ کہنا شروع ہے۔ میرے بچہ کو کرنا ہے، باہر میں سرگے دوسرے بچوں کی، ان کا دل کے ساتھ چلیں گا، ان کو کھانسی اور سنبھلیں گے ان کی طبیعت اور مرلی بچوں کو قہقہے دینے دوسرے بچوں کی طرف بڑھتی تھیں، اگر وہاں پر سناؤں کے کپڑے پہنے تو کہہ کر بٹ جاتی تھیں۔ ان کے سینوں میں اگر گڑھے تھے جن میں جڑا رہا تھے پتے کا گٹے بیٹھے تھے۔ اور ان کا کاندہ اٹھ رہا تھے اور بچہ سمجھو کہ وہ کھادی تھے اس پر سناؤں کا تعجب تھا۔ وہ سناؤں بھی عجیب تھے اور ان کی زبانوں میں ایسی تھیں اور وہ بات چیت کر سکتے تھے اور ان میں بھی آؤ تھیں تھی کہ تہ خانوں میں جہاں غزلتے حدیثیں کسٹھیں وہ ان کی صورت میں آج بھی ہے وہی ان پر سناؤں اگر بیٹھے ہایا کرتے ہیں، اور ان کو کھانے کا وقت نہیں لگنے دیتے۔ یہ سناؤں بھی ڈاؤں پر ہی طرح بیٹھے تھے جیسے لڑائی بیٹھے ہوں اور وہ کہہ رہی تھیں کہ وہ وہ چہرہ ہی کھانے کے عرفی تھے کہ ان ہادی کھانے اور آؤ تھیں جن دوسرے ہو۔ چارے تھے جو کہ مر رہے ہیں۔ پتے ٹھیک چلا کر لے لے لے۔

خون نہیں چاہتے۔ خون کی جھریز ان کیس میں ڈال کر سسٹریل مل مارت ہے، سسٹریل یا سفید جیٹا یا ہر کسی کے ماموں غریب لوگ ہیں نہیں ملتیں۔ سب تک ہم ان لوگوں کی کھانسی، دل کی کھانسی، جسم کی کھانسی، ہر قسم کی کھانسی سے نہیں بچتے۔

اور وہ جلا و پشت ہنگ منظر تھا۔ سانس پان صد تو کی کھا لیں اور پچ سبے تھے۔ کھائیں، کیک پر چڑھ کر ہٹ کے ساتھ ایک ایک اوپر کی چلی۔
 سہری تھیں، سفید سر کھنڈی پر دونوں پر چھوٹی شراپیں، جیڑا کی تھیں اور غولی دس دس کی کچھ جیسے دسویں میں جو سب تیار۔ ایک خاصہ سخت تھیں
 میں، بلکہ دھیں اور وہ کے اہل پر جھپٹ رہی تھیں اور دیکھ کر کہ سب پر تیار تھے۔ ہر لہان دھیں ایک ایک اوپر کی کچھ اور کوشن کے صرب
 تو عدلی میں تبدیلی پر گزرتی تھیں اور انھوں میں، تیار تھا۔ عدلیوں چلے ہی تھیں جیسے آدوں میں سے ایک تھوڑے ٹکڑا کرتے ہیں جن کی کھانوں کو
 کھڑا نہ تھا۔ ایک اور میں، آخری جہت نہ تھی کہ وہ ٹپے جال کے انھوں میں تھے اور ان کے اچھے کھول کھنٹ۔



و ان کی حق خبریں دیکھ جانے کے وقت سے اس نے اپنی زبان تنگ کر دی۔ انھی زبان کھنچے ہی بہت وقت گزر گیا۔

میں نے اس کی تمام انجمنوں زبان پر ننگی آنکھیں ڈالی تھیں۔ ایک دفعہ یہی انجمنوں والے نے ادا کیا کہ تمام میں کھنچے ہوں کہ قوم بے گناہ کیجیے۔

خبر دیکھ کر پتے پتے ہمارے زبانوں کے علم سے پتا چلا ہی کہ کام تنگ کیا کہ خبر غیروقت میں داخل ہوا۔

نئے شہر کی گلیوں میں ٹرورٹھی آنکھیں ملنے کی تلاش میں وہ ایک جگہ سے اڑی کہ جسے پہچان کر دیکھ کر ان سے اس شہر میں یہ واقعہ پڑھنا تھا

یہ ٹرورٹھی میں واقع کاہر خبر تھا۔ اس کی انجمنوں میں وقت طویل ہو چکی تھی۔ وقت کا اس کی بجائی سے متاثر ہو کر دور دور سے دیکھ کر بیٹھا۔

وہ ان کی آغوش میں آگے سے اس شخص سے بہت پرے ہو کر بیٹھا کہ ان کے ہاتھ لگا کر اس کے کانوں میں کہنے لگا کہ یہاں سے اڑ کر جیسا کہ خدا اس نے اپنی سر

پہنچے ہوں تک پہنچے اور اسے فتح کا کڑا سلسلہ میں خبریں کہ خود اور یہاں پر تھا۔ پڑھ کر اس کو اب نہ ہونے سے کوئی دیکھی نہ رہی تھی لیکن زبان

کی انجمنوں میں اسے وقت کے ایک چوت حصے سے خبر کے وقت کا انجان نظر آیا اور اس سے دو حق پرکرتی اعتراض کر گیا۔

ایک دفعہ جب ان کی دو حق پرکرتی کو سمجھ چکے تھے، پڑھ کر اس کا سراپا وقت بچا لیا۔

وقت سے بچنے پر وہ ایک گلی میں گیا۔ اُن کی تامل میں وہ تکیہ کتب مومنوں اور غنی گلوں کے مکان میں خبریں ہی گھر گیا۔

اس کے وقت کے گھر کے اندر آسمان کی چھت کے سوا، خالوں میں وہ وہاں مورتوں کے ساتھ کھڑا تھا جو اور ایسے دشمنات سے گزرا۔ جو

کھالوں میں دیر نہیں کھاتا تھے۔ یہ فعل اتفاق تھا کہ ایک مسجد کی ایک آئینہ کتب خریدنے پر آیا تھا۔

جزیرے پر اسے ایک ہم شکل شہر نظر آیا۔ شہر کے کتب میں چلتے چلتے وہاں مومنوں اور اوروں سے گزر کر پکا خوشی مشہر

دیکھیں آ بیٹھا۔



طیب عالم کھنچے والی محبت نے ہنسی کہتے کھنچے اور اس کے بعد پڑھ کر وہاں سے پہاڑ نکلا تھا۔ یہی پڑھ لگے تھے:

مگر بچے کہ اس نے وہاں ان کو منتقل کر دیا۔ ان کی زبانوں کے بعد اس کی ہم شکل شہر اس کے خواب میں ابھر رہی تھی۔ اس کے گھر میں اس کی

دیہاتوں کا خوش ذرا مقام تھا۔ وہ سو کر اٹھا اور وہاں کے نقل و حرکت چکے تھے لیکن اس صورت میں اس کی ہر گاہ تھا اور شہر کی زبان بدل گئی تھی۔

عالم مشہر

قریب سے جانے سے کہہ دے کہ میں "دفعہ فوق" دیکھ کر اسے
دفعہ فوق سمجھا۔ مگر وہاں سے "دفعہ فوق" کا وہم و گم
میں وہم و گم ہو کر رہ گیا۔ "دفعہ فوق" سمجھ کر بیٹھا۔
میں وہم و گم ہو کر رہ گیا۔ "دفعہ فوق" سمجھ کر بیٹھا۔
میں وہم و گم ہو کر رہ گیا۔ "دفعہ فوق" سمجھ کر بیٹھا۔

میں وہم و گم ہو کر رہ گیا۔ "دفعہ فوق" سمجھ کر بیٹھا۔



سرگزشتہ تاریخ میں انھوں نے جو قتلے؟ آخر معلوم ہے۔ لیکن شہر کے اعلیٰ انھوں نے دیے۔ انڈیا کے چلے گئے تھے۔ یہی ٹھہرے؟
 "ہمیں۔" لیکن انھوں نے ان کی عزت دیکھی۔
 "کیا یہ صحت مند ہیں؟" لیکن انھوں نے ان کے قتلے کو ان کی ۲۵ سالہ عمر کے لیے۔

"انڈیا؟"

"ہاں۔ تم نے چلے گئے؟ لیکن تم نے؟"

"میں نے؟"

"ہاں۔ تم نے چلے گئے؟ لیکن تم نے؟"

"کیا وہ؟" لیکن انھوں نے ان کے قتلے کو ان کی ۲۵ سالہ عمر کے لیے۔

یہ وہ صحت مند ہیں؟ لیکن انھوں نے ان کے قتلے کو ان کی ۲۵ سالہ عمر کے لیے۔
 "ہاں۔ تم نے چلے گئے؟ لیکن تم نے؟"

گت ۱۰۰۹



سرگزشتہ تاریخ

تاریخ کی برائی دیر پیاں آتے ہیں

ایک ایک کر کے

میں اپنی آنکھیں کوٹا ہوں تو یہی ہے

جیسے یہی اہل کلمہ ہوں

اسلام زخم کے بیج جو ابھی بڑھے

مکرمہ و منیر علیہ

کر بیٹھ کر حیرت کے انگوٹھ میں دوایا کرتا ہوئی صورت تھی اور ہر لمحہ سے سینے کو چھو رہا تھا۔ وہ جاننا تھا کہ لڑکے کی ہاتھی پیچھے نہیں لگیں تھیں، ہاتھی کو ہم دونوں سے خوف رکھنا لازمی تھا۔ کم از کم وہ یہ ہی سمجھتا تھا: ”ایک چوک تھے سو گئے“ اس نے پتا چیتا میرا ہاتھ اسے دو دن یاد آ رہا جب بابا شاہ نے غسل دینے کو پناہ دیا تھا اور چند چھوٹوں میں ان کو پیچھتا رہا تھا اور عبادت سے بابا شاہ اور ان کی بیٹی کھار لی جیت لیا تھا۔ اس کے کتے بد اشتہار میں داخل ہوئے کے پاس سے میں۔ بابا شاہ کو آگاہ کیا چاہا بابا شاہ نے انھیں بتایا جا اگر وہ زہر والی کے کتے ہیں انھیں ہلکے بابا شاہ سے مرگئے ہیں۔ بابا شاہ نے حواس میں حقیقت سے آنکھوں کی بہت دھج۔ غسل دینے سے ٹکرینے کا جو موقع تھا وہی غسل دینے میں جس کی خاطر زہر والی سے زہر والی قتل کے کیس میں غلط ہو گئی۔ وہی غسل دینے میں نے کھتے شادی کرتے ہی بابا شاہ کا بہت کلاٹ دیا۔

مجھ جب زہر والی اپنے جہان بچی کے ساتھ غریبی میں داخل ہوئی تھی تو وہ بچہ لگا تھا کہ وہ اپنی موت کا پورا دن گناہی ہے پٹا ہے یہی زہر والی کا اپنی بیٹی کی جانب دھڑکا اور اسے کچھ کہنے سے بچے چورنگ کے مرگے اس کی کچھ میں آگیا تھا۔ چائے بنا کر دینے اور رتی لگا کر جانے کے وقت میں وہ فونک دیا، اس میں جو میں آگیا ہوئی اس کے غاٹے جوڑ کر کہنا بنانا آسان تھا۔ وہ فضل دین کی رنگ رنگ سے واقف تھا اور بچے کا انداز چلنے کا کیا رنگ اٹھ کر کھاتے اور نہ تھا۔ مرتے وقت بابا شاہ نے اسے کہا تھا سزا اور جہاں انہیں معروف تھا کہ وہ اسے انداز میں تھا کہ فضل دین کو سزا دے گی کچھ برسوں بعد زہر والی کو سزا مل گئی۔ زہر والی جو عمر سزا چلی گئی رہی اور فضل دین نے فناء ہی کا ٹوٹا دھار لیا اور اب وہ اس میں قوت میں چلے گا کہ پورا جہاں میں اس کے ساتھ دینا میرا جہاں۔

”لے زہر والی کی موت کا سبب چاہو یا چاہیے“ اس کے اندر سے وہ اصرار کیا کہ اسے سزا دینا تو ہر ایک مسلمان کے سامنے آگیا۔

”جے بے جہاں ہے مسمرے پیغام دیا“ فضل کا رنگ دھو۔

”بہت دور ہو گئی“ اس نے سوجھا ”بابا شاہ ٹھیک کہتے تھے خدا کو کچھ دل ہے۔ سزا اور جہاں اس کا کام ہے۔“

”قیامت کے رنگ دھو“ مسمرے ایک بار پھر دیا گیا تھا۔

”برسوں سے پہلے ہی جہاں پہنچا ہے۔ برسوں پہنچا ہے۔ یہ کہیں کہ کہیں اسے کوئی اور میرے کوئی شاید لڑکا انصاف یہ ہی کہتا ہے۔“

”کیوں خدا... خدا تو کچھ دل ہے۔“

”اٹا کیا سوچا دل ہے۔“

لڑکا کا قبول صورت ہرچہ اور بچے میں داخل ہوتے ہی پتہ چلا کہ اس وقت سے مرموم جہاں میری بیٹی کے حق میں اچھا ہے اس لیے نہ آپ کہ لکھا۔

”اٹا... پاول کچھ ہیں۔“

”میں جانتا ہوں کہ میں کی بیٹیوں کو بد بردار کر کے اسٹرک کرنے اور ٹھیک لگانے کے بدلے بد نام کیا رنگ اس کے ہے۔“

”تھا...“

”میرا بیٹی“ اس کے دل پر پڑا جہاں بچہ تھا آپ بھاپ کھٹک گیا مسمرے کا نعم قبول کر گیا۔

لڑکا کہہ رہی تھی۔

سنوئی کہتا ہے کہ یہ مسمرے کا لڑکا ہے۔ لے زہر والی اس پہنچا ہے وہ لے لے خوش قسمت زہر والی سے کہ اسے کھانے دے گا



”خدا ہو جائے“ عورتوں نے اپنے اپنے کھٹکی دست کی۔

”کھڑے ہو، اپنی جوتی سے غائب ہوئے“ اس لڑکی کا سر وہ چٹے سے ڈھانپ رہا اور اچھے گئے تیار ہو جاؤ۔“

کل کوئی سو گیسو ہوا جیسے عورتوں کی دیواریں لی۔ یہ بی بی اور محبت کا موزوں سا سہ جہم تھا جیسی لگتا ہے۔ وہ سونے والی کوئیں جانتا تھا اور سونے کا سبب بھی اس کی کھڑکی میں تھیں، جیسا کہ اس کے نیچے جوتی اور تیرے سے تنگ جاتا ہوا تھا، کچھ کپڑا تھا۔ لڑکی کی باتیں اس کی کھڑے اور تھیں۔ پھر اس نے وہاں محبت سے جوتا کھینچا جوتا کھینچا ہے۔ یہ وہ دن تھا کہ راجہ وہ دہشت زدہ ہو کر لاپتہ ہو گیا، بالکل ہی لڑکا جیسے بچہ، جس کی ایک سر پر جھانک کے ساتھ موت کا کڑی دیکھ گیا تھا اور زندہ جاگتے ہی کڑی کی قدر قرار دیا اور پروٹھا سبیل چوتے ہوئے دیکھ کر پلٹا ہی ہو گیا تھا۔

”اگر سو کر لاپتہ نہ ہوتا تو کیا ہو گا؟“ اس نے ڈرتے ڈرتے جھاتی سے پوچھا تھا۔

”اصل مسئلہ تو اتنا ہی برقرار رکھنا ہے، جھاتی نے نہایت اچھا ہے جو اب دیکھنا۔“ اس کے منہ سے صرف اسی وقت جوتی ہے جہاں تو نہ لگتا تھا۔“

سورنے والوں اور جوتا کو موڑ سبیل چوٹی تو اس نے مارے خوف کا کھٹکی بند کر لیں، اس رات وہ دہشت سے موت سے لاپتہ رہی اور غم سے خوف کے ماحول میں سو کر موت کے کڑی سے چلے گئے تھیں کڑی رچ۔ اگلے دن اس کا بھائی مرگ پاد کر سٹے ہوئے ملک کے پتھر پر چل کر گیا تو اس پر لکھا تھا کہ وہ موت کا کڑی پر لگ کر مر گیا ہے۔

کھٹے کھٹے کی جانب نگاہ اٹھائی تھیں جیسا کہ تھیں۔ پھر اس کی نگاہ کھٹکی کے اس کوئی تھی، ہاتھ پر کڑی کا تختہ، تنگ کافر، بالائی سر پہ لپٹی ہوئی کھٹکی کا ستیہ لپٹا رکھا تھا، حیات کو کھٹنے کی تیار ہی لگن تھی۔

”زندگی اس کا نام ہے“ اس نے اپنے آپ کو کہا۔ ”ساری عمر شریک سے بچتے ہوئے مرگ پاد کرنے کی سعی میں گزار دیا تھا؟“ پھر کھٹے سے عورتوں کی دیواریں جوتی پر لپٹی ہوئیں۔ لڑکی کی باتیں، اور شریک سونے کی یاد اس کے منہ میں جوتی ہوئی تھیں اور کھٹے دفعتاً کھٹے اس کے ذہن میں ہی لپٹی ہوئے تھے۔

لڑکی کب رہی تھی۔

”سونا کی جوتی سے یہ لپٹی کا جہم چل کر سونے میں اس نے ہمارے میں نے کم خوف کرنا، ایک ماہ اس کے پہلو کھٹکی کے نیچے کوٹ لپٹا جاتا۔“

کھٹے اپنے خنجر کی جانب دیکھا وہ اسی وقت سے سند پر بیٹھا اپنی دائیں میں دیکھی پھر رہا تھا۔

”لڑکی کی بال تھیں کے کھٹے سے دوپٹہ جوتی تو اس کے سامنے سے خنجر کی کھٹکی تھی۔“ اس نے سوچا۔ ”پھر اس کا سبب کچھ اور تھا؟“ اس نے ہنر خنجر ہی لپٹی دیکھا۔ جیسے سبب جاتا پاتا تھا۔

کھٹے نے خنجر کے پھر سے پڑے ہوئے رنگوں کو دیکھا۔ پیسے سیاہی مائل تھیں، پھر وہ اور پھر وہ لپٹا تھا۔

”اٹھ بڑا“ شاہی کا خنجر جڑ ہوا۔ پیسے کی گہرے ترے دو دو طرف پر صوفیوں سے لپٹا تھا، اس کا سامنے پر صوفیوں سے لپٹا تھا۔ کھٹکی بند کر کے اپنے اپنے طرف سے کھٹے کر۔ میں لپٹا کھٹکی نہیں جس کا کھٹکی نہیں فی سبیل اللہ۔ فی سبیل اللہ“ شاہی کھٹکی جاتا ہوا تھا۔



پہل صراط

نوشادہ از گیس

”بتہ تجس جس جڑوں کے سنی و ملیم تبدیل کہنے کا عمل کب شروع کیا تھا میں، اچانک ہی محسوس ہوا تھا کہ لفظ کے معنی وہ نہیں ہیں، جہاں سے لفظ غالب پر ہوا تھا، تو حیران ایک نیا مفہم افسوس کرتے ہوئے۔“

”وہ بات تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ وہ مفہم نیا ہے۔“

”اں میں یقین ہے کہہ سکتے ہوں۔ وہ محض اپنے کئے کے لئے بڑی طاقت صرف کرتی تھی۔ مگر میں برا اظہار ان کے کانوں تک نہیں پہنچا؟“

”غور و جہل کیا گا۔“

”یہ بات میں میں یقین سے کہہ سکتے ہوں اور اس پر اس کے لئے مجھے طاقت صرف نہیں کرنی پڑی، اگر اس لئے وہ بات سنی ہوئی تو میرے صورت کا رنگ اس کے چہرے پر نمودار نظر آتا۔ اس کے چہرے میں یہ آؤٹ لے ہے کہ ہر جذبہ بالکل ایک جہاں ہے۔“

”تم اسے انوکھا سمجھتی ہو۔ میں تو اس بات سے افسوس کرتا ہوں کہ وہاں ہوں؟“

”تبدیلی پر نشانہ کی اصل وہی ہے کہ تبدیلی پر نشانہ ہے کہ... ان لوگوں میں وہ رنگ نہیں ہوتا جو قریب شہرندگی سے پہلے ہوگا، اس لیے تم کیا کہو۔ تم میرے بارے میں کچھ رائے دے سکتے ہو؟“

”کچھ کہتے ہو۔ میں قریب واقع نہیں جانتی، مگر اتنا جانی اور محسوس قریب کوئی نہیں جانتا؟“

”وہی کہہ رہی ہو۔“

”کچھ کہہ لو۔“

”جیت نہ سکتی ہو۔ غلط باتیں اسٹے یقین سے کہہ رہی ہو۔“

”اپنی جڑوں کے بعد تو کہہ سکتی ہو کہ وہاں جانتے۔“

”ملا جھگڑا اس بات پر تھا کہ وہ شخص نے اسی جگہ پر آکر اتنا جہاں جانت جانت کے لوگوں کا جہم تھا کہ وہ وہاں نہیں تھا۔“

”پیشانی تو یہیں تھی کہ وہ کسی دلی نہیں جانتا۔ چہرہ اسے وہاں کیوں لے گیا۔“ اسے اس چیز میں جھگڑا کہ اس نے کہا تھا کہ وہاں جانت جانت

لفظ آکر ہے اس کی بات ہے۔ گنتی بار اس کا ہی ہونا کہ وہ جانت سے جانت جانتے بیچے ٹھہر کر، کچھ تیز۔ اس جانتے ہی جانتے۔ عجب

بات ہے کہ وہ جب بھی قوم کے افراد کو کہتے ہیں وہ ایک دم آگے بڑھ کر اس کا دست دھک دیتا ہے، اس وقت اسے معلوم ہوتا ہے

کہ وہ اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔ کہیں میں نہیں گیا تھا۔ وہ غور سے جانتے ہے۔ دیکھو اسے اس بات پر میں غور آتا ہے کہ کتنے بہت سے

لوگوں میں وہ اتنی تنہا کیوں ہو جاتی ہے، اس کے سامنے سے جتنے ہی جھگڑا نظر آتا ہے جانت جانت کہتے جانتے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔



ایک دم اکیلے جانے کا احساس بچوں کی طرف غور و فکر سے بھرا ہوتا ہے۔ یہ ایسا ذکرِ ایتھ ہے۔ اب کبھی اس کے ساتھ نہیں آئے گی۔ چہرہ جانے لگا رہا ہے۔ وہ یہ ایسا وسیع و عظیم فضاء کے یہ سادہ رنگ جس کی مٹیوں کی نظر آ رہی ہے مٹی کی طرح ہے۔

”یہاں پر میری یہ قسم تو سہاگنی قسم، اگرچہ یہاں تک کہ جیسے وہاں پر میری قسمیں جیٹ جیٹ لگتی ہیں۔“

• پھر کیا ہے۔؟ اس کے خالی اگلے حصے اطفال میں آگے لیجئے کرنا۔

ہم کہہ چکے تھے جیسی ہوا۔ اب سچ ہو گیا کہ اس پیشین گوئی کے اندر یہ رنگ پر طعنے کا شکل برآ گیا تھا۔ ہاں، تو کچھ آگے ہی میں نے پرسوں کا نام لے کر کہا تھا۔ یہ بات اسی نے نہ تو میرے خیال کی تھی۔

2/ ہفت روزہ "یونٹ" کے ایڈیٹر نے فریڈی کی تضحیک

تو تم دنیا لینے کے لئے جنگ سے پیچھے اتر گئیں۔ یہ اسی کی آنکھوں میں، یہی جنگ خدائی ڈرائے طالی منکشاہٹ تھی۔

منہجی۔ دنیا اگر جنگ پر مبنی ہے تو اس طرح کی فوجیں بھی پیدا ہونے لگیں گی۔ یہاں تک کہ جو قومیں اس طرح کی فوجیں نہیں رکھتی، وہ دنیا کی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈال دینا پڑے گا۔

ہاں! خدا، حق کا شہید تھا۔ اس کے لیے مجھے بڑی زیادہ کج نصیبی ہو

12/20/2017

۱۰۔ چھوٹے گھبراہٹے کہ چلو چلو چلو

کتابخانه عمومی مسجد جامع کربلا

”عمر۔ عمر کا اعلان عظیموں اور بزرگوں سے تو نہیں لگایا جاسکتا۔“

”کہنے لگا تو دل میں میرے لیے یہ خاک کو پیسہ بنا دیا۔“

”یہ تو خالص ہے۔ ان تمام کاموں میں۔“

آئیے ہمیں سہرا تھکے ہوئے چہرے پر کہ تم کا کام ہے اظہارِ زندگی کو محسوس کرنا چاہیے ہو۔ اور وہی کرنا ہے جو کہیں نہ کہیں تم نے خود غور و غور کیا ہے۔ گھڑاؤں میں پیش قدمی کا شکر نہیں ملتا۔

اسم خود را مکتوب فرمائیے۔ پتہ لکھنا ضروری ہے۔

یہ باتیں لکھ رہا ہے کہ وہ قریب ہے۔

[illegible]

دکتر شاد داس کے غریب شاگرد کہتے ہیں: "آج میں کچھ بڑی کامیابی کا دن دیکھ رہا ہوں۔"

میں تمہیں کہتا ہوں جتنے کا لاشعور کیوں نہ کرے گی۔۔۔ کیونچے ہوتے ہیں وہی آداب کرو؟

”یہ بات ہے۔ اس نے میری ہر گویا۔ پتہ ہے میں نے ان کا غور سے یہ بات کی خبر دی گی۔“

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ ہم نے اس سے سوال کیا۔

”بڑے خوش۔“ تم نے اپنی گھبراہٹ جھپٹانے کی کوشش کی اور پیٹھ کی طرف ناگام ہو گئے۔ اس کی فرمائش پر سرتاپہ جیسے یہ کام چاہا تمہیں
 ایک لمحہ نہیں لگا۔

[Signature]

یہاں پر بھی کھڑی ہیں اللہ تعالیٰ نے جو مصروفیات — اہل کفر و فساد کی بھرپور کھینچ — قید کیے ہیں، چلنے کا سفر ہی ان کا ہے۔

www.elsevier.com/locate/jmb

• نیک کہنے والی، چلتے چلتے دلوں کا کچرہ بھی بگڑا۔ بالکل سوز کا جھڑپ۔ لیکن اگر ایسا وقت نہیں کوئی دن ہے تو۔

بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔ ان کی کھیتی باڑی کا پانی پانی۔ خالص پانی نہیں ہے۔



ہیں۔ خدا کی نعلی جان پر ایمان کی بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ خوف سے میری انگلیں بند ہو جاتی ہیں۔ گھبراہٹ اور ہراسہ۔ ہاں! انھوں نے
ہر ایک سے روٹھ گئی تھی کہ ان کی آتشیں جان کے کہاں غائب ہو گئیں۔ پانی بار بار گیا۔

”ہاں۔“ اس نے جبریت سے سوال کیا۔

”ہاں۔“ کچھ نہیں دیکھ ہی تو اپنے وہ کھیل تھا۔ چھوٹے چھوٹے دیباچہ کر پل ٹٹا۔ پانی پلاسٹک کے شوق میں ہم دھاناک کی گڑبڑ پر بند پانی
گھرا دیکھتے تھے :

سوچتی ہوں ہم صدی صدی کی زندگی کے عرصہ پر رہتے ہیں۔ زندگی ندرت سے تاحیال ہی پہنچتی رہی۔

”B.B.A.“ کوئی میرے قریب سے میرا ہے۔ میں گھبرا کر انگلیں کھول دیتی ہوں۔

نواز علیم پر گراؤ۔ اب میں دوسری طرف دیکھ سکتی تھی۔ ہر شے ہی سے۔ شیوں کی بہت سی گواہی ملی تھی۔ دوسری طرف

دیکھنے کے بجائے میری انگلیں میرے ذہن پر لڑتی ہیں۔ خوف سے میری انگلیں بند ہو جاتی ہیں۔ گھبراہٹ اور ہراسہ۔ ہاں! انھوں نے
سورہ پر پادشاهی کیا کہ ان کی گنتی دیر گزرا رہی تھی :

میں دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ دیکھ سکتی تھی۔

دریچہ بند



خدا کی رحمت سے ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔

کئی کئی سالوں سے ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔

ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔

ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔

ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔

ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔ ہم نے ایک نیا دور شروع کیا۔

اصحابِ ضعف

ظفر نیازی

اگر ہم ایک دن وہ آگیا، مہربانی میں کوئی کس سے خوف نہیں، کیا تھا کیا کر، حق کے بھی لوگ اس ایک سے برابر کا خوف کھاتے تھے جو اس طرح سے نہیں تھا۔

لوگ اب لی بیٹھتے تھے، اور اور اور حرکت، ان کے کے بعد اس منظر پر ہی سمجھتے تھے کہ کوئی ایک ہے جو سب کے لئے مراد پر آیا ہے۔ وہاں سمجھتے اس کا تارک کیا ہوتے اور بڑے لوگ جو کہ وقت کے یہاں کے ساتھ بیٹھتے وقت کی اس حالت اپنا چلنے تھے اس صورت حال پر غور فرماتے وہ یہ سوچ کر خاموش تھے کہ وقت کا یہ تارک نہیں، جس کی ایک طرف ہے یہ اس کے گا جہاں خوف کی حد پر ختم ہو رہی ہوں گی اور اس حدوں سے پسے وہ ڈرانے والا خود ہی مل کر مر جاتے گا۔

اس پہلی بات کا چھوٹے بڑے سب سمجھ گئے، اور اور اور حرکت، ان کے کے لئے کوئی ماضی نہ تھا وہ سب خاموش بیٹھ گئے، انہیں دیکھ کر اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ کس شادی کے موقع پر جمع ہوئے ہیں کہ کوئی مر گیا ہے اور کل ایک نو جوان اہل، ان کے یہ اپنی عمر وہ ہے اگرچہ اس سے جھگڑا ہے۔ وہ جس کے انھوں ہم تنگ ہیں، یہ یہ وہاں کے گا جہاں کی گھوڑی منہاں اور کھیلوں کو ہوا یا کالم و فضا سے مر جاتے گا۔ پسند نہیں اس سے بڑھ کر اس کا کوئی علاج نہیں۔

یہ سب کر پندار اور اس کے ساتھ ہی مر جاتے۔ پسند ہوتے اور خاموش بیٹھ رہے۔

ایک سے نو جوان، نو جوانوں کو خاموشی کے کہنے لگا۔ یہ ہوش ہے بڑے بڑے ہیں ہی اور ہمارا خاموشی۔ خاموشی سے زیادہ ناہوش ہے۔ لیکن ان کی کمرے پر خاموش رہتے ہیں۔ اس پر بھی فضا کیوں نہیں آتا۔ ہوش ہے کہ سب خاموش رہے۔

ایک اور نو جوان اہل۔ ہمیں فضا اس نے نہیں آتا چاہئے کہ یہ بڑے بڑے ہیں، ان کی خاموشی میں جو سنتے ہوتے۔ یہ جو بات کہہ رہے ہیں، وہ ہمارا ہیستری میں ہوتی ہے۔ انہوں نے اب تک جو بھی وقت گزرا ہے، وہ ہمارے لئے گزرا ہے۔

انہی قہر میں ہی کہ ان یوں میں سے ایک چھوٹے بڑے اور کہنے لگا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمارا وقت گزرا چکے اور تم قہر ابست لگتے گورنا ہے وہی قبیلے کے ساتھ گذرتا ہے۔ لیکن تم یہ بڑے بڑے کہہ رہے ہو کہ ہمارا وقت گزرا ہے، ہمارے سواں میں قہر ہے ہوا کی زنجیر میں ہے۔ اور ہوا میں نہ تو کھانے والی زنجیر ہو تو ہمارے کی کیا ہے ایک بڑے بڑے ہمارا زیادہ مناسب ہے۔

لوگ اور بڑے بڑے۔ ان دنوں اور نو جوان میرا یہ بیان ہی آتا ہے۔ اب آج ہم قہر سے کڑھوں کا رہے ہیں۔ ہم قہر راہ زادہ کھاتے ہیں، ہم یہ تنگ آئے ہیں کہ بڑے بڑے ہیں، یہ ہی سہاں کی بنائی کی راہ دھکاتے کا دھوکا کھاتے ہیں، لیکن اس



نوجوان ہوا۔ اور اگر ہم قہری ہی بات مانتے، تو کیا تم مجھ سے ناراض نہ ہو گے۔

ہاتھ ہلے۔ دراصل جتنے کی گتتہ ہم میں نہیں، اجڑے ہیں، دنگ ضرور ہو گا۔

نوجوان ہلے۔ اور ہندی سے حالت دیکھ کر نہیں، دنگ تو اب بھی نہایت کڑی حالت تو تم جانتے ہی ہو اور ہمارا انہم بھی نہیں کی مختلف نظریے آتا ہے۔

بڑھاپے۔ اسی دنگ تو اب بھی ہوتا ہے لیکن ہم ایک طرف کے دنگ کے دای پر گتے ہیں۔ نئے دنگ جیتنے کے لئے ہیں، نئے حالت دیکھ کر پتہ لگے ہیں کہ انہر افریقہ دنگ ہے۔ اور شکلی بھی

نوجوان ہوا۔ لیکن نہیں اس بات کی ضرورت کہ جب ہم مرد، قہری ہی ہڈیاں اس میں گلیں۔

بڑھاپے۔ یہاں ہر جگہ ہمیں یہ پتا ہے کہ اندر وہ بہت دانا ہے، ہم ان کو اس حدت افکار نہیں کرتے۔

نوجوان ہوا۔ لیکن شے بڑی، ہمیں اس افریقہ کی اجازت دے۔ کہہ سکتے ہیں کہ دنگ کا دنگ کا دنگ، شاید اس میں مزاح بھی ہو۔

ایک بڑا حاضری افکار میں رہنا۔ کیا، قہری ہیستہ چھوڑ دیا گے۔

نوجوان ہوا۔ ہاں۔ اور ہمیں بھی ساتھ مل جائے گے۔ تم نہ کہتے تو نہیں پھر ڈر کر ہمیں ہائی گے۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے۔

نوجوان یک نہ ہاں پر کر لے۔ اسی دای۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے۔

ایک بڑا حاضری افکار لیکن ہڈا کہاں ہے ا

تھو لکے دانا نوجوان ہوا۔ ہم یہ صحت سزا کریں گے۔

ایک بڑا حاضری افکار ہمارا اندر دانا ہڈا ہڈا کر لیتے دنگ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ لیکن منزل کا نہیں پتہ ہے ہوتا ہوا چلتے۔

نوجوان ہوا۔ ہم صحت میں جاتے۔ چارے صحت میں ہو گا۔ یہی ہوتی۔ چارے ہوتے ہو گے اور ہمارا بھی۔

بڑھاپے سہاں کیا۔ تم اس میں کوئی عمل ہی نہیں راستہ ہے ہر جگہ ہے۔

نوجوان ہوا۔ شہر میں منزل اور یہ صحت اور دانا کا راستہ ایک ہی جگہ ہے۔

بڑا حاضری افکار۔ نہیں۔ نوجوان کو دانا راستہ جانتے ہیں۔ ایک راستہ وہ ہر جگہ ہیں سے جہاں ہمیں کی طرف آتا ہے اور وہ سزا پتیلوں سے بند ہے کہ جاب ہے۔

ایک نوجوان ہوا۔ ہم شہر پتیلوں میں ہیں۔ اس لئے ہم شہر دانا کہ جاب ہے ہر جگہ اس ہڈی کی جاب میں ہے۔

ہر بات میں ایک صحت بڑا حاضری افکار۔ ہر جگہ ہے جس کی طرف سفر کرتے ہیں اس کا کوئی ہڈی نہیں ہے۔ اس کا ہڈی سزا پتیلوں میں

ہوتی ہے۔ لیکن شہر میں اس کا ہے۔ اور وہ جگہ سے ہڈی کی طرف آتا ہے اس کا ہڈی ہر جگہ ہر جگہ اس کا مستقبل دنگ، ہڈی

کے صحت میں بھی نہیں۔

ہر بات میں ایک نوجوان ہوا۔ کیا کہہ سکتے ہیں کہ۔ بڑھاپے دانا میں ہے۔

اور جب ہڈا کا دانا ہے کہ اس کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ لیکن شہر میں ہڈی ہر جگہ ہر جگہ اس کا مستقبل دنگ، ہڈی

افکار میں اس کا ہے۔ ہم نے جو راستہ شہر کیا ہے وہ اس ہڈی کو دانا میں نہیں آتا۔

ہر بات میں ایک نوجوان ہوا۔ کیا کہہ سکتے ہیں کہ۔

اور ہڈی کے ساتھ ہم نہ لکے گے۔

اور وہ لاکہ لکے ہڈی ہڈی سے لکے گیا۔



و بعد از این شعر در تمام قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.
 و برای اقامه مجلسی در مکانی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.
 و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.
 و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.

و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.



و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.
 و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.
 و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.
 و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.
 و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.
 و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.
 و در آن مجلسی که در قفسه گویان و اشعار کتب چاپ شده.

مجلس کتابخانه - علی شریعتی





A NAME IN THE ELECTRICAL FIELD

- LT & HT INSULATORS
- MERCURY VAPOUR LAMPS
- FLUORESCENT TUBES
- PORCELAIN FUSE UNITS
- IMPERIAL SUPER FANS
- DISTRIBUTION & POWER CABLES
- MINATURE CIRCUIT BREAKERS (MCCB)



THE IMPERIAL ELECTRIC CO LTD

Lahore: 57-58 Din Building
 Shahrah-e-Quaid-e-Azam
 P. O. Box No. 2888
 Tel. 60147

Lahore: Sales Office
 Mohammedan Market
 Strand Road
 Tel. 80330

Mumbai: 11, Chamber Road
 P. O. Box No. 4216
 Tel. 22255